بھارتی خارجہ پالیسی

ایک تجزیاتی مطالعہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی

مرکز مطالعاتِ جنوبی ایشیا

پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

Marfat.com

بھارتی خارجہ پالیسی

ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی

مرکز مطالعاتِ جنوبی ایشیا
پنجاب یونیورسٹی، لاہور
پاکستان

Marfat.com

نام: بھارتی خارجہ پالیسی ۔ایک تجزیاتی مطالعہ

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی

ناشر: مرکز مطالعاتِ جنوبی ایشیا، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اشاعت: ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۰۰۸ء

اہتمام اشاعت: محمد خالد خان، ڈائریکٹر۔ڈیپارٹمنٹ آف پریس اینڈ پبلی کیشنز، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

تزئین: ریاض اختر و خلیل احمد سومرو

تعداد: 500

قیمت: 400

ISBN: 978-969-9325-00-7

مرکز مطالعاتِ جنوبی ایشیا

پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔پاکستان

فون: 9231143، فیکس:9231173

پنجاب یونیورسٹی پرنٹنگ پریس

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحات
۱۔	انتساب	ا
۲۔	سخن اول (پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر)	ب
۳۔	جنوبی ایشیا میں ہندوازم کی تاریخ وتہذیب (اورینٹل کالج میگزین، کلیہ شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، جلد ۷۹، ۲۰۰۴ء)	۱_۲۹
۴۔	ہندویت۔۔۔ایک تحقیقی مطالعہ الاضواء، ریسرچ جرنل، شیخ زید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور (جلد ۱۵، شمارہ ۲۲، جنوری ۲۰۰۵ء)	۳۰_۵۱
۵۔	جنوبی ایشیاء میں بھارت کے عزائم اور پاکستان (پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم گرما ۲۰۰۳ء)	۵۲_۷۱
۶۔	بھارتی خارجہ حکمت عملی کے اصول (پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم گرما ۲۰۰۴ء)	۷۲_۹۸
۷۔	غیر جانبداریت کا واقعاتی تجزیہ (پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم گرما ۲۰۰۵ء)	۹۹_۱۲۲
۸۔	بھارت کے عالمی عزائم (پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم سرما ۲۰۰۵ء)	۱۲۳_۱۵۷

Marfat.com

۹- بھارتی خارجہ پالیسی۔۔۔غیر جانبداریت سے جانبداریت تک ۱۵۸_۱۸۲
(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، جلد۴۹، شمارہ۲۰، موسم سرما۲۰۰۶ء)

۱۰- بھارتی خارجہ پالیسی۔۔۔تبدیلی یا تسلسل ۱۸۳_۲۰۳
(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم گرما۲۰۰۷ء)

۱۱- بھارت کی معاشی ڈپلومیسی۔۔۔۔۔۔مقصد اور منزل ۲۰۴_۲۳۵
(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم سرما۲۰۰۷ء)

۱۲- پاکستان کے خلاف بھارت کے اعلانیہ عزائم ۲۳۶_۲۵۷
(پاکستان آرمی جرنل راولپنڈی، موسم گرما۲۰۰۸ء)

13- Indain Designs to Change the Geography of Pakistan 1-12

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

انتساب

برعظیم پاک و ہند کے پہلے مسلمان ---

کیرالہ کے مشہور بادشاہ چیرامن سلطنت کے بانی چیرامن پیرومل (حضرت تاج الدینؓ) اور بٹھنڈہ بھارتی پنجاب کے بابا رتن ہندی (حضرت شیخ ابورضاؓ) کے نام جو بارگاہ رسالت مآبؐ میں خود حاضر ہو کر آپؐ پر ایمان لائے اور اسلام قبول کیا۔

تیریؐ نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے عقل
غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(اقبالؒ)

''پاکستان اُس دن وجود میں آ گیا تھا، جب برعظیم کا پہلا شخص مسلمان ہوا تھا''

(قائداعظمؒ)

محمد جہانگیر تمیمی

لاہور

Marfat.com

Marfat.com

سخن اوّل

''بھارتی خارجہ پالیسی۔ ایک تجزیاتی مطالعہ'' مرکز مطالعۂ جنوبی ایشیا، پنجاب یونیورسٹی کے نامور محقق اور مایہ ناز استاد ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی کے گیارہ علمی و تحقیقی مقالات کا مرقع ہے۔ ایک انگریزی اور دس اُردو زبان میں لکھے گئے یہ مقالات 2003 سے 2008 تک چھ سالوں کے دوران میں پاکستان کے بین الاقوامی شہرت کے حامل معتبر اور مستند تحقیقی مجلّات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ مذکورہ مقالات میں ڈاکٹر تمیمی صاحب نے ہندو ازم کی تعریف، جنوبی ایشیا میں اُس کی تاریخ و تہذیب اور بھارتی خارجہ پالیسی کے مختلف پہلوؤں کا دقت نظر سے تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اپنے موضوع اور اعلیٰ تحقیقی معیار کے پیش نظر ان مقالات کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے، کیونکہ کسی قاری و محقق کے لئے چھ سال کے عرصے میں شائع ہونے والے مختلف مجلّات کا تلاش کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مجموعہ مقالات کی صورت میں ان تمام مقالات تک قارئین کی رسائی آسان ہو جائے گی۔

جنوبی ایشیا کے مذاہب پر معلومات کے حوالے سے ڈاکٹر جہانگیر تمیمی سند و حوالہ کا درجہ رکھتے ہیں اُنہوں نے اپنی عمر عزیز اس بحر ذخار کی غوّاصی میں وقف کی اور سچی بات یہ ہے کہ گوہر مراد کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ تحقیق و جستجو کے لئے جس لگن، خلوص اور یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ڈاکٹر تمیمی صاحب میں بدرجہ اَتم موجود ہے۔ مدت دراز سے وہ کتاب و قلم سے رابطہ استوار کر کے گوشہ گیر ہو چکے اور سوائے اپنے روحانی سرچشمہ ھای فیض، اور آستانہ ھای مراد پر حاضری دینے کے، کوئی شغل نہیں رکھا اور روگ نہیں پالا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بلا کے ذھین ہیں اور کمال کا حافظہ پایا ہے، پھر کثرت مطالعہ نے ہنرمندی کو چار چاند لگا دیے ہیں جو روانی، صراحت، شیرینی اور فصاحت و بلاغت گفتگو میں ہے، وہی تحریر میں جھلکتی ہے۔

یہ امر مرکز مطالعۂ جنوبی ایشیا کے لئے قابل فخر ہے کہ ایک سال کے مختصر عرصے میں اُن کی یہ دوسری کتاب یہاں سے شائع ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے ''سکھ مسلم تعلقات ایک تحقیقی جائزہ'' چھپ چکی ہے۔

میں ڈاکٹر جہانگیر تمیمی صاحب کو اس اعلیٰ پایہ کے تحقیقی کام پر دلی مبارک باد پیش کرتے ہوئے اُن کی سلامتی کے لئے دعا گو ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر
ڈائریکٹر
مرکز مطالعۂ جنوبی ایشیا، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

Marfat.com

Marfat.com

1

جنوبی ایشیا میں ہندوازم کی تاریخ وتہذیب

ہندویت (Hinduism) برعظیم پاک و ہند میں صدیوں سے جاری ایک تحریک اور تہذیب ہے، جس کی تاریخی روایات اور فلسفہ کی اساس چار وید ہیں۔ اور یہی ہندویت کی تاریخ کے مختلف ادوار کا اساطیری اتہاس (پرانی یا پراچین تاریخ) ہے۔ گویا ہندویت کے افکار اور نتیجتاً اطوار دونوں کلیدی طور پر تاریخ کے غار یا رفتار سے پیوستہ اور وابستہ طرز زندگی ہے۔ یہ تاریخ کے غار سے غایت درجہ وابستگی، دھرتی پوجا کے جغرافیائی حصار کا زمینی مدار بھی ہے، جسے اب بھارت ماتا (Mother India) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہندوازم جن دوستونوں پر قائم ہے، اس میں اولاً: ۔ ذات، پات کی تقسیم، ثانیاً: بت پرستی کا اہتمام ہے اور یہی ہندو سماج، ہندو رواج بلکہ عملاً آریہ سماج بھی ہے۔

ذات پات کی تقسیم (ورن و وستھا) میں چار ذاتیں ہیں، جن میں برہمن برتر ہے کہ وہ برہما (خدا کا نائب ہے) جبکہ اس کے بعد کھشتری کا درجہ ہے پھر ویش ہے، جبکہ نچلے درجے میں اچھوت (Untouchable) ہے کہ یہ برہما کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے چھونے کے لائق ہی نہیں۔ جہاں برہما سے خدا کو تجسیم دے کر اس سے پیدائش وابستہ کی جائے، اور وہ بھی برہمن خدا کے سر سے پیدا ہوا ہو اور اچھوت اس کے پاؤں سے، تو ایسے تصور خدا یا اس کی بھدی ہیئت کذائی سے انسانی مساوات کا تصور کیونکر جنم لے سکتا ہے اور ہندوازم میں ہوا بھی یہی کہ یہ پیدائش کے اعتبار سے تقسیم تھی مگر بعد ازاں منو مہاراج نے اپنے مدون مجموعہ قوانین، منوسمرتی میں اسے پیشوں سے وابستہ کر دیا۔ اب آدمی پیشہ بھی تبدیل نہیں کر سکتا تھا کہ یہ نعوذ باللہ خدائی تقسیم ہے جس سے باہر جانا ممکن نہیں، تاہم معاصر بھارت کے آئین ساز اور اچھوت رہنما ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی تدبیری اور دستوری کوششوں سے درج فہرست ذاتیں اور قبائل اور اچھوت صوبائی سطح پر کچھ رعایتیں اور مراعاتی کوٹے پر معمولی معاشرتی گنجائش اور سرکاری وظائف کے مستحق ٹھہرے ہیں۔ یہی روایتی بھارت ہے کہ جس میں کروڑوں انسان چھونے کے لائق بھی نہیں، یعنی اچھوت (Untouchable) ہیں۔ بنیادی انسانی حقوق کی پامالی بھارت جمہوریہ کا سیکولر ماسک ہے۔ (۱)

فی الجملہ یہ کہ ہندویت میں برہمن ہی پورے سماج کا مقتدر طبقہ ہے جو تعداد میں کم ہونے کے

Marfat.com

باوجود آریہ ورت یا ہندو راشٹر کا اشرافیہ ہے جو طاقت کے حصول اور خود کو برتر قرار دینے کے ناطے بھارت ورش ہی نہیں پورے وشو (دنیا) پر حکمرانی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

برہمن صرف ذات پات کی ہندوانہ تقسیم میں برہما (یعنی خدا کا نائب) ہی باور نہیں کرایا گیا بلکہ ہندویت کے بنیادی مآخذ چار ویدوں کے جاننے اور ماننے والی ہستی کے طور پر بھی برہمن کو مستقل مقام پر فائز کیا گیا ہے، کیونکہ ہندو عقائد میں وید الہامی کلام ہے، جنہیں پڑھنے اور جاننے کی سعادت صرف برہمن کو حاصل ہے۔ یہاں تک منوسمرتی میں قانون ہے کہ اگر ان ویدوں کی آواز، اچانک کسی شودر (Untouchable) کے کان میں اتفاقاً بھی پڑ جائے تو ایسے پاک کلام کی آواز ایسے ناپاک شخص کے کانوں میں پڑنے کی سزا یہ ہے کہ اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے (۲)۔ اس امر سے ہی برہمن کی برتری کا ہندو سماج اور آریہ سماج ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ یہی ہندویت کی تحریک و تہذیب ان ویدوں کی تعلیمات کی شان اور اٹھان ہے۔ ممتاز نومسلم دانشور رینے گینوں (عبدالواحد یحییٰ شازلیؒ) ہندو تہذیب کے ایک مستند مفکر ہیں، انہوں نے آریہ ورت اور برہمن کے فکری سرچشمے، ویدوں کا خوبصورت تعارف پیش کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''شعروں مناجاتوں اور دعاؤں کا قابل تعریف مجموعہ'' وید'' ان کی تہذیب کی اساس ہیں۔ ویدوں کی اصلیت کا سراغ نہیں ملتا، غالباً ۱۴۰۰، اور ۱۲۰۰ قبل مسیح میں ان کو جمع کیا گیا تھا۔اور یہی وہ مجموعہ ہے جسے لاکھوں (بلکہ کروڑوں) ہندو اب بھی احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں..... جس طرح یونانی اور عبرانی (زبانوں) نے مغرب کے افکار کو ایک خاص سانچے میں ڈھال کر شکل وصورت دی ہے اسی طرح سنسکرت (زبان) نے ہندو فلسفہ وفکر کے اسلوب اظہار کو متشکل کر کے اس کی تراش، خراش کی ہے۔ یہ مقدس مناجاتیں اصل میں وہ متون ہیں جن پر ویدانت کی بنیاد استوار ہے۔ ویدانت کے معنی ویدوں کے خاتمے یا اختتام کے ہیں۔'' (۳)

ہندویت کا حادثہ بھی یہودیت سے کم نہیں کہ انہوں نے پیغمبروں کی سیرتوں کو گم کیا، نتیجتاً

Marfat.com

مقدس کتابیں الفاظ کا گورکھ دھندہ بن کر رہ گئیں۔ عقل انسانی نے الہامی افکار اور انسانی کردار کو نہ دیکھا۔ محض عقل سے معنی اور مطلب نکالے جو مطالعاتی خمار اور برتری کا خناس، دوسروں کو حقیر تر جاننے کی نفسیات لے کر ابھرا، اس سے شخصی پیمانے پر عقلی جوار بھاٹا اور نسلی پیمانے میں سفاکیت کا چلن، ایسے میں ہندو مزاج کی داخلی نفسیات کا جہان بن گیا، جس میں برہمن ہی ہندو کی علامتی اور مقتدر پہچان ہے۔ اس لئے اسے ہندویت کی مقدس کتب کے افکار اور خود ہندو تاریخ کے ادوار سے لازماً پرکھنا چاہئے۔

ہندویت (Hinduism) مقدس کتب کے افکار (Thought) اور اس کی تاریخ کے مختلف ادوار (Periods) کا گہرا مطالعہ اور تحقیق کرنے سے بھی یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوتی ہے کہ ہندویت فی الواقعہ کوئی دھرم (مذہب) نہیں بلکہ ایک تہذیب وتحریک ہے جو صدیوں سے جاری وساری ہے۔ جس کی بنیادیں (Roots)

اولاً: نسلی برتری کے خناس

ثانیاً: سیاسی تفوق کے احساس کو بطور ارداس (عبادت) کے اپناتی ہے۔

جس کے لئے حکمت عملی یہ ہے کہ اپنے لئے انتہائی تدبیر اور تیاری جبکہ دیگر قوموں اور گروہوں کی مکمل تکفیر کا معنوی رویہ بظاہر دھیما پن، نہایت عقلمندی (Practical Wisdom) سے صدیوں کی رفتار اور وقت کی پکار کا ساتھ دیتی نظر آتی ہے۔ مگر صدیوں کی اس تحریک کی تمام کتب اور ان کے مشتملات میں لفظ ہندو کا نام تک غائب ہے۔ بلکہ ان میں ہندو ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ برعظیم میں برطانوی استعمار کے قدم جمانے تک کے تمام سرکاری ریکارڈ اور دستاویزات میں صرف مسلم اور غیر مسلم کی تقسیم ہی مذکور ہے۔ آخر یہ ہندو نام اور ان کا ہندوستان بلکہ ہندی زبان اس کی ابتداء اور ارتقاء کیوں اور کیسے وقوع پذیر ہوا؟ یہ واقعتاً ہندویت (Hinduism) کے لئے ایک بنیادی اور کلیدی سوال ہے۔ جس پر اکثر محققین نے توجہ بھی دی ہے۔ یہاں تک کہ ہندو محققین اور دانشور اس سوال کا کوئی واضح جواب نہیں دے پائے! کہیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس لفظ کو عملاً اختیار کرنے اور اپنی نسلی اور مذہبی پہچان بنانے کے باوجود اس کو خلط مبحث بنانے کی ہندو مصلحت ہی نہ ہو کیونکہ ہندو طبیعت اور اس کی نیت جب خود ہندو مزاج پر واضح نہیں ہے تو باہر سے کون جان سکتا ہے کہ مادی بلکہ ہر قسم کے بتوں کا پجاری ایک بھکاری کے روپ میں اصل میں کسی شاہ کا درباری بھی ہوسکتا ہے! البتہ ایک رائے ممتاز بنگالی ہندو

Marfat.com

مصنف نرادی چوہدری کی ہے، جس سے اس مسئلے کے تاریخی ، واقعاتی اور سیاسی بلکہ تہذیبی ہونے کا کسی قدر اندازہ ہو جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''ہندو نام کی دلالت اس وقت نمودار ہوئی جب مغرب کے مستشرقین نے ہندوستان کے مذاہب کا بالاستیعاب مطالعہ شروع کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ان مذہبی عقائد و رسوم کو سناتن دھرم کے سوا کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ سناتن دھرم کے معنی ہیں' صراط جاوید' (Eternal Way) یورپ کے مستشرقین نے دیکھ لیا کہ ان (ہندوؤں) کے یہاں ان معنوں میں مذہب کے لئے کوئی لفظ نہیں، جن معنوں میں یہ یورپ میں رائج ہے۔ چنانچہ مستشرقین نے لفظ ہندویت (Hinduism) اختیار کر لیا تا کہ اس مذہبی ملغوبے کو کسی طرح بیان تو کیا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ہندو اس بنا پر ہرگز ہندو نہیں کہلاتے کہ ہمارا کوئی مذہب ہے۔ جسے ہندویت کہا جاتا ہے۔ ہمارے مذہب پر یہ (ہندویت) نہایت صریح لیبل چسپاں کر دیا گیا ہے کہ عقائد و رسوم کے اس ملغوبے کے مالک اپنے وطن کی نسبت سے ہندو کہلاتے تھے۔(۴)''

بعض ہندو محققین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ہندو، نام اور ہندویت ایک مذہب ہندوؤں کے ہاں سے ہرگز نہیں بلکہ باہر سے اور انگریز اور دیگر مغربی قوموں کی دین ہے۔ مگر کچھ ہندو ماہرین نرادی چوہدری کے نقطۂ نظر سے اختلاف کرتے ہیں، اور وہ اس نام کو مسلمان فاتحین کا دان قرار دیتے ہیں جن میں شوکشن کول کا کہنا ہے کہ

''ہندو کا لفظ سندھو سے نکلا ہے اور ویدوں کے زمانے میں پنجاب کو سپتا سندھو کہتے تھے یعنی سات دریاؤں کی سرزمین، ایرانی اسے ہفت ہندو کہتے تھے۔ ازاں بعد مسلمان حملہ آوروں نے پنجاب کے باشندوں کو ہندو اور ان کے مذہب کو ہندویت کہنا شروع کر دیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ سارے برعظیم کے باشندوں کو ہندو اور ان کے مذہب کو ہندویت کہا جانے لگا۔''(۵)

Marfat.com

گویا مسلمانوں کی آمد سے پہلے برعظیم میں اقامت پذیر مقامی لوگوں کا قومی تعارف اور ان کے مذہبی معارف کا کوئی نام اور پہچان نہ تھی۔ یہی بات ایک مشہور کانگرسی مصنف ایس وی کلکر (S.V. Kelker) نے بھی لکھی ہے کہ برعظیم میں ہندو قوم اور مسلم قوم کا دوقومی نظریہ مسلمانوں کی دین ہے۔ بلکہ وہ اپنی سماجی چھوت چھات کا صدیوں سے لگے بندھے نظام کو مستحکم کرنے کا الزام بھی مسلمانوں کے سر تھوپتے ہیں کہ:

> ''مسلمانوں نے برعظیم کے سارے غیر مسلموں کو ایک نام ہندو ..... دے کر گویا انہیں ایک قوم بنا دیا۔ مسلمانوں کی برعظیم میں آمد سے قبل ہندوؤں نے کبھی اپنے آپ کو ہندو نہیں کہا تھا..... بلکہ وہ آگے چل کر مسلمانوں پر معترض ہیں کہ ''مسلمانوں نے غیر مسلموں کو ایک نام ہندو دے کر برہمنوں کو باقی پر سوار کر دیا اور اس طرح لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ہندوؤں کے مذہبی پروہتوں (برہمنوں) کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔''(۲)

لیکن ان احساسات کو تاریخی حقائق اور واقعات کا عکس مان کر بھی جو بات حلق کی پھانسی بنتی ہے وہ یہی ہے کہ ہندو نام اور ہندیت (Hinduism) مذہب کا مقام از خود ہندویت کی فکری پہچان اور تاریخی نام نہ سہی مگر یہ چیز اور جنس آخر ہے کیا اور اسے کس نام سے پکارا جائے۔ سناتن دھرم کے عقائد و رسوم کی پیرو قوم کو سناتن دھرمی کہے دیتے ہیں۔ مگر جب دھرم کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟ کے سوالات کا سامنا کرتا ہے تو ہندو مصنفین خود بول اٹھتے ہیں کہ:

> ''ہندویت دیگر قومیتوں سے جدا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہندوؤں کو کسی مربوط نظام عقیدہ نے متحد کر رکھا ہے نہ عقیدہ اور نہ عقیدہ کا معلم، نہ مکتب نہ عقیدے کی تعلیم، نہ کوئی دیوتا، (خدا؟) جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ نیز یہ کہ عام مروجہ اور مسلمہ نظریات، عقائد سے کتنا ہی منحرف ہو جائے کوئی کسی کتاب کا انکار کر دے۔ خواہ بعض رسومات کو ترک کر دے۔ اس کے باوصف کوئی طبقہ ہندویت سے خارج قرار نہیں

Marfat.com

دیا جا سکتا۔''(۷)

ایس وی کلکر کے اس ملخص پر غور کیا جائے تو اس تشریح کو ہندویت کی تعریف کا حتمی اور خوبصورت نچوڑ کہنا پڑتا ہے۔ بلکہ یہی ہندویت ہے جس کے بین السطور میں ہندو اور ہندویت اپنی اصلیت کے بارے میں اپنی وضاحت خود ہیں۔ یہاں پر سوامی تیرتھ مہاراج کی تصریح زیر بحث لانی چاہئے جس میں وضاحت کا رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''وہ سینکڑوں قبیلے، ذاتیں اور برادریاں جو مسلمان یا مسیحی نہیں، انہیں ہندو قرار دیا جاتا ہے۔ دراصل حتمی طور پر یہ کہنا ممکن ہی نہیں کہ ہندو کون ہے؟ اور ہندویت کیا ہے؟''(۸)

تاہم ان مباحث سے ایک بات تو واضح ہوئی ہے کہ ہندو اور ہندویت ان معنوں میں نہ قوم ہے نہ مذہب، جن معنوں میں عام طور پر یہ الفاظ اپنے مطالب و مفاہیم کا ابلاغ و رواج رکھتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ممتاز فلسفی ہیگل (Heagul) نے بھی ہندو بطور ایک قوم (Nation) کے نظریے کو ماننے سے انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ:

''ہندو گروہ (Groups) اور جمعیتیں تو ہیں، مگر اسے قوم نہیں مانا جا سکتا۔''(۹)

زیادہ سے زیادہ ورن (ذات پات) کی تقسیم اس کی وجہ قرار پائے تو قوم کے تصور سے بعید از قیاس امر ہے، پیدائش اور خاندان سے نسبت کی حقیقی پہچان کا معاملہ بھی نہیں کہ ذات پات کی تقسیم اصل میں پیشوں کی تقسیم ہے۔ جو مستقل ہے اسی سے معاشرتی پہچان اور سماجی مقام متعین کیا گیا ہے۔ ہندویت میں ذات پات کی اسی تقسیم پر تبصرہ کرتے ہوئے سرل موڈک کا یہ کہنا بے جا نہیں کہ

''یہ ذاتیں اور قبیلے نسبت شناس نہ تھے، بلکہ زندگی کے مختلف شعبوں اور فرائض سے بھی وابستہ تھے۔ اسی طرح ہندوؤں کو ایک قوم کہنا ایک مذاق ہے۔''(۱۰)

اب لے دے کے علاقہ اور جغرافیائی حدود میں افراد کا وجود ایک واقعاتی شہادت ہے کہ جس سے ہندو قوم کی شناخت کا سوال دریافت کیا جا سکتا ہے۔ کہ عقائد و رسوم میں تفاوت، ذات پات کا بندھن اور پیشوں سے پہچان کے معیارات یہاں کام نہیں دے پائے، ہندو فی الواقع سندھو سے ماخوذ ہو یا نہ ہو البتہ بدیہی اور تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ''ہندو'' ہند میں مرکوز اور ہند ہی سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ

Marfat.com

تحریک جغرافیائی طور پر ہند پر حملہ آور ہوئی، یہیں پھیلی اور یہیں بڑھی۔ اس کا نام ہندویت ٹھہرالیں تو نتیجتاً یہ ہندو کہلائی یعنی ہندو (Hindu) ہند کا جغرافیائی وجود اور ہمہ مقتدر (All Power Fulness)، مقصود ہے! گویا ہندو جغرافیائی نام ہے اور یہی اس کی تاریخی، فکری اور سیاسی پہچان ہے۔ صدیوں سے پہلے بھی یہ تاثر اور تبصرہ تھا اور آج بھی حقیقت حال یہی ہے۔ البیرونی نے اپنی کتاب ماالھند کے آغاز ہی میں ہندو کی نفسیاتی اٹھان اور معاشرتی پہچان کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ تا حال بھی جوں کا توں ہے۔ لکھتے ہیں کہ

> ''ہندو قوم کا ایک وصف یہ ہے کہ یہ بڑی برخود غلط اور مغرور ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کائنات میں فقط انہیں کا وطن پاک ہے اور باقی تمام روئے زمین ناپاک! ان کی زبان میں غیر ملکی اور اجنبی کو ملیکش کہتے ہیں۔ چونکہ بیرونی زمین ناپاک ہے لہٰذا ملیکش کا معنی از خود پلید شخص ہو گیا۔(۱۱)

یہی وہ لفظ ملیکش (ملیچھ) ہے جو ہزار برس کی رفاقت کے باوجود مسلمانوں کے لیے ہندوؤں کے ہاں عام اور روا ہے۔ گویا نسلی برتری سے تفاخر کا سرمایہ، اور جغرافیہ کے تقدس کا اثاثہ فی الواقع سناتن دھرم یا ہندویت کی نفسیاتی ہیئت ترکیبی کے دو بنیادی اجزاء اور آدرش ٹھہرے اور ان احساسات کے حامل افراد کا دوسری قوم یا ملک کے افراد کے لیے ان کے ہاں ناپاک، ملیچھ، پلید بلکہ خبیث کے عقیدے کا اعجاز یہی ہوسکتا تھا، ہے اور رہے گا کہ ہندو قوم کے افراد دنیا پر حکمرانی کے لیے ہی ''پیدا'' کئے گئے ہیں اور جو ان کے تفوق و برتری کو نہ مانے وہ شودر (غلام) سے بھی بدتر بنا کر رکھا جائے گا۔ طے پایا کہ نسلی برتری کے احساس اور جغرافیائی تقدس کی اساس نے اس تحریک کو پروان چڑھایا ہے مگر اصل سوال جوں کا توں ہے کہ یہ ہے کیا؟ ذات نہیں، پیشہ! عقیدت نہیں عقیدہ! وہ بھی فارسی زبان کے ایک مصرع کی مجسم تشریح کہ:

ع ہم چوما دیگرے نیست

یہ کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اور کیسے؟ کے سلسلے میں اس کے مذہبی عمق اور تاریخی افق کے جنگل کی سیر ہو چکی کہ جس میں کوئی بھی راستہ سیدھا نہیں۔ تاریخ کے غار، ہندو کتابوں کے افکار، رابطہ بھی، تعطل

Marfat.com

بھی، مگر یہ سب کچھ، الہام سے نا آشنا، تعقل ہی تعقل ہے۔ مذہب والہام پر گمان غالب ہے۔ مت اور عقل کا غلبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی نسلی برتری کا احساس اور دیگر بنی آدم کی بدنی اور باطنی ناپاکی کا احساس ہی اس کی اساس ہے اور برہمن نعوذ باللہ رب کی اولاد ہیں اس لیے حکمرانی ان کا پیدائشی ورثہ اور حق ہے، اس لیے باقی نوع انسانی ان کی غلام یعنی شودر (Untouchable) ہے۔

ہندویت کو بطور دھرم نہیں، ہندو کی مت سے، غور وفکر اور تحقیق وانکشاف کی چھلنی سے گزارا جائے بلکہ علمی و دیانت کا حق یوں ادا ہوسکتا ہے کہ یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اس کی مطلوبہ چھلنی، اس کے مقدس کتب کے افکار اور اس کی تاریخ کے اپنے ادوارے سے بڑھ کر اور کوئی ممکن ذریعہ ہی نہیں اور یہ حقیقت کے قریب تر بھی ہے لہٰذا حتمی طور پر ہندومت کو نظریاتی، تاریخی اور واقعاتی طور پر جاننے اور پرکھنے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ دراصل ہندویت کا اصلی نام بھی دل کی دنیا نہیں بلکہ کاروبار ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ:

ع انہیں کے دم سے بازارِ عقل روشن ہے

ویدا اور ان کی حیثیت:

تاریخی طور پر چار وید ہیں، جو ہندو قوم کے یہاں الہامی کتب کے طور پر متداول ہیں، یہ رگ وید، یجروید، سام وید اور اتھروید ہیں، جو نظموں (منتروں) کی صورت میں ہیں، یہ شعری منا جاتیں اور دعائیں ہیں یہ سنسکرت زبان میں ہونے کے باعث صدیوں سے برہمنوں کے حافظہ اور زبانی تکرار لفظی تک محدود تھے کہ برطانوی ہند کے زمانے میں مستشرقین میکس مولر نے انگریزی میں ان کے تراجم کر کے عام قاری تک رسائی کو آسان کیا ہے۔ علاوہ ازیں بھاگوت گیتا اور منوسمرتی، دو دیگر کتب اور ہیں، جنہیں ہندو قوم بنیادی طور پر اپنی مذہبی کتب کے طور پر مانتی اور جانتی ہے۔ ہندو قوم کی بدقسمتی کا عالم، یہودی قوم سے مختلف نہیں کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی سیرتوں کو گم کیا اور الہامی کتب کو لے کر بیٹھ گئے، جو ان کے لئے عملاً صدیوں سے لفظوں کا گورکھ دھندہ بن کر رہ گئی ہیں، البتہ تجسیم اور بت پرستی کے پیکر محسوس تک رسائی میں ان کی رہنمائی ہے، کہ عقل وخرد کے زور پر وہ جذبہ واحساس پر طنابیں ڈالتے، ڈالتے صدیاں بیت گئیں مگر حقیقت مطلقہ تک رسائی، ظن وگمان کی گرد راہ ہی نکلی ہے۔ بلاشبہ بھاگوت گیتا ہی نہیں ویدوں تک میں بھگتی اور تصوف کے بیسیوں مسائل کا تذکرہ وتاثر بھی ہے۔ مگر ان کے باوصف ہندو

Marfat.com

قوم تاریخ انسانی میں عقل پرستی اور مطلب پرستی کی معروضی علامت بنی رہی ہے۔ البتہ بھگتی کے بعد شکتی مادی طاقت (Worldly Power) کے حصول کا مدعا اور مقصد تک بھی بنی نوع انسان پر چھانے کے عندیے اور عزائم ہیں جو ہندو بنیاد پرستی کے بدیہی مقاصد ہیں، البتہ ان کے سر، سنگیت سے مدد لیں تو پھر لفظوں کے دلائل سے سر کے رچاؤ کی مہمیز کا تاثر ہے جو دھرپد موسیقی ہے، جو سراسر پیٹ کے دائرہ میں گھومتی ہے اس میں تانیں نہیں ہوتی گمک ہوتی ہے اور یہی مندروں اور بھجن کی موسیقی ہے جس میں ادق سنسکرت کے الفاظ کی تکرار لفظی پائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے جس موسیقی کا منبع اور محور پیٹ ہوگا، وہاں قلب و نظر کا جہاں اور روحانیات کا گذر کیونکر ممکن ہوسکتا ہے۔ یہی سبب ہے مسلمانوں نے اسی برعظیم میں دھر پد گائیکی کے مدمقابل خیال گائیکی شروع کی جو سینے اور روح کی موسیقی ہے اور یہی آج کل مسلمہ مشرقی موسیقی کے مقام پر فائز ہے، جس میں مسلمان آج تک استاد اور ہندو مستقل طور پر شاگرد کی حیثیت پر فائز ہیں۔ باقی رہا مسئلہ دلائل سے قائل ہونے کے بعد تاثر سے گھائل کرنے کا تو دیو مالائی ماحول کے تجزیہ کے بعد اب تاثر کی زبان اس کے سوا اور کچھ بیان نہیں کرسکتی کہ:

چاروں ویدوں کے منتر، بھاگوت گیتا کے اشلوک اور منوسمرتی کے ادھیائے، سبھی میں غلبہ و اقتدار اور ہوس ملک گیری کے عزائم اور عندیے تو ہیں ہی، مگر ان کی ادائیگی اور گائیکی کا سر سنگیت یہاں تک کہ رزمیہ دھن اور بزمیہ بھجن تک کی دھرپد موسیقی، روح کی غذا کم اور عقل وخرد کی مہمیز کا تاثر زیادہ رکھتی ہے۔ برعظیم میں مسلم موسیقی کے تاریخی ورثہ میں خیال گائیکی حضرت امیر خسروؒ اور ان کی روحانیت بلکہ ان کے آلات موسیقی، یہاں تک کہ راگ اور راگنیوں میں الفت وانس کے تاثرات اور توحید کا ترانہ اور اس کی تمام تر بندشیں اہل اللہ اور اہل دل کی ایجاد ہیں جو سراسر قلبی محسوسات ہیں۔ عقل کے مدرکات نہیں، یہ وسعت قلبی اور درد دل کے محرکات ہیں۔ آج معاصر بھارت میں جس قدر موسیقی سکھائی اور پڑھائی جارہی ہے اور جسے کرناٹکی یا شاستر یہ سنگیت کہہ کر اسے ہندوؤں کا کمال کہا جارہا ہے، ان یونیورسٹیوں کے نصاب کے بانی بھات کھنڈے نے یہ سب کچھ مسلمان گائیک گھرانوں سے جمع کیا ہے، مگر حقیقت حال یہ ہے کہ یہ گذشتہ سات سو برس سے آہنگ خسرویؒ کا اثاثہ ہے جو مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا برعظیم میں تمدنی شہکار ہے۔ جب کہ نیم تاریک اور گھٹے گھٹے ماحول کا ہندو طرز تعمیر بھی اس کیفیت کا غماز اور عکاس ہے۔ ظاہر و باطن کے اس تضاد کا نفسانی بلکہ نفسیاتی پہلو خود ایک ہندو کا تجزیہ ہے کہ

Marfat.com

''..... ہندو کی سوچ خود ہی اپنی ذات کے گرد گھومتی ہے ہندو کی دوسرے فرد کے بارے میں کوئی فکر یا چنتا نہیں ہوتی، وہ اپنی ذات کا ہی اسیر اور قیدی ہوتا ہے۔'' (۱۴)

الہامی تاریخ میں نسل بنی آدم میں ہندو مذہب کا ایک تو قدیم ترین ہونے کا دعویٰ بھی ہے دوسرے اپنے نسلی برتری کا فخر ہے۔ تیسرے اپنی دھرتی ماتا یا بھارت ماتا (جغرافیہ کی پوجا کی وجہ سے دھرتی مقدس ہے)، باقی تمام لوگ علاقے اور ملک ان کی نظروں میں ہیچ ہی نہیں ناپاک اور ملیچھ ہیں۔ یہی سبب ہے کہ صدیوں سے ہندو تہذیب میں اصلاحی تحریکیں تک دم توڑ گئیں، اور بے حد عقلی منصوبہ بندی سے جین مت، بدھ مت اور چار واک کے فلسفیانہ افکار ہی نہیں، بدھ مت کا اقتدار تک ہندویت نے ہڑپ کرلیا۔ اردو کے ممتاز شاعر اور نقاد مولانا الطاف حسین حالی ہندو تہذیب کو اس لیے ''اکال الامم'' لکھتے ہیں، کہ یہ وہ قوم ہے جو دوسروں کو کھا جاتی ہے۔ اس کی تائید ہندو فلسفی اور بھارت کے سابق صدر، ڈاکٹر رادھا کرشنن سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''ہندوازم نے ایک ہی برادرانہ معانقہ میں بدھ مت کو ہڑپ کرلیا۔'' (۱۵)

ادیان سابقہ کے رمز شناسوں نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ہندو دھرم دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے۔ بعض تو حضرت آدمؑ سے ہی اسے شروع کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک ہندو حضرت نوحؑ کی قوم ہیں۔ بت پرستی کی تاریخ پر نظر رکھنے والے اسے حضرت ادریسؑ کی قوم بھی قرار دیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ایم۔ این رائے جیسا انقلابی اور اشتراکی بھی انقلاب کی تاریخ میں ہندوازم کے قدیم اور عظیم ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

ایم۔ این رائے لکھتے ہیں کہ:

''دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب انقلابوں کی پیداوار ہیں۔ بدھ دھرم ایک انقلاب تھا، عیسائیت بھی ایک انقلاب تھا، اور یہی حالت اسلام کی تھی، چین کا مذہب بھی جسے بعد میں کنفوشیس کی تعلیمات نے شکست دی، ایک انقلاب تھا، ان تمام مذاہب کا اصل اصول یہ تھا کہ قدیم فطری مذاہب کے پیشہ ور پجاریوں کے خلاف بغاوت کی جائے، ہندو دھرم ایک قدیم اور فطری مذہب تھا۔''(۱۶)

Marfat.com

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے نامور فقیر اور سرائیکی زبان کے منفرد شاعر حضرت خواجہ غلام فریدؒ (کوٹ مٹھن) کا ارشاد بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ

> ''ہندو کا مذہب قدیم اور کنہہ ہے اور ہر مذہب اس کے بعد وجود میں آیا ہے کیونکہ یہ مذہب حضرت آدمؑ کا ہے۔ اس کے بعد جو پیغمبر تشریف لائے، حق سبحانہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے مذہب ہنود کی مخالفت کی اور وہ شریعت نافذ کی جو اُن پر نازل ہوئی۔ (۱۷)

یہی سبب ہے کہ حضرت آدم سے لیکر حضور نبی خاتم ﷺ تک تمام انبیاء نے شرک اور بت پرستی سے بنی نوع انسان کو باز رہنے کی تعلیم دی تمام انبیاء کرام نے اللہ، واحد کی عبادت کا پیغام دیا ہے۔ دنیا میں واحد مشرک قوم صرف ہندو ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل کتاب کی طرح ہندو بھی کتابیں لیکر بیٹھ گئے اور پیغمبروں کی سیرتوں کو گم کر دیا۔ نتیجتاً کتابیں ان کے لیے لفظوں کے گورکھ دھندے بن گئیں ہیں۔ البتہ اوتار و انبیاء (شخصی رہنمائی کا مفصل پیغمبرانہ عقیدہ ہے) جن کے بت بنا کر پوجے جاتے ہیں۔ رام ہوں کہ کرشن، براہما سے ابراہیمؑ ہوں کہ منو سے نوحؑ، اگر تعلیمات ہیں تو لفظوں کا گورکھ دہندہ، اوتار وا انبیاء ہیں تو پوجنے کے لائق ہیں۔ ہدایت کے دو ذرائع، کلام اللہ اور انبیاء علیہم السلام کی شخصیتیں ہیں:

> ''یہودیوں نے اپنے انبیاء کی سیرتوں کو گم کیا اور صرف کتابیں لے کر بیٹھ گئے۔ انجام یہ ہوا کہ کتابیں ان کے لیے لفظی گورکھ دہندوں سے بڑھ کر کچھ نہیں رہیں۔ حتیٰ کہ آخر کار خود انہیں بھی وہ گم کر بیٹھے۔ عیسائیوں نے کتاب کو نظر انداز کر کے نبی کا دامن پکڑا۔ اور اسکی شخصیت کے گرد گھومنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی چیز انہیں نبی اللہ سے ابن اللہ بلکہ عین اللہ بنانے سے باز نہ رکھ سکی۔'' (۱۸)

ہندوؤں کے لیے حادثہ یہ ہے کہ یہودی تو الہام کے حامل تھے مگر ان کی کتب تحریف کی نذر ہوگئیں، ادھر ہندو جس کتاب کو الہامی سمجھے بیٹھے ہیں، یہ ان کے مذہبی مفکرین کے اپدیش اور منتر بلکہ شاعری تھی اگر یہ الہامی بھی تھے تو ان میں بھی تحریف ہوگئی جو سراسر انسانی شاخسانہ ہے اس میں الہام کا

Marfat.com

سارنگ، ڈھنگ کہاں سے میسر آتا، جبکہ ان کے ہاں مذہبی کتب کی تفہیم ہی خدا کی تجسیم اور ذات پات کی تقسیم دے گئی ہے۔ جو وحدت الہ اور وحدت بنی آدم کے الہامی تصور سے کوسوں کیا، عملاً دور ہی دور ہے۔ جبکہ الہامی مذاہب میں خدائے واحد کا تصور، مساوات انسانی، آخرت کی جوابدہی اور پیغمبر کی ذات پر مکمل اور بے محابہ یقین ہر الہامی مذہب کے چار ستون ہیں جن پر الہیات کا سلسلہ قائم دائم ہے۔

یقیناً ہر قوم کی طرف ہادی آئے ہیں، بھارت کا خطہ بھی اس سے محروم نہیں رہ سکتا، اجودھیا اور سرہند، بلکہ کلیر شریف کے جوار میں پیغمبروں کے مقابر کی روحانی نشاندہی، بزرگان دین نے کی ہے، قرآن بھی یہی بتاتا ہے کہ ''لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ'' (ہر قوم کی طرف ہادی آئے ہیں)

شعبہ تاریخ، پنجاب یونیورسٹی کے سابق صدر پروفیسر محمد اسلم مرحوم ''سفرنامے ہند'' میں سرہند کے تذکرے میں لکھتے ہیں ''کہ برعظیم اتنا بڑا ملک تھا، اللہ تعالیٰ نے یقیناً یہاں کو باشندوں کے بے ہدایت نہیں چھوڑا ہوگا۔ مولانا مملوک علی کے فرزند محمد یعقوب نانوتویؒ سے روایت ہے کہ انہیں کلیر شریف (ضلع سہارن پور، یوپی) کی نہر کے پانی میں انوار نبوت نظر آئے تھے۔ انہوں نے یہ انوار دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ نہر کسی نبی کی قبر کے قریب سے گزر کر آتی ہے۔ اجودھیا میں حضرت شیثؑ کی قبر بتائی جاتی ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے تو اجودھیا کو جودی سے تعبیر کیا ہے جہاں حضرت نوحؑ کا سفینہ لنگر انداز ہوا تھا۔ موصوف ہندوؤں کے قانون دان منو کو ''نوحؑ'' مانتے تھے اور مہاتما بدھ کو قرآن میں مذکور ذوالکفل سمجھتے تھے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کا خیال تھا کہ کفل، کپل کی تعریف (عربی) ہے اور مہاتما بدھ، کپل وستو میں پیدا ہوئے تھے۔ ذوالکفل کے معنی ہیں کفل والا، اس لیے یہ لقب مہاتما بدھ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس طرح مولانا مرحوم ''والتین'' کا اطلاق بہار پر کرتے تھے۔ جہاں بدھ مت پروان چڑھا تھا۔''
(۱۹)

بدھ وہار (بدھ معبد) ہی سے بہار صوبہ ہے۔ اسی وہار ہی سے پٹھووار بنا ہے اور یہی علاقے بدھ حکمرانی کے مرکز رہے ہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے تو کپل وستو کو ذوالکفل تک قرار دیا ہے البتہ لفظ ہندو، سندھو سے نکلا ہے، کہ ہندو سے، اس پر علمی شہادت یہی ہے کہ برعظیم پاک و ہند کے ایک ہزار سالہ مسلم دور حکومت میں مقامی غیر مسلم آبادی کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے، اس سے پہلے ہندو کا لفظ مستعمل اور مروج نہ تھا

Marfat.com

عہد حاضر میں اس پر تحقیق کا ماحصل بھی یہی ہے کہ

''ماہرین اورمورخین بتاتے ہیں کہ قدم وید (سناتھن آریہ) دھرم میں اس لفظ (ہندو) کا استعمال نہیں کرتے۔ یہ مسلم دور حکومت کی دین ہے۔ جسے مسلم حکومتوں نے عائلی قوانین کے سلسلے میں غیر مسلم آبادیوں کے لیے استعمال کیا تھا، جس دھرم کو ہندو دھرم کہا جاتا ہے وہ قدیم دھرم ہے اور پیدائشی اعتبار سے انسانوں کو چار اونچی، نیچی ذاتوں میں تقسیم کرتا ہے اور پھر وہ اونچ نیچ پر مبنی ایک سماجی نظام ہے جسے اونچی ذات کے لوگ کنٹرول کرتے ہیں جو انسان اس نظام کے دائرے میں نہیں آتے انہیں نیچ، ملیچھ (ناپاک) آؤٹ کاسٹ وغیرہ کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔'' (۲۰)

سادہ زبان میں بات کریں تو ہندوازم بت پرستی کی تجسیم اور ذات پات کی تقسیم کے معاشرہ اور ماحول کا دوسرا نام ہے۔ گویا

اولاً ہندویت کا داخلی سماج (ظواہر پرستی) یا بت پرستی

ثانیاً ذات، پات کی تقسیم (ورن ووستھا) ہے۔

ان دو بنیادی عقائد نے انہیں، اپنی قوم کی برتر نسل ہونے، اور اپنے وطن کے مقدس ترین ہونے کا ادعا اور تفاخر دیکر، مساوات انسانی اور دیگر بنی آدم سے رواداری اور بھائی چارے سے عملاً دور کر رکھا ہے۔ اس ضمن میں عقل وخرد کی ''وافر مقدار'' سے کام لیکر، مطلب ومنافع اور مفادات کا حصول ہندو ذہنیت کا وصف خاص ہے۔ نرادسی چوہدری جیسے نامور مصنف نے خود ہندو ہونے کے ناطے، ہندو طبیعت کا درون جھانک کر خود بتایا ہے کہ:

''مشرق قریب اور مشرق وسطیٰ کے لوگوں کو جلد احساس ہو گیا تھا کہ اولاد آدم کی وہ جمعیت جو سندھو سے پرے آباد ہے، ایک مسدود ومقفل معاشرہ (Closed Society) ہے۔ وہ جمعیت بڑی منظم بھی تھی، اور خود پرست بھی، جو فرد اس کی نسلوں سے تعلق نہ رکھتا تھا، وہ ان میں

Marfat.com

سے نہ تھا، وہ اپنے طریقہ حیات کو مقدس ترین جانتے تھے اور اپنے آپ کو منتخب سمجھتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ وہ باقی اولاد آدم سے برتر ہیں، ان کے اور ان کی نسل سے تعلق رکھنے والے بیرون ملک اور خود ہندوستان میں بسنے والی اقوام کے مابین وسیع خلیج حائل تھی، جسے پاٹا نہ جا سکتا ہے۔'' (۲۱)

یہی وطنی اور نسلی تفاخر ہے۔ جو ہندو نفسیات کا داخلی بحران اور احساس برتری ہے۔ ہندو عام ہو کہ خاص، کانگرسی ہو کہ اشتراکی، لازماً احساس برتری اور اپنی نسلی برتری اور اپنی دھرتی کی تقدیس بیان کریگا۔ دراصل یہ اس کی جبلت بول رہی ہوگی۔ ایم۔ این رائے جیسا انقلابی اور اشتراکی بھی برعظیم پاک و ہند کی مسلم تاریخ پر جس لب و لہجے میں برسا ہے، وہ عام روایتی ہندو ذہنیت سے کسی طرح کم نہیں، وہ لکھتے ہیں۔

''ایک اتنا بڑا ملک جو اپنی قدیم تہذیب اور لمبی تاریخ پر اس قدر نازاں ہو، وہ کئی مرتبہ مفتوح اور غلام بنے، اور ہر اس لٹیرے کے سامنے سر جھکا دے، جو یہاں قدم رکھنے کی زحمت گوارا کرے، کیا یہ شرم اور ندامت کی بات نہیں کہ ہم ہندوستان کی گذشتہ ایک ہزار سال کی تاریخ کے اس شرمناک پہلو کی کیا تاویل کر سکتے ہیں۔'' (۲۲)

اس ذہنیت اور طبیعت کا یہی اور بدیہی نکتہ نظر ہے، جو ہندو معاشرہ اور معاشرت کی بود و باش سے لیکر سیاست، سماجیات اور کاروبار تک میں اور رویوں میں تنگ نظری اور تعصب کو روا رکھے ہوئے ہے۔ صدیوں سے یہ منجمد معاشرہ ہر دور کی اعلیٰ تعلیم اور عقلی منصوبہ بندی کو بروئے کار لا کر، ہر دور کی رفتار اور وقت کی پکار کا ساتھ دیتا آ رہا ہے، مگر الہیات سے محرومی اور حقوق العباد کو اپنی ذات پر ترجیح بلکہ عقل پر پیغمبرانہ چھاپ کا مغالطہ اور اعتقاد اسے دنیاوی مفادات کے دائرے سے باہر نہیں جانے دیتا۔ حالانکہ وقت نے ثابت کر دکھایا ہے کہ مادہ کچھ نہیں، روح حقیقت ہے بلکہ نظریات تک اس پر فائق نہیں، مگر نظریات کا پیمانہ بھی اگر ذات اور مفاد کے بت کی پوجا یا اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی ہو تو دیگر بنی نوع انسان اسے دوسرے اور دور نظر آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ پھر رویے وہی کچھ ہوں گے جو ہندو

Marfat.com

تہذیب کا دیگر اقوام سے سلوک کا ریکارڈ ہے کیونکہ نظریات بھی تعقلی وجدان تک کا سفر ہے۔ روح ان سب پر غالب ہے، جو دل کا جہان ہے جہاں محبت کا سمندر موجزن ہے، جو انسان کی حقیقی آزادی ہے۔ اقبالؒ نے ٹھیک کہا ہے کہ:

؎ دل کی دنیا میں نہ دیکھا میں نے افرنگی کا راج
دل کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

ہندو اور مسلمان ..... ذہنی اور زمینی فرق۔

اردو کی ممتاز افسانہ نگار، قرۃ العین حیدر برعظیم میں ہندو اور مسلمانوں کا تہذیبی فرق بڑے گہرے مشاہدے کے بعد تحریر کرتی ہیں۔ خصوصاً موجودہ تناظر میں یہ اور بھی نکھرا اور بکھرا ہوا تجزیہ و تحقیق ہے بلکہ بدیہی مشاہدہ بھی ہے لکھتی ہیں کہ:

> ''مسلمان سماجی طور پر پس ماندہ ہے۔ اور مذہب اس کے لیے ایک واضح تصور ہے۔ انتہائی شخصی اور ذاتی..... ہندو کے یہاں مذہب ایک سماجی نظام ہے۔ ہزاروں، لاکھوں دیوتا ہیں، وہ جن کو چاہے مانے جن کو چاہے رد کر دے۔ ایک مخصوص قسم کی تنگ نظری ہے۔ ایک مخصوص قسم کی آزاد خیالی ہے۔ پھر اس کی انٹلیجنشیا (Inteligensia) نے سائنٹیفک ہونا سب سے پہلے سیکھا۔ وہ مذہب کے بارے میں جذباتی نہیں، اس کا ذہن انتہائی ریشہ دوانی اور جوڑ توڑ کا ماہر ہے۔ حساب کتاب، جمع تفریق..... ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں وہ کہیں زیادہ چالاک ہے۔ مسلمان بے چارہ خدا، رسولؐ کا عاشق، ہر بات پر ہجرت پر تیار، ترکی میں کسی کو چھینک آئی، آپ بھاگے جا رہے ہیں۔ افغانستان میں کسی کے پیر میں کانٹا، چبھا، یہ بیکل ہو گئے، ہندی ہو کر بھی ہند کا نہ ہوا۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ یہاں اجمیریؒ پیا ہیں محبوب الٰہیؒ بھی۔ یہاں تاج محل پر بھی بھائی کو بہت ناز ہے کہ ہمارے بادشاہوں نے بنایا تھا۔ مگر

Marfat.com

اس اسلامی بین الاقوامیت کے چکر نے اسے کہیں کا نہ رکھا۔'' (۲۳)

مسلمانوں سے ہندو کی نفرت کی تاریخی وجوہات کیا ہیں؟

ممتاز مستشرق خاتون ڈاکٹر این میری شمل نے اس بات کا کھوج لگایا ہے کہ انگریزوں نے برعظیم پر قبضہ جمانے کے بعد اپنے قائم کردہ دار الحکومت کلکتہ میں جہاں کلکتہ مدرسہ عالیہ اور ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی، وہاں فورٹ ولیم کالج (ستمبر ۱۶۹۶ء) میں سر ولیم جونز (Sir William Jones) جیسے علماء اور ان کے ساتھی مشرقی ادب کے خزانوں میں منہمک ہو گئے۔ انہوں نے فارسی اور سنسکرت کے ادب پارے انگریزی میں منتقل کیے اور یوں اہل مغرب کو مشرق کے عظیم ورثے سے روشناس کروایا۔

''لیکن ہندوؤں کی تاریخ پر جونز کے طرز کار نے مسلمانان ہند کی تاریخ پر دور رس اثرات مرتب کیے۔ اس کام کے مضمرات میں سے ایک تو یہ ہے کہ ہندو تہذیب کے زوال کو مسلمانوں کی فتح سے منسلک کیا جا سکتا ہے اور یوں ہندوستانی تہذیب میں مسلمانوں کے منفی کردار کی غلط فہمی پر مبنی تصور کیلئے راہ ہموار ہوئی۔'' (۲۴)

خلاصہ بحث:

آخر میں خدا کے آخری کلام اور حتمی الہام، قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کی جائے تو ہندومت (Hindu Mentality) بت پرستی کے تاریخی سمبل (Symbol) کے ساتھ انبیاء کرامؑ کے راستے کا پتھر ہے۔ جو حضرت نوحؑ کے مابعد ہی الہامی تحریک اور سامی تاریخ میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ بت پرستی کا یہ مورثی سمبل ہندوستانی ہے کہ یونانی، عربی ہے کہ عجمی، بہر حال ہے تاریخی بلکہ خالص کفر! یقیناً اصل معرکہ حق و باطل! گویا الہامی کردار اور مادی کاروبار کا ازلی مقابلہ! یعنی ظاہری طاقت اور باطنی قوت کا میدان بدر، مادہ پر روح کے غلبے کی ازل سے جاری جنگ! علامہ اقبالؒ کے الفاظ ہیں۔

ع عقل و خرد اور قلب و نظر

کا مقابلہ کفر و اسلام! ہندومت کیا ہے؟ اس کی حقیقی اور معنوی تعریف؟ اس کی ساری تاریخ؟ سادہ زبان اور حقیقت کے ترجمان کی رو سے یہی ہے کہ

Marfat.com

ہندومت، بت پرستی اور مادہ پرستی کے تاریخی سمبل کے ساتھ عقل عیار اور اس کے سوبھیس بنا لینے کی تاریخ اور تحریک کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور یہ حقیقت مطلقہ سے کوسوں دور کا نظام شرک ہے بقول اقبالؒ

؎ صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

صاف کہنا چاہیے کہ ہندومت بلاشبہ عقل کے چراغ کی روشنی میں صدیوں کا سفر ہے جس کا وطیرہ زندگی عقلی اور عملی ہے، حکمت و تدبر سے پرکار ہے یعنی انسانی تاریخ میں اصلی اور نسلی سیاست بلکہ سلسلہ کفر! اور حقیقت بھی یہی ہے کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہوتا جبکہ مذاہب میں عقل، نفس پرستی اور دل، خدا پرستی کے داخلی معرکہ حق و باطل کی دو متحارب قوتیں بتائی گئی ہیں کہ

ع کہاں حضور کی لذت، کہاں حجاب دلیل

(اقبالؒ)

ہندومت اور ہندو ذہنیت پر برعظیم کے صدیوں پرانے معاشرتی تجربے کا یہ حاصل کہ

؎ گنگا گئے تو گنگا رام
جمنا گئے تو جمنا داس

عوامی زبان میں ہندو کی حقیقی پہچان کا حاصل تاریخ نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی دوغلی اور دوہری شخصیت و حیثیت کا اصلی اور نسلی تعارف ہے بلکہ جدید سفارتی زبان میں ڈپلومیسی (Diplomacy) کا حسین و جمیل نام بھی! آنجہانی اندرا گاندھی کا یہ تجزیہ قابل توجہ ہے کیونکہ یہ ان کی فی البدایہ تقریر نہیں، سوچ سمجھ کر لکھی ہوئی تحریر ہے کہ

''ہندو ازم، حقیقتاً کوئی ازم نہیں اس میں کوئی کتاب اور نہ کوئی عقائد ہیں بلکہ وہ (؟) اپنے پیروکاروں کو مکمل آزادی دیتا ہے کہ وہ جس کام میں فائدہ جانیں، کر گزریں! اس کی قدیم و عظیم متصوفانہ روایات (؟) کے باوصف یہ عملی رویہ زیست (Pragmatic Attitude) کا دوسرا نام ہے۔'' (۲۵)

اور یہ ماحصل بھی ہے ہندومت اور اسکی تہذیب و تاریخ کا جو فی الواقعہ فائدہ اور مفاد اور اس کے لیے عقلی اور عملی جتن ہے، لگن ہے اور بس یہی ہندومت ہے! جس کے مقابلے میں مذہب بظاہر یکسر

Marfat.com

لاچار ہے مگر عقل ہے کہ عیار ہے، جو سو بھیس بنالیتی ہے! بالکل جنوبی ایشیا کے علاقائی ماحول میں بھارت سے توازن طاقت (Balance of Power) کے مقابلے میں پاکستان کی طرح مگر پاکستان الحمد اللہ، عقلی منصوبہ بندی، سازشوں اور عیاری و مکاری کو مات دیکر قائم ہوا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ قائم رہے گا۔ وجہ یہ ہے کہ پاکستان بھی عقل کی نہیں عشق کی پیداوار ہے۔ اگر مصور پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کے اس شعر میں بھارت کے لیے مصرع اولی

ع عقل عیار ہے سو بھیس بنالیتی ہے

اور پاکستان کے لیے مصرع ثانی

ع عشق بیچارہ نہ ملا ہے، نہ زاہد، نہ حکیم

اختیار کر کے پرکھا جائے تو یہ تتمہ بھارت کی اس تاریخی ذہنیت کو سمجھنے میں مدد دیگا کیونکہ پاکستان کے قیام کو ناممکن اور پھر پاکستان کے استحکام کو نابود کر کے اور یہاں تک کہ پاکستان کو دولخت کر کے بنگلہ دیش تک بنوایا اور یہی وہ ذہنیت ہے کہ

ع ہندومت کہیں جسے

اور یہی وہ بنیاد ہے کہ جس پر بھارت کی سیاسی حکمت عملی کارفرما ہے جس سے بھارت کے تاریخی مزاج کو نرم سے نرم الفاظ میں جوع الارض کا سامراجی علمبردار جاننا اور ماننا پڑتا ہے، جو تعصب نہیں تاریخ ہے! الزام نہیں، تحقیق ہے! بلکہ پنڈت جواہر لعل نہرو کا اپنا مدعا اس کی تصدیق ہے۔ یہی ہندومت یا ہندو کی مت ہے! لکھتے ہیں کہ

> ''ہندوستان جیسا کہ فطرت نے اس کو بنایا ہے۔ عالمی امور میں ایک ثانوی درجہ کا رول ادا نہیں کر سکتا، وہ یا تو عظیم قوت تسلیم کیا جائے گا، یا پھر کچھ بھی نہ ہوگا۔ کوئی درمیانی چیز میرے لیے جاذبیت نہیں رکھتی۔ اور نہ ہی بیچ کی کسی صورت حال کو ممکن ہی سمجھتا ہوں۔'' (۲۶)

یہ احساس و عزم تو تقسیم ہند سے کہیں پہلے کا ہے، البتہ بھارت کے پہلے مگر تاحین حیات، وزیراعظم کے طور پر وہ کم و بیش سترہ برس وزارت عظمیٰ کے منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ وزارت خارجہ ہی کیا پوری ریاستی طاقت اور مشینری ان کی پشت پر تھی۔ اس پورے عرصے میں وہ اپنی فکر کی معراج اور

Marfat.com

اپنے منصب کی لاج کا سنگم سمیٹے گنگا، جمنا کا گھاٹ بنے رہے، مگر اس احساس وعزم کے لیے انہیں بعض مغربی ممالک کے عالمی اور علاقائی مفادات کی شہ پر

اولاً ایشیائی قیادت کا خیال سوجھا تو انہوں نے دیگر ایشیائی زعماء، ماؤزے تنگ، ہو چی منہ اور احمد سوئیکارنو کے دو بدو اور روبرو برو آنے کے جتن کیے، جب یہ نہ بن پڑا تو

ثانیاً روسی ایماء پر غیر جانبدارانہ تحریک کے سرخیل ہو گئے۔

گویا الہ آباد کے گھاٹ سے بلغراد کے پاٹ تک جواہر لعل نہرو کے قائدانہ عزائم کا تلاطم برپا رہا۔ جبکہ درمیان میں کرنل جمال ناصر کے عرب نیشنلزم کا دریائے نیل اور یوگوسلاویہ کا مارشل ٹیٹو بھی تھا۔ یہی وہ کمائی ہے جس پر آج بھی بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا رفرما ہے اور ان کے قومی مفاد و مصلحت کے تقاضوں کا دار و مدار یہی وطیرہ حیات ہے۔ یعنی

ع روبل کی مار دھاڑ میں ڈالر بھی ہے شریک

یہی ہندویت کی اصل پہچان ہے۔ اسی رویے کا نام ہندویت ہے۔ آؤ گے تو کیا لاؤ گے، جاؤ گے تو کیا دے کر جاؤ گے۔ پس معلوم ہوا کہ ہندویت کوئی مذہب نہیں بلکہ سماج ہے جس میں انفرادی طور پر کوئی شخصیت انسانیت کی خیر خواہی کے لیے سرگرم عمل ہو تو اس کی حادثاتی خوش بختی ہو گی وگرنہ اس میں کسی روحانی نظریہ کے تحت کمزور اور مظلوم کی دستگیری یا دادرسی کا کوئی تصور موجود ہی نہیں بلکہ کامیابی اسے سمجھا جاتا ہے کہ اپنے اپنے دائرہ کار میں مکر وفریب کی بنیاد پر دوسرے کا استحصال کر کے خود کتنا خوشحال ہوا جا سکتا ہے، اس امر کا احساس کیے بغیر کہ اس بے رحمانہ اور وحشیانہ بقالی یا دلالی کے نتیجے میں فریق ثانی بدحال اور کنگال ہو کر زندہ درگور بھی ہو سکتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ فریق ثانی بھی اسی سماج کا ایک فرد ہوتا ہے۔ یہ انفرادی رویہ اجتماعی فسطایت کی شکل اختیار کرتا ہے تو ہمسایہ ممالک کیا اقوام عالم کی رگ جاں میں بھی دشمنی اور دوستی ہر دو متضاد کیفیتوں میں بالترتیب جبر و تشدد اور حرص و آز کے پنجے گاڑ کر لہو کا خراج حاصل کر لیتا ہے۔

تحریک قیام پاکستان اور اس کی داستان ابھی نصف صدی کا قصہ ہے کہ اس معرکے میں گاندھی جی کا استدراج، پنڈت جواہر لعل نہرو کا استدلال اور مولانا ابوالکلام آزاد کا استدراک، عملاً اپنا سا منہ لیے رہ گئے۔ اور پاکستان اللہ کے فضل سے قائم ہو کے رہا۔ گویا عقل پر عشق غالب آ گیا۔ یعنی

Marfat.com

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ

کی عملی تفسیر ہاتھ آ گئی۔ جس ملک کا نظریہ اور بانی، دونوں کو پیش کرنے میں فقیر و دین کے ترجمان حضرت علامہ اقبالؒ پیشوا ہوں، وہاں تعقل کی گمراہی اور عقل کی رسوائی کو مشیت الٰہی کہنا ہی پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ پاکستان کے غنیم اور بھارت کے سابق وزیر تعلیم حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ تک کو بالآخر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ

''پاکستان بن گیا۔ یہی مشیت الٰہی کو منظور تھا۔'' (۲۷)

اور اسے کہتے ہیں۔

ع سامنے تقدیر کے ناکامیٔ تدبیر دیکھ

آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہ بھی فرمان اقبالؒ ہی تو ہے کہ پیکار عقل و دین میں

ع جیتا ہے رومیؒ، ہارا ہے رازیؒ

وجوہات کی تہہ میں جھانکیں تو ماضی قریب تک میں یہ ہندو ذہن اپنی روایتی سوچ کے ساتھ کھل کر سامنے آ گیا تھا بلکہ تاریخ کا سچ ریکارڈ پر ہے کہ ڈاکٹر نذیر احمد جیسے محقق، دانشور، کلام بلھے شاہؒ کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ

''انیسویں صدی میں جوں جوں ہندو اذہان میں اپنی اکثریت کی اہمیت
کا غلط احساس بڑھتا گیا اور وہ یہ سمجھنے لگ بیٹھے کہ ہندوستان میں
برطانوی قیادت کے تو ہم ہی وارث بننے والے ہیں، مسلمانوں کے
بارے میں انکا لہجہ گستاخانہ ہو گیا''۔

۱۔ ہر دیال نے کہا ''مسلمان یا تو ہندو ہو جائیں یا بحیرہ عرب میں اپنا مقام تلاش کریں۔'' (۲۸)

۲۔ بھائی پرمانند نے کہا ''مسلمان ہم سے الگ قوم ہیں، ہم ان کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔'' (۲۹)

مگر حق طاقت ہے، طاقت حق نہیں۔ جب فضل خدا ہوتا ہے تو پھر مادیت کی کثرت و قوت اپنا سامنہ لیے رہ جاتی ہے، بالکل پاکستان کے قیام کی تحریک اور اس کے بھارت سے تعلقات کی تاریخ کی طرح کہ قلت و بے سروسامانی، کثرت و سامان کے ہر دو معرکوں میں یہی بے چارگی ایسی غالب رہی کہ

ع پاکستان کہیں جسے

Marfat.com

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ہندو اکثریت کے جمہوری تماشے میں یہ قلت بلکہ مسلم اقلیت (Minority) سے مسلم قوم وملت (Nation) کا سفر جن راہوں کا امین ہے اس کی رہنمائی میں یقین محکم، عمل پیہم کا زادراہ ہی تو تحریک پاکستان اور قائد اعظمؒ کا فرمان ہے۔ جو جغرافیہ ہی نہیں، نظریہ بھی ہے۔ جسے مصور پاکستان کے الفاظ میں اخوت کی جہانگیری کہتے ہیں اور یہی پاکستان کی عالمی، علاقائی اور بین المملکتی نیز سفارتی تاریخ بھی ہے اور معنوی قوت بھی! وجہ یہ ہے کہ پاکستان کا ظہور فی الحقیقت دین اور دل کی جیت ہے جبکہ اسے ناممکن اور ناکام بنانے کے ہندو ہتھکنڈے، عقل عیار کی ریت بھی ہیں اور روایت بھی اسی کو قرآن مجید نے معرکۂ بدر پر صادر کیا ہے کہ

''اللہ کے حکم سے کم تعداد، اکثریت پر غالب آ جاتی ہے۔'' (القرآن)

تاہم مذہبی اقلیت کا اخلاقی معیار اس کے اپنے ذمہ ضرور ہے۔

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

البتہ ہندو اکثریت اور اقتدار کی پشت میسر آئے تو پھر تاریخ کو مٹانے اور نئی تاریخ پڑھانے کا اہتمام ہندوازم یا ہندتو (Hindtva) ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بابر کے گورنر میر باقی کی ۱۵۲۸ء کی تعمیر کردہ بابری مسجد کو ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء میں گرا کر، ہندوؤں کو رام کے نام پر ووٹ لینا بھی اکثریت کا مذہبی فریضہ قرار پاتا ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ صدیوں پہلے بابر اور اس کے عامل نے مبینہ طور پر رام جنم بھومی کا مندر گرایا تا کہ وہاں جبراً مسجد بنالی جائے، بیسویں صدیں کے اختتام پر سیکولر جمہوریہ بھارت میں ایک عبادت گاہ کو دن دہاڑے، کھلے عام اور علی الاعلان شہید کر کے، بھارتیہ جنتا پارٹی کا اقتدار اور ہندو ذہنیت کا خمار، تاریخ کو بھی مٹانے چل نکلا، حالانکہ حقیقت حال، ماضی کا شفاف چہرہ لیے، مذہبی جنوں کے نام پر اقدار کے پجاریوں کو پکار رہی ہے کہ:۔

معاملہ..... مسجد یا مندر کا نہیں، انسانوں کے اندر کا ہے، کہ مذہب کا پیرو تو بندۂ محبت ہوتا ہے۔ جو عملاً یہ کہتا ہے کہ:۔

ع میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ادھر ماہرین آثار قدیمہ کا نیا انکشاف:

Marfat.com

بھارت کی راجدھانی دہلی کی ایک اہم پریس کانفرنس میں بتایا گیا ہے کہ:۔

''ایک اہم واقع میں سرکردہ مورخین، عرفان حبیب، سورج بھان، سید علی ندیم رضوی اور ماہرین آثار قدیمہ پریہ ورما، کے آرمینن اور پروفیسر پر بھارت پٹانائیک نے ہمیت کے بینر تلے یہاں ایک اخباری کانفرنس میں انکشاف کیا ہے کہ اجودھیا میں اب تک کھودی گئی خندقوں میں مسجد کے فرش کے نیچے کسی ڈھانچہ کے باقیات برآمد نہیں ہوئے ہیں اور بعض خندقوں میں عمارتی ڈھانچہ کے جو باقیات مثلاً اینٹوں کی دیواریں مسجد کا فرش اور گارا چونے کا پلاسٹر وغیرہ ملے ہیں۔ وہ مسجد سے تعلق رکھتے ہیں نہ کہ کسی مندر کے باقیات ہیں۔ مدعی اجودھیا مقدمہ محمد ہاشم انصاری نے بھی کہا کہ محکمہ آثار قدیمہ کی رپورٹ نے تو جوکی رپورٹ کو غلط ثابت کر دیا اور تین ماہ کی کھدائی سے یہ واضح ہوگیا کہ بابری مسجد کے مقام پر رام مندر نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔'' (۳۰)

اور یہی بدیہی فرق بلکہ پہچان ہے۔ مذہب اور پیروان مذہب کی کہ وہ دیگر مذاہب کے انسان کو اپنے جیسا انسان سمجھے، دوسرے کو اپنے سے کمتر سمجھنا، یا انسانی دلوں کو روند کر طاقت اور اقتدار کا (مارچ پاسٹ) کرنا، مذہب کا کمال نہیں، فی نفسہ مذہب کا زوال ہے۔ اور یہی عارضہ ہندوازم کی تاریخ وثقافت اور تہذیبی رویے کا آمال (Conclusion) بھی ہے کہ اکثریت کا استبداد مذہبی اقلیت کے لیے ایک عذاب بن جائے، تو اسے نظر بظاہر سیکولر اور جمہوری روایات کا نام دیکر، امر واقع اور وقت کی رفتار کی راہ میں عقلی تدبر کا دھول دھبہ اور غبار اٹھا دیا جائے کہ اس کے نتیجے میں حکومت کا اقتدار (راج سنگاسن) اور گدی ملے گی، تو وہ تو مل جاتی ہے۔ مسجد ہو کہ مندر، یہ سنگ وخشت کا جہاں ہے۔ مگر انسانی جذبات پامال ہو جائیں اور دل مسلے جائیں تو اس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی۔ پنجاب کے ایک نامور صوفی شاعر کا یہ کہنا درست ہے کہ:۔

؎ مسجد ڈھا دے، مندر ڈھا دے ڈھا دے جو کچھ ڈھندا
اک بندیاں دا دل نہ ڈھاویں رب دلاں وچ رہندا
(میاں محمد بخش")

Marfat.com

یہ دل نہ سیاست کے سینے میں ہے اور نہ ہندوازم کی تاریخ وتہذیب کے دفینے میں میسر آیا ہے۔ تعقلی وجدان کو عرفان (Divine Wisdom) سمجھ لینا اور باور کرانا بھی، عقل کی رہنمائی اور پذیرائی ہے۔ رام، اجودھیا میں پیدا ہوا بھی تھا کہ نہیں؟ یہ بذات خود، ہندو تاریخ اور دیومالائیت (Mythology) کا اساسی سوال ہے، جس پر ابھی تک سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ افسوس کہ تاریخ کو عقیدہ بنانے کے عمل نے ہندو عوام (جنتا) کے ووٹ بٹورنے کے لیے عقیدہ اور عقیدت دونوں کو بابری مسجد کے گنبدوں پر چڑھا کر اور پوری بابری مسجد ڈھا کر نئی دھلی کا اقتدار حاصل کر لیا ہے اور یہی بھارتیہ جنتا پارٹی کی مذہبی سیاست کا شاہکار بھی ہے اور یہی تاریخ کا سچ ہے۔ اجودھیا میں رام مندر کی تعمیر کے موضوع ہی نے بی جے پی کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ وہ بھارت کی مرکزی حکومت (کیندر سرکار) کی قیادت کر چکی ہے اور بابری مسجد کے انہدام میں اس کے نائب وزیراعظم ایل کے ایڈوانی، وزیر تعلیم ڈاکٹر مرلی منوہر جوشی اور وزیر مملکت مس اوما بھارتی تک ماخوذ ہیں۔ اس وقت بھی بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر پر بھارتیہ جنتا پارٹی کا رویہ اور رجحان، ہندوازم کی تاریخ وتہذیب کا آئینہ دار ہے۔

بھارت میں اجودھیا کی سرزمین پر بابری مسجد کی شہادت ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کے سانحے کی سماعت اور اس کی اراضی کے مقدمے کے مراحل یوں تو الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ، رائے بریلی کی ماتحت عدالت اور سپریم کورٹ تک میں زیر سماعت ہیں کہ اس دوران عدالتی حکم پر محکمہ آثار قدیمہ کی کھدائی کی حتمی رپورٹ، لکھنؤ بنچ میں پیش کر دی گئی۔ جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ بابری مسجد کی جگہ کھدائی کے دوران منہدم مندر کے آثار ملے ہیں۔ حالانکہ محکمہ آثار قدیمہ کی پہلی دو عبوری رپورٹوں میں اس کی تردید کی گئی تھی، البتہ اپنی حتمی رپورٹ جو کہ ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے اس رپورٹ میں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ ''کھدائی کے پیچیدہ ہونے کا امکان ہے۔ ظاہر ہے اس پر ہندو مفادات کی داعی وشوا ہندو پریشد خوش ہے جبکہ تمام مسلم تنظیمیں، یہاں تک کہ بابری مسجد کے اراضی کے مقدمے کے مدعی ہاشم انصاری نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ کھدائی کے دوران وہاں موجود تھے، وہاں سے کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ زیر زمین مندر کے باقیات تھے۔ ادھر مسلم پرسنل لا بورڈ کے سیکرٹری عبدالرحیم قریشی نے کہا ہے کہ کھدائی میں ملی قبروں اور انسانی ہڈیوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ان کی کاربن ڈیٹنگ ابھی تک نہیں ہوئی ہے کہ وہ کس دور کی ہیں۔ یہ چیزیں ثابت کرتی ہیں کہ وہاں مسلم آبادی رہتی تھی۔ اس سلسلے میں یہ کہنا

Marfat.com

کافی ہوگا کہ یہ مقدمے کے دو بڑے فریقوں مسلم اور ہندو، فریقوں کا ردعمل ہے۔

''جہاں تک ماہرین آثار قدیمہ کا تعلق ہے انہوں نے بھی رپورٹ کو متضاد، جانبدار اور بے بنیاد بتایا ہے، محکمہ آثار قدیمہ بہار کے سابق ڈائریکٹر سیتا رام رائے، جنہیں الہ آباد ہائی کورٹ نے سورج بھان، ڈی منڈل، سرین رتنا کر جیسے ماہرین کے ساتھ کھدائی کے کام کی نگرانی کے لیے جون میں بلایا تھا، انہوں نے پندرہ دن کھدائی کی جگہ پر گزارے، انہوں نے کہا ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ مندر توڑ کر مسجد بنائی گئی بلکہ مسلم عہد ۱۳ ویں صدی کی ایسی بہت سی اشیاء ملیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں مسلم آبادی تھی۔ رپورٹ جانبدار اور حقیقت سے بہت دور ہے۔ مشہور مورخ عرفان حبیب نے بھی کہا ہے کہ وہاں مندر نہیں تھا۔ اور مندر کے جس ستون کی بات کی جا رہی ہے۔ وہ دراصل بابری مسجد کی تعمیر سے قبل کھڑے تھے۔ جنہیں بھر دیا گیا۔ سورج بھان نے بھی کچھ اس طرح کا خیال ظاہر کیا ہے۔(۳۱)

تاہم اصل بات یہ ہے کہ عدالت کے سامنے کیس مندر یا مسجد کا نہیں ہے۔ بلکہ اراضی کی ملکیت کا ہے۔ جس پر بھارت کی سابقہ حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی نے بظاہر یہ موقف اختیار کر رکھا تھا کہ بابری مسجد کے مسئلہ ملکیت زمین کے صرف دو حل ہیں، ایک تو عدالت کے فیصلے کو قبول کیا جائے دوسرے مسلم اور ہندو، دونوں باہمی رضا مندی سے اس کا کوئی حل نکال لیں، اس ضمن میں کوما کوماٹی کے شنکر اچار یہ کو وزیراعظم واجپائی کی اشیر باد سے متحرک کیا گیا، جس نے مسلم پرسنل لاء بورڈ سے باتیں اور ملاقاتیں کیں، حتمی طور پر اس نے ایک خط لکھ کر اپنا آپ واضح کر دیا کہ مسلمان بابری مسجد کی اراضی کی ملکیت سے ہندوؤں کے حق میں دستبردار ہو جائیں، تو ہندو خیر سگالی کے طور پر متھرا اور بنارس کی دو دیگر مساجد، جن پر ہندو، مندر منہدم کر کے مساجد کی تعمیر کی دہائی دیتے ہیں، ان دو مساجد کو گویا نہیں چھیڑا جائے گا۔ ادھر ہندوتو کی حامی ہندو انتہا پسند تنظیموں نے حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی پر دباؤ بڑھا رکھا تھا کہ وہ بابری مسجد کی زمین مندر کے لیے لینے کی خاطر، قانون سازی کریں، مگر بھارت کے نائب وزیراعظم اور بابری

Marfat.com

مسجد مقدمے میں ماخوذ، مسٹر ایل کے ایڈوانی نے حیدر آباد جاتے ہوئے ایک بیان میں کہا کہ ہم قانون سازی کر کے، اپنی حکومت گنوانا نہیں چاہتے اور اب تیسری اور آخری کوشش کے طور پر محکمہ آثار قدیمہ کے تحت کھدائی میں اپنے موقف اور مقدمے کے حق میں کارفرمائی کوئی حکومتی یا سیاسی دباؤ کی کارروائی رہی؟ اس پر اظہار خیال یقیناً قبل از وقت ہے۔ تاہم ایک بات حتمی ہے کہ ہندو ذہن درپیش معاملات میں سہ رخی (Trinty) کے اصول کو اپناتا ہے حد امکان کی عقلی منصوبہ بندی کا یہی حاصل اور حصول ہے، جو ہندو تہذیب اور تاریخ دونوں کا اساسی اصول ہے، جس پر یہ تہذیب صدیوں سے اپنی تاریخ کی رفتار اور وقت کی پکار کا ساتھ دیتی چلی آتی ہے کہ تدبر تدریج اور پھر تبدیلی!

حوالہ جات

۱۔ سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، ۲۲ر جون ۲۰۰۳ء۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ رینے گینوں (عبدالواحد یحییٰ شاذلیؒ) ''سوانح''، لاہور، دار التذکیر، ۲۰۰۲ء، صفحات ۸۔۸۵۔

4. Nirad. C. Chaudhari, *The Continent of Circe*, London, Chat Windus, 1965, p. 35.

۵۔ پروفیسر محمد منور مرزا۔ ''دیوار برہمن''، ۱۹۹۲ء، ص ۱۸۔

6. S.V.Keller, *Eassy on Hindusim*, P. 135.

7. *Ibid.*

۸۔ پروفیسر محمد منور مرزا، ایضاً۔

9. Walsh, W. H. Heagul, *Philosophy of History*, New York, Haper Row, 1951, p. 168.

10. Cyril, Modak, *India's Destiny*, Allahabad, Kitab Mahal, 1949, p. 143.

۱۱۔ ابوریحان البیرونی، ''مااللہند''، (اردو ترجمہ سید اصغر علی) دہلی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۱ء، صفحہ ۱۶۔

12. Nirad. C. Chaudhri, T*he Continent of Circe*, op. cit., p. 97.

۱۳۔ عبدالکریم عابد، ''سفر آدھی صدی کا (آپ بیتی جگ بیتی)''، کراچی، جسارت نیوز اینڈ میڈیا،

Marfat.com

۱۹۹۶ء، صفحہ ۳۔

۱۴۔ گوربھجن سنگھ، ''ماہنامہ چڑھدی کلا'' (گورمکھی) کینیڈا، جولائی ۱۹۹۸ء۔

15. Dr. Radha Krishnan, *The Vadanta*. London, George's Union, 1928, p. 36.

۱۶۔ ایم۔این رائے، ''انقلاب کی تاریخ''، لاہور، مکتبہ وسن ندارد، صفحہ ۱۵۔

۱۷۔ خواجہ غلام فریدؒ، ''مقابیس المجالس''، لاہور، الفیصل پبلیشرز، سن ندارد، صفحات ۲۶۳۔۲۶۳۔

۱۸۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ''دیباچہ محسن انسانیتؐ''، مولف نعیم صدیقی، لاہور الفیصل، ۱۹۹۲ء۔ صفحہ ۲۵۔

۱۹۔ پروفیسر محمد اسلم، ''سفرنامہ ہند''، لاہور، ریاض برادرز، ۱۹۹۵ء۔ صفحہ ۳۳۱۔

۲۰۔ خبر و نظر، سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، ۲۵ مارچ ۲۰۰۲ء۔

21. Nirad, C. Chaudhri, *The Continent of Circe*, op. cit., p. 35.

۲۲۔ ایم۔این رائے، ''انقلاب کی تاریخ''، حوالہ مذکورہ، صفحہ ۱۹۔

۲۳۔ قرۃ العین حیدر، ''آگ کا دریا''، لاہور، مکتبہ اردو ادب، سن ندارد، صفحہ ۴۴۲۔۴۴۳

۲۴۔ ڈاکٹر این میری شمل، ''برصغیر میں اسلام''، لاہور، پرنٹ لائن پبلی کشنز، ۲۰۰۰ء، صفحہ ۱۹۸۔۱۹۹

25. Indira Gandhi, *Internal India*, Bombay, B. I. Publications, 1978, p. 9.

26. Jawaharial Nehru, *The Discovery of India*, Calcutta, The Singnet press, 1946, p. 50.

۲۷۔ عبداللہ شملوی، روزنامہ ''نوائے وقت''، لاہور، ۳۰ نومبر ۱۹۷۶ء، صفحہ ۶۔

۲۸۔ ڈاکٹر نذیر احمد، ''تعارف، کلام بلھے شاہؒ''، لاہور پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۷۶ء۔

۲۹۔ سہ روزہ ''دعوت''، نئی دہلی، ۲۲ جون ۲۰۰۳ء، صفحہ ۳۔

۳۰۔ ایضاً، یکم ستمبر ۲۰۰۳ء، صفحہ ۳۔

(اورینٹل کالج میگزین، کلیہ شرقیہ، جامعہ پنجاب، لاہور، جلد ۷۹ عدد ۳۔۴، ۲۰۰۴ء)

Marfat.com

ہندویت۔ایک تحقیقی مطالعہ

ماحصل (Abstract)

ہندویت (Hinduism) کا تاریخی ارتقاء ویدوں کے عہد (Vedic Period) سے شروع ہوتا ہے، جو ۱۵۹۹ قبل مسیح کے لگ بھگ بیان کیا جاتا ہے۔تقریباً یہ وہی دور ہے جب آریا قوم، وسط ایشیاء سے نکل کر ہندوستان میں وارد ہوئی تھی۔ یہ وید تعداد میں چار ہیں اور ان میں آریاؤں کے مذہبی عقائد و نظریات کو مدون کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کا ابتدائی فکر و فلسفہ ویدوں کے انہیں اساطیری (Mythical) ادب کا مرہون منت ہے۔ جبکہ ہندویت کا رزمیہ عہد (Epic-Period) ۲۰۰ قبل مسیح کے دورانیہ کا عہد بتایا جاتا ہے۔اس دور کے ہندوستان کو عظیم رزمیہ نظموں (مہا بھارت) اور ''رامائن'' کی وجہ سے تاریخ میں منفرد مقام حاصل ہے۔جس کا حاصل کتاب ''بھاگوت گیتا'' ہے۔اس کے علاوہ ''منوسمرتی'' ہے جسے ہندوؤں میں مذہبی تقدیس کا درجہ حاصل ہے۔ان کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کریں، تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ چاروں ویدوں کے منتر، بھاگوت گیتا کے اشلوک اور منوسمرتی کے ادھیائے میں روحانیت کم اور مادیت کا غلبہ فراواں ہے۔ یہاں تک کہ اس کی دیو مالائیت اور ضمیات (Mythology) کے مجہول عقائد اور اس میں بھی تنوع، پھر مادہ اور روح نیز مکتی (نجات) کی تثلیث سے جو رویہ اور مقصد حیات ابھر کر سامنے آتا ہے وہ بھی مادہ پرستانہ نقطہ نظر کا حامل ہے۔اس لیے مادی اغراض و مقاصد کی خاطر مادی (پتھر کے) بت خواہشات زندگی کے لیے (دولت کی دیوی سے کالی دیوی تک) زندگی کی مادی تعبیر اور اس کے چہرے پر تلک یا قشقہ، زیادہ سے زیادہ رنگوں کی خود ساختہ اور وضعی علامات کا روپ یا بہروپ ہے جبکہ مذاہب کی دنیا میں دل کی تبدیلی اور اس کا روحانی انقلاب ہے جسے اسلام تصدیق قلب بتاتا ہے۔ یہ دل کی بیماری نہیں، دل کی بیداری ہے۔عصر حاضر کے مفکر اقبال بتاتے ہیں کہ:

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

مذاہب عالم میں ایک حقیقت بالکل واضح ہے کہ مذہب، پیغمبر کے وجود اور شہود دونوں کا جامع

Marfat.com

اور منبع ہے۔ گویا مذہب الہام و پیغام خداوندی کا ظہور ہے جو پیغمبر کا مشاہدہ اور وحی ہے۔ یہی پیغام اور شریعت پیغمبر کی پیروامت (Followers) کا لائحہ زیست ہوتا ہے۔اس لیے جہاں پیغمبر کی ذات اور خدا کا پیغام نہیں، وہ الہام نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ مذہب کی تعریف اور دائرے میں نہیں آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عقل کے مدرکات اور خواہش نفس کے محرکات، مذہب نہیں بلکہ تہذیب نفس ہی مقصد حیات اور پیغمبر کی ذات اور اس کا پیغام ہے۔ ہندویت (Hinduism) اصل میں ہندومت ہے یا زیادہ سے زیادہ ہندو کی مت (Mentelity) ہے۔اور یہی ہندو کتب کے اخذ و مطالعہ کا حاصل بھی ہے۔ ہندویت عقل وخرد کی منصوبہ بندی سے صدیوں کا سفر ہے جو تعقلی وجدان تک کے دائرے کے گرد، طواف جاں ہے۔ یہاں مادی غلبہ ہے جو حالت سکر ہے نہ کہ مادیت پر غلبہ ہے جو حالت شکر ہے۔ اور یہی ازل سے عقل وخرد اور قلب ونظر کا معرکۂ کفر و اسلام ہے جسے اقبالؒ نے بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے کہ:

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

ہندویت (Hinduism) برعظیم جنوبی ایشیاء کی قدیم تہذیب ہی نہیں بلکہ عالمی تاریخ میں بھی اسے قدیم ترین تہذیب ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس کی روایات کا ارتقاء اور اس کی پیروی کی تاریخ زمانہ ماقبل از تاریخ تک پھیلی ہوئی ہے۔ تاہم غور طلب امر یہ بھی ہے کہ ہندو تہذیب کی اٹھان اور اس کے پروان چڑھنے میں ایک ہی خطہ برعظیم پاک و ہند ہی محدود و مسدود بلکہ منسلک نظر آتا ہے۔ جہاں پر نسل در نسل اس تہذیب سے وابستگی کے آثار اور پیوستگی کے ظواہر بھی ایک منفرد تاریخ بلکہ تحریک ہیں جو برسوں کا نہیں، صدیوں کا سفر ہے۔ اس کی تہہ میں کیا راز ہے جو زمانہ ماقبل تاریخ سے تاحال زمانہ کی رفتار کا ساتھ دیتی چلی آرہی ہے اور وہ بھی بڑے مؤثر انداز میں، یہی اس مطالعہ و تحقیق ہی سے واضح ہوگا۔

ہندویت کیا ہے؟ اس کی تہذیبی تاریخ کیا ہے؟ اور اس تہذیب کے احوال و افکار کیا ہیں؟ جو اسے دیگر تہذیبوں سے ممیز کرتے ہیں؟ یہ وہ امور ہیں جنہیں جانے بغیر، ہندویت (Hinduism) پر کام یا کلام یقیناً ادھورا رہے گا۔ لیکن ہندویت کے تہذیبی اثرات کے علاوہ تاریخی اعتبار سے جو مشکل ہمیشہ سے علمی دنیا کا معمہ بنی رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس خطے میں دیگر مذاہب اور تہذیبوں، خاص طور پر

Marfat.com

دین اسلام اور بدھ دھرم بلکہ مسیحی مذہب کی طرح، ہندویت میں ایک پیام بر، ایک کتاب یا ایک ہی شخصیت کی مستند اور مسلمہ رہنمائی کی مرکزیت یکسر ہے ہی نہیں، اس لیے کس چیز کو ہندویت قرار دیا جائے؟ اسی وجہ سے اس کی پڑتال یقیناً صبر آزما مراحل تحقیق ثابت ہوئے ہیں۔ جبکہ اسے مذاہب عالم اور تقابل ادیان تک میں ایک مذہب شمار کر کے زیر بحث لایا جاتا ہے جس کی وجہ علمی ہی نہیں، معروضی بھی ہے کہ اکیسویں صدی میں بھارت کے دارالحکومت دہلی کے ایک موقر اخبار کی خبر و نظر ہے:

''ہندو دھرم کی کوئی طے شدہ تعریف یا تشریح نہیں ہے نہ کوئی ایک کتاب ہے نہ کوئی ایک معبود ہے، اس لیے جو جس طرح چاہتا ہے عمل کرتا ہے جو چاہتا ہے رویہ اختیار کرتا ہے۔'' (۱)

ہندویت قدیم تو ہے ہی، مگر بہ اعتبار پیروی عظیم بھی ہے کہ تعطل کے طویل وقفوں کے باوجود اس کا تاریخی تسلسل برقرار رہا اور اس قدر مؤثر و متحرک کہ جین مت کے قابل قدر افکار اور بدھ مت کے مضبوط یا مستحکم اقتدار کو بھی اپنے عقائد کے تنوع اور ان کی تعبیراتی وسعت کی دانشمندانہ حکمت عملی کے باعث اپنے سماجی ڈھانچے میں ضم کر چکی ہے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ یہ سامی مذاہب کی طرح قدیم ہونے کے ساتھ ساتھ جدید بھی ہے جسے نظر بہ ظاہر جاندار بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی تاریخ یہی ہے کہ یہ اپنے روایتی تشخص پر سمجھوتہ کیے بغیر صدیوں پر محیط معاشرتی مصائب اور سیاسی اکھاڑ پچھاڑ میں سے اپنا راستہ نکالتے ہوئے آج بھی کروڑوں انسانوں کی تہذیبی اور مذہبی پہچان ہے جس پر وہ شرمسار نہیں ہیں بلکہ فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہیں۔

ہندویت ایک مذہب

یہی وجہ ہے کہ علم اور قلم کی دنیا میں ہندویت کو بطور مذہب (دھرم) بھی زیر بحث لایا گیا ہے مگر ہندویت کے محققین (کیا قدیم اور کیا جدید) اسے بطور ہندو مذہب زیر بحث لا کر مشکلات کا شکار نظر آتے ہیں جس کی واحد وجہ یہ ہے کہ تحقیق کی دنیا میں ابلاغ ادیان اور تقابل ادیان کا موضوع ویسے ہی نزاکت اور حساسیت سے مملو ہوتا ہے اور ہندویت تو اپنی سطحی چکناہٹ اور صناعیاتی لچک کے باعث تحقیق کار کے فہم و بیان کی صلاحیتوں کی گرفت سے پھسل پھسل جاتی ہے۔ نتیجتاً بہت کم لوگ ایسے ہیں جو ہندویت کو بطور مذہب زیر بحث لا کر اس کی کوئی حتمی تعریف پیش کر پائے ہیں۔ حالانکہ ہندویت پر تحقیق

Marfat.com

کے سلسلے میں خود ہندو مفکرین کے علاوہ مستشرقین اور مسلمان علماء کے نام گنوائے جا سکتے ہیں لیکن اس طرہ پر پیچ وخم کے پیچ ہیں کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ نتیجتاً بذات خود یہ امر آج تک تشنہ تحقیق ہے کہ ہندویت فی الواقعہ کوئی مذہب بھی ہے کہ نہیں؟ ایک وجہ تو فطری ہے، ممتاز مذہبی متکلم مولانا سید ابوا الاعلیٰ مودودی نے سچ لکھا کہ:

> ''انسان جس مذہب پر ایمان رکھتا ہو اس کے علاوہ دیگر مذاہب کے ساتھ بہت کم انصاف کر سکتا ہے۔ یہ ایک کمزوری ہے جو انسائی طبائع میں عام ہے۔'' (۲)

ادھر مذہبی محققین اور مذہبی گروہوں میں تعصب اور تنگ نظری کی بدترین روش، خود تاریخ مذہب (History of Religions) کا ہمیشہ سے تکلیف دہ باب رہا ہے، مگر یہ تو تقابل ادیان کے مباحث کی مشکلات ٹھہریں۔ رہا ابلاغ ادیان کا معاملہ (خواہ یہ کوئی سادین دھرم ہو) تو حقیقت یہ ہے کہ مذاہب سراسر عقیدہ وعقیدت کی دنیا ہے جو زیر بحث لائے جانے کے لیے صرف بے تعصبی اور حسن نیت کی متقاضی ہوتی ہے۔ اس کے لیے حق وصداقت کی تلاش کا سچا جذبہ اور مطالعہ وتحقیق کے لمحات میں ادب واحترام کے احساسات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس طرح حسن نیت کی برکت سے قلب ونظر کو اتنی وسعت عطا ہو جاتی ہے کہ وہ حق جہاں، جتنا اور جیسا ہو، اسے پا سکے اور اس کی قدر کر سکے کیونکہ مولانا مودودیؒ ہی کے بقول ''عالمی مذاہب کی دنیا میں واقعہ یہ ہے کہ حق وصداقت کی روشنی کم وبیش سب جگہ موجود ہے''۔ (۳)

مگر ہندویت (Hinduism) کی اصل مشکل یہ ہے کہ اس کے اساسی مآخذ سنسکرت زبان میں ہیں اور اس کی تاریخ کے ادوار (Periods) بھی صدیوں پر محیط ہیں جبکہ اس کی پیروقوم کے خود اپنے ہاں مختلف مکاتب فکر (Schools of thoughts) کی بھی کوئی کمی نہیں جو اپنے عقائد ونظریات اور رسوم ورواج کے تضاد کی بنا پر اپنے اپنے جزیروں میں محصور ہیں اور بدقسمتی یہ کہ یہ جزیرے ہمیشہ ایک دوسرے سے دور دور رہے ہیں۔ معاشرتی روابط کے اس کے انقطاع سے کوئی اور فرق پڑے یا نہ پڑے فرقے تو بڑھے ہی ہیں۔ لیکن ہندویت کو زیر بحث لاتے ہوئے اصل سوال یہ ہے کہ اس مقصد کے لیے مذہب ہی کیوں؟ وجہ معروضی ہی نہیں واقعاتی بھی ہے کہ کسی ایسی قوم اور اس کے تہذیبی ارتقاء میں اس

Marfat.com

کے عقائد ونظریات اور عملی روش کا تجزیہ کیا جانا چاہیے جو بیک وقت قدیم بھی ہے اور جدید بھی! جب کہ امر واقعہ بھی یہی ہے کہ حیات وکائنات اور اس کے ادراک وایقان کے لیے انسانی طرز عمل کے خدوخال واضح کرنے میں فی نفسہ مذہب (خواہ یہ کوئی سا مذہب ہو) کے قلم در قلم یا سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوئے عقائد وروایات اور رسوم کا تسلسل ہی تو ہے جو ایک نشان راہ اور مینارۂ نور کی حیثیت سے محقق اور مورخ کو منزل پر پہنچنے کے لیے واضح سمت دان کر دیتا ہے۔

ہندویت (Hinduism) کیا ہے؟

ہندویت کی تہذیبی تاریخ کیا ہے؟ اس کا فکری عمق کیا ہے؟ نیز اس کے عقائد ونظریات کا اصلی اور نسلی پس منظر کیا ہے؟ ان امور پر اظہار خیال میں غیر ہندو ہی کیا خود ہندو محققین کو حد درجہ مشکلات کا سامنا ہے۔ جس کی حتمی وجہ یہ ہے کہ ہندویت ان معنوں میں کوئی مذہب ثابت نہیں ہو پایا جن معنوں میں عام طور پر یہ لفظ بولا یا لکھا جاتا ہے لیکن چونکہ دیگر مذاہب کے برعکس ہندویت میں ایک مرکزی عقیدہ ایک مرکزی شخصیت یا ایک ہی مقدس کتاب یا کسی بھی قسم کی مرکزیت پر اجماع یا اجتماع نہیں ہے، اس لیے ہندویت ایک دھرم (مذہب) کا سوال ہنوز تشنہ تحقیق ہے، یہاں تک کہ اس کی جامع تعریف کرنا یا لکھنا ہندویت کے ددوانوں (محققین) کیا جدید اور کیا قدیم دونوں کے لیے حل طلب مسئلہ بنا رہا اور بنا ہوا ہے۔ اس ضمن میں متقدمین اور متاخرین ہر دور کے محققین کی آراء کا جائزہ لیا جائے تو یہ امر بخوبی واضح ہو سکے گا کہ معاملہ کس قدر پیچیدہ بلکہ ژولیدہ ہے۔

ہندویت کی تعریف:

محققین کو ہندویت کی جامع تعریف پیش کرنے میں خود ہندویت کی طرح متنوع تعریفیں سوجھی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ:

''ہندو مذہب وہی ہے جو ایک ہندو کرتا ہے۔'' (۴)

کسی کا کہنا ہے کہ

''وہ ان رسوم و عبادات، عقائد ، روایات اور صنمیات (Mythology) کا مجموعہ ہے۔ جن کو براہمنوں کی تعلیمات نے

Marfat.com

پھیلایا ہے۔'' (۵)

ہندویت کی جامع تعریف کی یہی مشکل ہے جس پر ایک مستشرق سکالر کا یہ قول صادق آتا ہے جس نے لکھا ہے کہ:

''آپ یہ سمجھ لیں کہ ہندویت کا بانی ایک بہت بڑا گروہ ہے جس کی شخصیات تاریکی میں چھپی ہوئی ہیں۔'' (۶)

یہی وجہ ہے کہ ہندویت کے مطالعہ میں سب سے پہلے جو مشکل پیش آتی ہے وہ ہے ہی یہی کہ

''وہ کس چیز کو ہندویت قرار دیں کیونکہ ہندویت ان معنوں میں کوئی مذہب ہی نہیں کہ جن میں عموماً یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔'' (۷)

اس میں مختلف گروہ، عقائد، طریقے اور یہاں تک کہ کتب بھی مختلف ہیں مگر اس کے باوجود تمام گروہ کہلاتے ہندو ہیں۔ یہ امر عملی زندگی اور مخلوط معاشرے میں کس قدر دشواری کا سبب بنتا ہے، اس کی ایک جھلک ذیل کی تعریف سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ جس میں مردم شماری کے ایک موقع پر ہندو کی یہ تعریف کرنا پڑی کہ:

''وہ تمام باشندگان ہند، جو اسلام، جین مت، بدھ مت، مسیحیت، پارسی مذہب، یہودی مذہب یا دنیا کے کسی دوسرے مذہب سے تعلق نہیں رکھتے اور جن کا طریق عبادات وحدانیت سے لے کر بت پرستی تک محیط ہو، اور جن کے دینیات مکمل طور پر سنسکرت میں لکھے ہوں، ہندو ہیں۔'' (۸)

ایسی صورت حال میں، ہندویت میں کسی وحدت اور مرکزیت کی تلاش یقیناً سعی لا حاصل ہے۔ معاملہ عقائد و عبادات کا ہو کہ سماجی رسوم و رواج کا، کسی پہلو سے بھی ہندوؤں کے مابین کامل اتفاق، یک رنگی اور اتحاد نہیں پایا جاتا۔ خود ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے فلسفی اور محقق کو ہندویت پر اپنی تفصیلی بحث سمیٹتے ہوئے یہ کہنا پڑا۔

''اسے زندگی گزارنے کا طریقہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا، اس کے مقابلے میں کہ آپ اسے کسی خاص عقیدہ و خیال کا حامل سمجھیں۔ اگر خیالات کی

Marfat.com

دنیا میں یہ لوگوں کو پوری آزادی دیتا ہے تو دوسری طرف لوگوں کو ملک کے باضابطہ رسوم و رواج کو پورا کرنے پر بھی مجبور کرتا ہے۔ خدا کو مانتے ہوں یا نہ، سب اپنے آپ کو ہندو کہہ سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ وہ ہندوؤں کی تہذیب اور اطوار زندگی پر عمل پیرا ہوں۔'' (۹)

جن لوگوں نے ڈاکٹر رادھا کرشنن کا مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ہندویت کی تاریخ، فلسفہ، عبادات، رسوم و رواج پر ان کا تحقیقی نکتہ نظر مجملاً اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے کہ:

''ہندویت کسی خاص مضبوط اور مستحکم عقیدے کا مذہب نہیں بلکہ وسیع اور پیچیدہ ہے۔ البتہ روحانی تجربات اور خیالات کا ایک عظیم مجموعہ ضرور ہے اور زمانہ قدیم سے انسانوں کی خدا تک رسائی کی کوششوں کی روایات کا تواتر ہے۔ اور اس میں اضافہ ہوتا رہا ہے کہ جس کے نتیجے میں ہندو مذہب بہت سے مسائل اور تقریباً بے انتہا گونا گوں رنگوں کا منقش پردہ بن گیا ہے۔'' (۱۰)

اس لیے اگر ہندویت کے محققین سے اس کی جامع تعریف اور توصیف کا مطالعہ کریں یا اس سلسلے میں ان کی محققانہ روش کا ملخص دریافت کریں تو حتمی جواب اس سے زیادہ مختلف نہیں کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ جس بات کو ہندو دھرم سے موسوم کیا گیا اس کا تعلق دھرم سے نہیں بلکہ ایک تاریخی سفر سے ہے جس کی بہت سی کڑیاں گم ہیں۔ اور بہت سے حقائق تاریخ کے پردے میں پوشیدہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ تاریخی روایات کا جو سلسلہ ویدوں کے زمانے سے کچھ رسم و رواج کو ساتھ لے کر شروع ہوا تھا اس میں بہت کچھ حک و اضافہ ہوتا رہا ہے۔ اس کے رسم و رواج کو اور خیالات و تصورات کو اپنے اندر ضم کرتا چلا گیا۔ اور زمانہ حال تک یہی اس کا مزاج ہے۔'' (۱۱)

گویا ہندویت، ایک دھرم سے زیادہ ایک تہذیب یا اس کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ سے ہندویت کیا اور ہندو کون؟ کا سوال پوچھا جائے تو تین بنیادی توضیحات زیر بحث آ کر رہیں گی۔

Marfat.com

طریقۂ تحقیق

۱۔ اولاً: یہ کہ تاریخ میں ہندویت کی عملی صورت کیا تھی۔

۲۔ ثانیاً: یہ کہ اس کے عقائد کی روشنی میں اعمال یعنی پوجا پاٹ کی موروثی، مورت کیا تھی..... اور.....

۳۔ ثالثاً: کہ اس کی پیری اور تسلسل کے وہ کون سے عوامل ہیں جو اسے زمانہ حال تک بدستور لیے چلے آ رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہندویت ایک دھرم یا تہذیب کا سوال گھوم پھر کر تاریخ ہی کے غار میں جا پڑتا ہے اور یہی اس کی پہچان بلکہ جان ٹھہری ہے۔ اس امر کی تائید ایک ہندو فلسفی نے بصراحت خود کی ہے کہ

''ہندویت کی بنیاد کسی شخص (خاص) پر نہیں رکھی گئی بلکہ وہ موروثی خیالات اور احساسات جو آباء و اجداد سے منتقل ہوتے ہوتے موجودہ نسل تک پہنچے ہیں وہ سب ہندو وجود کا جزو ہیں۔ اس طرح ہر قوم اور نسل کا مشترک طور پر اس میں حصہ ہے۔'' (۱۲)

چنانچہ طے پایا کہ ہندویت (Hinduism) کو دھرم کے طور پر تاریخی تسلسل اور وراثتی پیروی کے اعتبار سے ہی زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ اس میں نظریات و عقائد، فلسفہ و عبادات اور افکار و اطوار تو آگے چل کر زیر بحث آئیں گے مگر اس بات کا حل کہ ہندویت ہے کیا؟ صرف یہ ہے کہ اسے مذہب کی دنیا اور ان کے تقابلی مطالعہ و تجزیہ کے روایتی ہتھیار اور تحقیقی معیار سے دیکھنے اور پرکھنے کی بجائے، ہندو کیا ہے؟ کے رخ پر صدا دی جائے تو یہ مشکل آسان بھی ہو جاتی ہے اور حقیقت کے قریب تر بھی! وجوہ اس کی یہ ہیں کہ مذاہب کی دنیا میں ہمیشہ عقیدہ و عقیدت کے ساتھ ساتھ مقصد حیات و کائنات کے بارے میں عقائد و نظریات نیز انسانی زندگی کے عملی رویے پر ان کی گہری چھاپ کا جائزہ و تجزیہ ہی مطالعہ مذہب کہلائے گا جبکہ مطالعہ مذہب اور تقابل ادیان کا روایتی انداز تحقیق اوامر و نواہی کے منطقی رخ کو نظر انداز کر کے محض معروضی سرگذشت کو زیر بحث نہیں لاتا۔ اس لیے ہندویت کو مذاہب کے پیمانے پر لا کر پرکھنے کی بجائے اس کی اپنی تاریخ کے تسلسل بشمول تعطل وقتی کی روشنی میں کوئی خاص انداز تحقیق اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ کہ یہ قدیم بھی ہے اور جدید بھی! جس کی تاریخ میں بہت سی کڑیاں گم ہیں اور اس کی پیروی

Marfat.com

اور ترویج میں نفر سے مفر کا ٹھپہ بھی لگا ہوا ہے۔ متنوع عقائد ونظریات اور مختلف مطالب مذہب کتب کے ذخیرہ اور معنوی بے ربطی کی تمام تر شہادتوں کے باوصف، مذاہب عالم اور ان کے تقابلی مطالعہ کے لیے متداولہ تحقیقی انداز، یہاں کام دیتا نظر نہیں آتا اور امر واقعہ بھی یہی ہے کہ اس موضوع کو اس کے خصوصی تقاضوں کے عین مطابق، بیان کردہ خصوصی انداز تحقیق کے مطابق زیر بحث لایا جائے کہ جو اس کے حسب سابق ہی نہیں، حسب حال بھی ہو کیونکہ روایتی انداز تحقیق کا یہی درد مشترک ہے جو ہندویت پر کام کرنے والے تمام علمائے قدیم و جدید (دونوں) کے ہاں پایا جاتا ہے۔

بھارت کے نامور رہنما پنڈت جواہر لعل نہرو کا یہ اظہار و احساس بھی اسی مشکل کا آئینہ دار ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ

> ''ہندو دھرم بہت سے اختلافات کا حامل ہے۔ متضاد قسم کے تصورات اور روایات اس میں شامل و داخل ہیں۔ اکثر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندو دھرم کے لیے حقیقی معنوں میں دھرم کا لقب درست نہیں۔'' (۱۳)

ہندویت اگر مذہبی مباحث میں رنگینی اور تاریخ کی کڑیاں گم ہونے کی سنگینی کے علی الرغم عقائد میں مرکزیت یا پیروی کے اعتبار سے متضاد رویوں کی حامل نہ ہوتی تو اسے ایک دھرم (مذہب) کے طور پر زیر بحث لانے میں کوئی سا امر مانع نہ تھا مگر یہ واقعاتی مشکل ایسی ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو، ہندویت کی نسلی روایات کو محل نظر قرار دیتے ہیں تو ان کے نقطہ نظر کی تائید ہندویت کے دوسرے بلند مرتبت مذہبی شارحین کے ہاں سے بھی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن لکھتے ہیں۔

> ''ہندو مذہب میں ہر قسم کے مذہبی احساسات و جذبات اور رسم و رواج کا ایک مرکب سا بن گیا ہے۔ خدا کے بارے میں کسی بھی قسم کا اعتقاد جو کبھی انسان قائم کر چکا ہو یا جس کا اسے کبھی احساس ہوا ہو، اس نے بغیر جھجک کے فوراً اسے قبول کر لیا۔'' (۱۴)

حد تو یہ ہے کہ سوامی ودیکا نند جیسے متبحر ہندو عالم کا کہنا بھی یہی ہے کہ:

> ''ہر قسم کے لوگ مثلاً بت پرست، کئی دیوتاؤں اور دیویوں پر ایمان رکھنے والے، بدھ مت کے پیرو، جو خدا کی ہستی کا نہ اقرار کرتے ہیں نہ انکار، ہندو دھرم میں

Marfat.com

ایک درجہ رکھتے ہیں۔'' (۱۵)

اس تناظر میں یہ امر واقعہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پنڈت جواہر لعل نہرو کا احساس مبنی برحقیقت ہے کہ:

''ہندویت، دھرم کی تعریف میں نہیں آتی۔'' (۱۶)

مگر جو مشکل ہندویت کی تعریف میں لاحق ہے وہی اس کی تاریخ میں بھی درپیش ہے۔ اس کا ایک حل ممتاز ہندو مصنف مسٹر نرادی چودھری نے یہ تجویز کیا ہے کہ:

''ان مشکلات سے بچنے کے لیے مبتدی کو یہ باور کرنا چاہیے کہ وہ پیشگی
اس بات پر ذہنی طور پر تیار ہو جائے کہ وہ ایک ایسے مذہب (ہندو دھرم)
کے بارے میں جاننے چلا ہے جو منفرد نوعیت اور مختلف حیثیت کا حامل
ہے۔ اسے جاننے کے لیے خاص طرز کا مطالعاتی رویہ ہی اسے حقیقت
سے قریب تر کر سکے گا۔'' (۱۷)

مسٹر نرادی چودھری کے اس تحقیقی حل کو اصول بنا کر محقق ہندویت کا مطالعہ و تحقیق کرے اور مطالعہ مذاہب کا معروف ذہنی رویہ ترک کر کے خصوصی انداز سے ہندویت کے افکار اور اس کے تاریخی کردار پر غور کرے تو اس کے بعد بھی گنگا جمنا کے سنگم پر کھڑا ہو کر پنڈت نہرو کی زبان میں یہی کہہ اٹھے گا کہ:

''ہندوازم ایک عقیدہ و نظریہ کی حیثیت سے بالکل غیر واضح، غیر متعین
اور بہت سی علتوں والا واقع ہوا ہے جس میں ہر شخص کو اپنی خواہش کے
مطابق چیز مل جاتی ہے۔ اس کی تعریف کرنا ممکن ہی نہیں، حتیٰ کہ حتمی طور
پر یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ آیا یہ کوئی دھرم بھی ہے یا نہیں۔'' (۱۸)

پنڈت جواہر لعل نہرو جدید بھارت کے سیاسی نیتا (لیڈر) ہی نہیں، ایک موروثی ہندو اور خاص کر خاندانی براہمن بلکہ ہندو تہذیب کی جدید پہچان کے علاوہ قلم و علم کی دنیا میں ایک مقام رکھتے ہیں اس لیے ہندویت کے بارے میں ان کا حتمی نتیجہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ:

''یہ اپنی موجودہ شکل میں اور ماضی کے لحاظ سے بھی بہت عقائد، رسوم و

Marfat.com

روایات کا مجموعہ ہے، جو بلند سے بلند تر ہیں اور بے وقعت بھی! اس کا لازمی عنصر غالباً رواداری (؟) ہے۔ مہاتما گاندھی نے کوشش کی ہے کہ وہ اس کی تعریف پیش کرسکیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اگر مجھے کہا جائے کہ ہندویت کی تعریف کریں، تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ اہنسا (عدم تشدد) کے ذریعے سچائی کی تلاش کا نام ہے۔ ہندوازم سچائی کا دھرم ہے۔ سچائی ہی ایشور ہے۔ ایشور کے انکار سے ہم واقف ہیں لیکن سچائی کے انکار سے نہیں، گویا مہاتما گاندھی جی کے الفاظ میں اہنسا (عدم تشدد) سچائی ہے اور یہ ہے ہندو دھرم! لیکن بہت سے سچے ہندو یہ کہتے ہیں کہ اہنسا دھرم کا نام نہیں، اس لیے باقی صرف سچائی رہ گئی جسے ہندو دھرم کہہ سکتے ہیں لیکن یہ کوئی تعریف نہیں۔'' (۱۹)

ہندویت اور اس کی تعریف وتوصیف کی یہی تشریحات ہیں، جن پر غیر ہندو محققین کو سنسکرت زبان اور ہندویت کے مآخذ تک براہ راست رسائی اور ہندو افکار اور اس کے تاریخی ادوار کی مضبوط گیرائی کے باوصف اعتماد نہیں آیا اور وہ مذہبی تعصب کے بغیر یہ تحقیقی رائے قائم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ:

''عقائد کی گوناگونی، طریق عبادت میں اختلاف اور معبودوں کی کثرت کے باعث یہ مذہب (؟) ایک گنجان جنگل کی طرح معلوم ہوتا ہے جس میں بہت سے راستے نکلتے ہیں لیکن کوئی راستہ صاف اور سیدھا نہ ہو۔'' (۲۰)

تو یہ نتیجہ تحقیق، حقیقت کے اتنا ہی قریب ہے جتنا خود ہندو محققین کے خود اپنے ہاں کا تاثر جو پہلے زیر بحث آچکا ہے۔ لہٰذا اس کا اصل اور تحقیقی حل کیا ہے؟

اس مشکل کا مطلوبہ مؤثر اور حتمی تحقیقی حل یہ ہے کہ ہندویت کے افکار اور اس کے تاریخی ادوار سے رجوع کیا جائے جن سے حقیقت عیاں ہو کر رہے گی۔ ہم تو بس اتنا جان سکے ہیں کہ ہندو، تاریخ کے قیاس، عقائد کی اردواس اور پوجا کے احساس ہی کا دوسرا نام ہے۔ المختصر ہندویت کی مقدس کتاب کے افکار اور اس کے تاریخی ادوران ہی دو قطعی اور مستند ذرائع تحقیق جو اس کی شناخت کراتے ہیں۔

Marfat.com

ہندویت کی مقدس کتب:

ہندویت کے افکار کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو لگ بھگ (۱۲) کتب ایسی ہیں جن کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے اور جن کی پیروی کے افعال اور تقدس کے احوال، مذہبیت کے طور پر تسلیم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ کتب درج ذیل ہیں۔

۱۔	چاروید	۲۔	آرنیک	۳۔	اپنشد
۴۔	وایدا نگ ادب	۵۔	شاستر	۶۔	پران
۷۔	سمرتی	۸۔	رامائن	۹۔	مہابھارت
۱۰۔	بھاگوت گیتا	۱۱۔	شتار کر گیتا	۱۲۔	پرمبھ سوتر یا ویدانت سوتر

ان جملہ کتب اور ان کی مشتملات پر غور کرنے سے پہلے اس تاریخی تحقیقی ویدانت سوتر شہادت کو سامنے لانا ہوگا کہ ان کتب میں پیروی کے تسلسل اور عقیدت کے تعمل میں زیادہ اہم اور قبولیت عامہ کے اعتبار سے قابل توجہ اور مؤثر طور پر متداول و مستعمل کون کون سی ہیں؟ شکر کی جا ہے کہ یہ مشکل جدید ہندو محققین نے کسی حد تک خود آسان کر دی ہے اور غالب اکثریت کا اجماع اس امر پر ہے کہ ان کے دھرم یا مت کی اساس و بنیاد تین کتب پر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ

مکاتب فکر (Schools of Thought) کا اختلاف بھی ہے۔ یہ کتب ہیں۔

۱۔ چاروید ۲۔ بھاگوت گیتا ۳۔ منوسمرتی

ظاہر ہے کہ جب ہندو اکثریت کا مذہبی رجحان ان تین کتب کی عقیدت پر مرکوز ہے تو ان ہی تینوں کے افکار کا جائزہ و مطالعہ ہی انسب رہے گا......

ان کتب کا بالا ستیعاب مطالعہ کیا جائے تو افکار کے علاوہ ہندویت کے تاریخی ادوار کا مطلوبہ اور معنوی مسئلہ بھی خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تینوں کتب اپنی تاریخی حیثیت سے تین مختلف ادوار سے تعلق رکھتی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ برعظیم میں ہندویت کے ارتقا، فروغ اور پھر غلبہ کے تینوں ادوار اور مراحل کی تاریخی اور واقعاتی شہادت بھی فراہم کرتی ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے، ہندویت تاریخ کی رفتار اور وقت کی پکار کا جس طرح ساتھ دیتی ہے وہ ان کتب کے افکار ہی سے آشکار ہے۔ بلکہ بقول اقبالؒ

؎ عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

Marfat.com

حقیقتاً یہ کہنا چاہیے کہ ہندو کتب کے افکار اور ان کے تاریخی ادوار، یہ ریت و روایت کی ایک ایسی دو دھاری تلوار ہے جس کی کاٹ نے اس قدیم ترین تہذیب کو موجودہ دور تک زندہ رکھا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی زد میں آ کر جین مت کی اقدار، بدھ مت کا اقتدار اور چار واک کے فلسفیانہ افکار منہدم ہو گئے۔ بلکہ ہندومت نے انہیں مکمل طور پر اپنے اندر ضم کر لیا ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشن کے بقول ''ہندومت نے ایک ہی معانقہ میں بدھ مت کو ہڑپ کر لیا۔ (ویدانت)

وید کیا ہیں:

لفظ 'وید' سنسکرت کے لفظ ''وِدْ'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں، جاننا یا گیان حاصل کرنا۔ یہ اصل میں چار ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان کتب نے خود کو وید کے نام سے موسوم نہیں کیا۔ (۱۲) یہ نظموں (منتروں) کی صورت میں ہیں۔ ان میں (۱) رِگ وید (تحمید کا منتر) (۲) یجروید (پوجا کے بارے میں ہے) (۳) سام وید (سکون و شانتی) اور پھر (۴) اتھر وید (خوشحالی اور فلاح) کی قدیم ترین ترتیب زمانی پائی جاتی ہے۔ باوجود یہ کہ ان ویدوں کے مستند اور غیر مستند ہونے کے بھی مختلف فیہ مباحث ہیں جو ہندو لٹریچر میں بکثرت موجود ہیں۔ یہاں تک کہ موخر الذکر اتھر وید کے نسخوں کے بارے میں شکوک کی بحث بھی ہے۔ البتہ حتمی رائے، آریہ سماج کے بانی ..... سوامی دیانند سرسوتی کی صائب قرار دی جا سکتی ہے۔ کہ اصل میں ''وید تو چار ہیں جبکہ ان کی شرحیں ۱۱۲۷ ہیں جو ساکھشاؤں کے نام سے ریکارڈ ہیں۔ (۲۲)

ویدوں کی حیثیت:

ویدوں کا تعلق اس دور سے ہے جب آریہ قوم، وسط ایشیاء سے نکل کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئی تھی۔ یہ ۱۵۰۰ قبل مسیح کا زمانہ بتایا جاتا ہے۔ (۲۳) یعنی الہامی تاریخ میں توریت (حضرت موسیٰ) کے زمانہ کے لگ بھگ (۲۴) یہ وید حملہ آور آریہ قوم، کے جنگی جذبوں، دشمن کے ساتھ برتاؤ اور دشمنی کے الاؤ کا پورا تاثر بلکہ اعمال نامہ کہہ لیں تو زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ جنگ کے مقاصد کیا تھے! دشمن سے سلوک کا عندیہ کیا تھا؟ ویدوں کی نظموں (منتروں) میں ان امور پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ (۲۵)

گویا برعظیم جنوبی ایشیاء میں آریہ قوم کے قدوم میمنت لزوم جس انداز میں وارد ہوئے اس کی

Marfat.com

تاریخی چھاپ بلکہ گھن گرج اس کے منتروں کے الفاظ ومعنی ہی نہیں بلکہ اس کی رزمیہ موسیقی کا بھی واضح تاثر رکھتے ہیں۔

ویدِ، سنسکرت زبان میں ہونے کے باعث جدید ہندوؤں کے لیے تقریباً متروک ہو چکے تھے۔البتہ برطانوی ہند کے دور میں مستشرقین نے ان کے جو انگریزی زبان میں تراجم کیے، ان کی وجہ سے عام ہندو کی ان ویدوں تک رسائی اور شناسائی پیدا ہوئی اور نتیجہ کے طور پر ان ویدوں کو آج جو قبولیت عامہ اور ہندوؤں میں مانتا (عقیدت) کا مقام حاصل ہے وہ سراسر مستشرقین کی حرکت اور برکت کا مرہون منت ہے۔نرادی چوہدری اس امر کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ویدوں کا نام اور احترام تھا، مگر ویدوں کی تعلیم کیا تھی؟ اس سے باوثوق کوئی آگاہ نہ تھا۔اس لیے کہ ویدوں کی (زبان) کسی کے بس کی نہ تھی۔ اور تو اور! ملک کے بعض حصوں میں تو لوگوں نے ویدوں کا نام تک نہیں سن رکھا تھا بلکہ آج بھی یورپ کے مستشرقین نے ویدوں کے جو جو تراجم پیش کیے ہیں فقط انہیں تک رسائی ہے۔'' (۲۶)

جملہ معترضہ کے طور پر اگر یہ کہا جائے کہ جو سنسکرت، ہندو ودوانوں کے بس میں نہ تھی، ویدوں کی اس زبان تک مسٹر گرفتھ اور مسٹر میکس مولر کی باہمت اور محققانہ شناسائی کے باعث آج جدید ہندو قوم اور ان کے احیائی دانشوروں کو تراجم کی اہمیت کے اعتراف کے ساتھ ویدوں کے دونوں مترجمین گرفتھ اور میکس مولر کو بھی اپنی قوم کی جدید فکری اٹھان اور پہچان کے معمار قرار دے دینے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ویسے بھی عقیدہ کے اعتبار سے ویدوں کا کلام جاننے کافی نفسِ مقام ہی فقط معنوی اور موروثی برہمن کے ذہن اور زبان سمجھے جاتے ہیں۔اس لیے ہندو قوم کو ہر دو مترجمین کو اپنے براہمن طبقے میں شامل و داخل سمجھنا چاہیے کہ جنہوں نے نہ صرف ویدوں تک ہندوؤں کی رسائی کو عام کیا بلکہ اتنے مقدس کام کو چھوا اور اس کا ترجمہ کر ڈالا۔ وہ کلام کہ جس اشلوک کی با آواز بلند ادائیگی پاس سے گزرتے ہوئے کسی شودر کے کان میں پڑ جائے تو اس کی سزا اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالنا تجویز کی گئی ہے۔(۲۷) وجہ تاریخی اور معروضی بھی ہے کہ شودر بہر حال اور بہر طور پر مستقل غلام ہے اور صدیوں کا پلید جبکہ مسلمان سیاسی زوال کے بعد ملیچھ (ناپاک) ہے اور ظاہر ہے انگریزی بہادر کا راج ہندو قوم کے قومی

Marfat.com

احیاء کا باعث بنا وہ ہندو کا حلیف اور حکمران! یہی گویا ہندو قوم کے مذہبی اور سیاسی احیاء کا بنیادی نکتہ ہے جس پر معاصر بھارت اور اس کے سیاسی رہنما (نیتا) آج بھی گامزن نظر آتے ہیں۔

ویدوں کے افکار:

چاروں ویدوں کا بالا ستیعاب مطالعہ کریں تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ان تعلیمات میں بنی آدم کی تکریم تو کجا تقسیم کا بندوبست دوامی ہے۔ جو داخلی ہندو نظام میں برہمن، ویش، کھتری اور شودر تو ہے ہی دیگر بنی نوع انسان کو جس طرح دشمن اور دوسرا جانا اور مانا جاتا ہے اس کی فکر اور اساس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''ان ویدوں کی تعلیمات میں دیگر قوموں کو مغلوب کرنے، ہمعصروں میں شجاعت و بہادری کی شہرت حاصل کرنے اور دیگر ممالک پر دبدبہ و شوکت کے ساتھ حکمرانی کرنے کی زبردستی خواہش پائی جاتی ہے۔''(۲۸)

''ویدوں کی اصلیت کا سراغ نہیں ملتا۔ غالباً ۱۰۰ اور ۱۲۰۰ قبل مسیح میں ان کو جمع کیا گیا اور یہی وہ مجموعہ ہے جسے لاکھوں ہندو اب بھی احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سنسکرت جس میں یہ منا جاتیں اور حمدیہ نظمیں لکھی گئی ہیں ایک سادہ، سہل منقبط، منظم اور بہت ہی کثیر اللغات زبان ہے۔''(۲۹)

بھاگوت گیتا:

بھاگوت گیتا مہابھارت کا حاصل کتاب ہے۔ گیتا، گیت (گانا) کے معنوں میں مستعمل ہے۔ لغوی اور معنوی ہر دو اعتبار سے بھاگوت گیتا کا مطلب ہے۔ ''خدا کا گانا'' تاریخی اعتبار سے یہ اس دور کی کتاب ہے۔

''جب شمالی ہند پر آریوں کا مکمل تسلط وغلبہ قائم ہو چکا تھا۔ تفوق و برتری کے لیے آریوں کے دو خاندانوں (کوروؤں اور پانڈووں) میں باہمی کشمکش اور حصول اقتدار کے لیے جنگ ہو رہی تھی۔''(۳۰)

Marfat.com

بھاگوت گیتا اصل میں کیا ہے؟ میدان جنگ میں دو بدو فوجوں کی کیفیت کے درمیان کرشن جی مہاراج کا رزمیہ خطاب (اپدیش) ہے۔ جس کے مخاطب ان کے چیلے (مرید) ارجن ہیں۔ یوں تو اس کتاب میں ہندو فلسفہ اور تصوف کے بھی بیسیوں مسائل زیر بحث آئے ہیں۔ لیکن اس کا مرکزی نقطہ جنگ، آمادگی پیکار اور جنگی جنون پیدا کرنا ہے جس میں

> ''ایک پست ہمت، سپاہی کو جنگ پر ابھارنے اور اس کے خون ریزی سے بیزار دل میں رزم کا شوق پیدا کرنے کی کوشش کا شاہکار ہے۔''(۳۱)

بھاگوت گیتا میں دشمن سے سلوک اور سلطنت دینے کے عندیے اپنے عروج پر ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہندوؤں میں عقیدہ اور عقیدت کے اعتبار سے اس کتاب کو جو درجہ اور قبولیت حاصل ہے اس کی بنا پر جوع الارض (توسیع پسندانہ عزائم) کے لیے ان کے اپنے نام پر اور کام کی وجہ سے یہ بھاگوت گیتا گویا خدائی کلامی اور الہامی گیت کے درجے پر ہندوؤں کو جو مذہبی مہمیز لگاتی ہے وہ دوسری قوموں اور انسانوں کے بارے میں ان کے تاریخی پس منظر کے موروثی ورثہ کا ایک مبسوط سرچشمہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے بھی ہندویت (Hinduism) ایک دھرم کا حتمی جواب ملتا ہے۔

بھاگوت گیتا کے افکار:

بھاگوت گیتا میں ارجن کے رحمدلانہ جذبات (مذہب) پر کرشن جی مہاراج، جس طرح کا جوشیلا درس (اپدیش) ارشاد فرماتے ہیں وہ بھاگوت گیتا کے ابتدائیہ اور اس کے اصلی متن سے واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ تصوف کے رسیا نجانے کیوں اس حصے سے اکثر صرف نظر کر جاتے ہیں۔

منوسمرتی:

> منو، کوشل خاندان کا بادشاہ تھا جس نے ہندو قوم کے لیے ۸۸۰ قبل مسیح میں قانون کا ایک مجموعہ مدون کیا جسے منو، شاستر (منظم و مربوط قوانین کا فلسفہ) بھی کہتے ہیں۔(۳۲)

منوسمرتی اصل میں ہندوؤں کے اجتماعی قوانین کا ایک مدون مجموعہ ہے۔ اس کا تعلق اس

Marfat.com

تاریخی دور کی مکمل تصویر پیش کرتا ہے جب ہندوستان پوری طرح آریہ ورت بن چکا تھا۔ یعنی غیر آریہ اقوام (شودر، گونڈ اور بھیل) کالے رنگ کے مقامی باشندوں کی طاقت اور مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔ اس ملک پر آریہ تہذیب اپنے جوبن بلکہ پورے عروج پر تھی۔ بہر حال یہ امر زیادہ توجہ طلب ہے کہ

''منوشاتر یا منوسمرتی کے احکامات وقوانین ہندو قوم اور سلطنتوں میں چودہ سو سال سے معمول بہ ہیں۔'' (۳۳)

جبکہ یہ حقیقت اپنی جگہ واضح ہے کہ یہ قوانین ہندو معاشرہ اور سلطنت کے استحکام کے لیے تاریخی تسلسل اور روبہ عمل ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی تقدیس کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں درج قوانین اور اصول ویدوں کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں اور

''ویدوں کی تعلیمات اور ان کے مابین وہی رشتہ ہے جو جسم انسانی اور روح انسانی کے مابین پایا جاتا ہے۔'' (۳۴)

گویا ویدوں کی تعلیمات اگر نظریات وافکار ہیں تو ان کی عملی صورت اور تجربہ کے لحاظ سے منو سمرتی اس کا لائحہ عمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ہندومت کا دستور حیات بھی ہے اور دستور العمل بھی! اس نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے تو ویدک عہد سے قانونی عہد تک کی ہندو تاریخ اور اس کے تہذیبی ارتقاء کا حاصل بلاشبہ منوسمرتی تو قرار دیا جا سکتا ہے۔

منوسمرتی کے افکار:

منوسمرتی کے ادھیائے (رہنما اصول اور عملی طریقے) کا تحقیقی مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ منوسمرتی بھی ہندو راشٹر (سلطنت) کے لیے توسیع پسندانہ عزائم اور بالادستی کے اقدامات کا فکری اثاثہ اور عملی چارٹر ہے جس میں دیگر بنی آدم اور ممالک کے تسخیر اور ان پر غلبہ اور تسلط گویا ایک مذہبی فریضہ اور بقائے قوم اور ہندو سلطنت کے استحکام کی ایک طے شدہ حکمت اور منشور ہے۔ جس کے دھیمے انداز میں مربوط، مسلسل اور منظم طریقے سے منصۂ شہود پر روبہ عمل لایا جاتا ہے۔ جو مذہب کا رویہ نہیں عقل کی منصوبہ بندی ہے۔ بقول اقبالؒ

؎ عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

Marfat.com

حاصل کلام:

فی الجملہ یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ ہندومت، مذہب نہیں ذہنیت ہے جو دل و نگاہ کا مذہب نہیں عقل کا بازار ہے۔ ہندویت (Hinduism) کے تاریخی ادوار اور اس کی مقدس کتب کے افکار بھی اسی عقلی تعبیر اور اس کا تغیر ہے اور ان میں ویدک عہد کے چاروں وید اور تاریخی عہد کی منوسمرتی، ہندویت کا تہذیبی ورثہ اور قومی تشخص کی اساس و بنیاد ہیں جس میں مادی منفعت اور سماجی تمکنت کے ادعا کو عقل و خرد کی تدبیر اور تدبر سے دیگر بنی آدم پر نسلی اور وطنی برتری حاصل ہے اور اس نسلی تفاخر سے انہیں دوسروں پر حکمرانی کا پیدائشی حق بھی حاصل ہے۔ یہی خوئے سلطانی ہندومت کی تہذیبی میراث ہے جبکہ ہندومت (Hindu Mentality) ہے نہ کہ مذہب (Religion) ایک ممتاز مستشرق کی تحقیق بھی اس امر کی تائید و تصدیق کرتی ہے ان کے اپنے الفاظ ہیں:

"In truth, it may well be concluded that Hinduism is simply not a "Religion" in our sense of word." (۳۵)

جس کا مقصد و مطلب عقل کی امامت و رہنمائی کا مادی نظریہ حیات ہے۔ اس میں کوئی سا اعلیٰ و ارفع انسانی نصب العین میسر آئے تو کیونکر؟ کہ عقل بہر حال وہم و اوہام کی دیومالائیت اور نتیجتاً صنمیات (Mythology) کا نگار خانہ اور بت خانہ بنا کے رہتی ہے جبکہ مذہب و دین وحی و الہام کا فیضان اور نتیجتاً کیفیت عشق ہے جو مادی طرز فکر اور طرز عمل کی ضد ہے۔ جس کا مقصد مادیت سے فرار نہیں بلکہ اس کی تسخیر ہے۔ یعنی بے وقعت! ان معنوں میں کہ مادیت ترجیح کی بجائے ثانویت اختیار کر جائے۔ بدیں کیف و احساس کہ مادیت حقیقت نہیں بلکہ فنا اور آخر فنا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ:

"الدنیا خلقت و خلقتم الآخر." (؟)

نہ تو زمین کے لیے نہ آسمان کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

(اقبالؒ)

تہذیب نفس ہی مقصد مذہب ہے جو نفس امارہ کو حیوانی اور مادی لذات کی سطح سے اٹھا کر نفس

Marfat.com

لوامہ کے مقام تک لاتا ہے جہاں مادیت کی تسخیر کا رویہ اور عمل وقوع پذیر ہوتا ہے جبکہ مادیت پرستی کا نفس امارہ نفسانی خواہشوں اور نفسیاتی الجھنوں میں ''تمام عمر خواہشات کی کثرت میں مبتلا رہتا ہے تا آنکہ موت آلیتی ہے۔'' (القرآن/سورۃ التکاثر)

یہ خارج سے لذتوں کا ماحصل ہے کہ وقت نزع اور دم واپسیں آدمی زبان حال سے گویا یہ کہہ رہا ہو کہ:

؎ عمر مصروف! کوئی لمحہ فرصت ہو عطا
میں تو خود کو بھی میسر نہیں ہونے پایا

مادیت کا تابع اور مادیت کا فاتح، ہی وہ اصلی اور حقیقی فرق ہے جو مذہب اور لامذہب کی فطری تقسیم ہے۔ باوجود یہ کہ ہندومت کی مقدس کتب میں خدا، مادہ، روح اور تصوف کے بیسیوں مسائل اور طریق کا تذکرہ وتبصرہ بھی ہے مگر ان سب کا حاصل کوئی اعلیٰ وارفع نصب العین کیوں نہیں؟ اور تو اور بنی نوع انسان کے لیے راحت ورحمت بننے کی بجائے مادی افکار اور عقل کے ہتھیار سے دوسروں کو کھا جانے اور ان پر چھا جانے کے عزائم اور عندیے ہی ہندومت کی پہچان کیوں؟ انہیں روحانی بصیرت (Divine Wisdom) کے دلکش نام سے پیش کرنا بھی ایک حکمت عملی (Practical Wisdom) ہے۔ ظاہر ہے کہ الفاظ کا رچاؤ، دل کا لبھاؤ بنانا مقصود ہے کہ دوسروں کی مت اسی سے ماری جاسکتی ہے۔ ورنہ حقیقتاً یہ تو تدبیر کا گھاؤ ہے۔

وحی والہام سے محرومی اور..... عقل، نسل اور شکل کی قیادت پر..... پیغمبر جیسا اعتقاد واعتماد بہر حال مذاہب کا جہاں نہیں! ہندومت کا ہندوستان ضرور ہے۔ ایک معروف محقق اسی مرحلہ پر وضاحت کے لہجے میں حقیقت کے قریب تر جا کر بول اٹھا کہ

Hinduism---is not a religion all in the usual sense of a faith having a prescribed dogma and scripture." (36)

پیغمبر اور کتاب کی رہنمائی اور دل کی صفائی ہی روح مذہب ہے کہ جس سے دوسری مخلوقات کی تکریم اور خیر خواہی کی تعلیم مقصد حیات قرار پاتا ہے۔ نہ کہ توسیع پسندانہ عزائم اور دوسروں پر بالا دستی کے اقدامات کی ترغیب وتحریص بلکہ جارحیت کی تلقین! بندۂ مذہب تو سراپا محبت ہوتا ہے، جس کا عمل یہ بتاتا

Marfat.com

ہے کہ:

؎ میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

وجہ؟ عقلی ہے نہ مادی بلکہ قلبی اور روحانی ہے۔ جبکہ ملکوں کو فوج کشی سے مغلوب و مفتوح بنانا ہندومت ہے! مذہب کا ایک ہی اصول، تسلسل اور تعمل کا حامل ہے کہ: ع محبت فاتح عالم (اقبالؒ) یہ مذہب کا کیف بلکہ کیفیت ہے۔ مادہ اور مادیت نہیں کہ نسلی فخر و مباہات اور سماجی تفاخر کی ''عظمتیں'' لاحق ہوں۔ یہ تو عجز و بیکسی بلکہ بیچارگی کا عالم ہے جو مادی اور افرادی طور پر کم تر قلیل ہو کر بھی کثرت پر غالب آجاتا ہے۔ الہام و مذہب کا یہ ارشاد کہ:

(کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن الله) (القرآن)

''عددی اقلیت اللہ کے حکم سے مادی اکثریت پر فتح حاصل کر لیتی ہے۔ غلبہ پا لیتی ہے۔''

اور نتیجتاً مادیت کی کثرت اپنا منہ دیکھتی رہ جاتی ہے۔ تاریخ اور تلمیح دونوں اس کی تصدیق اور تائید کرتی ہیں۔ مولانا ظفر علی خان کا خوبصورت شعر ہے فرمایا:

؎ فضائے بدر، پیدا کر، فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں، گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

حوالہ جات

۱۔ فکر و نظر، سہ روزہ دعوت، نئی دہلی ۱۳/ اگست ۲۰۰۲ء

۲۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، لاہور ادارہ ترجمان القرآن، ۱۸۸۱، ص ۳۲۷۔

۳۔ ایضاً، ص ۳۲۹۔

۴۔ ایضاً، ص ۳۳۰۔

۵۔ ایضاً، ص ۳۳۱۔

6. John Clork Archer. *The Great Reilgions of Modern World.* (N.D) p-24

۷۔ الجہاد فی الاسلام، ص ۳۳۰۔

۸۔ حوالہ بالا

Marfat.com

9. Dr. Radha Krishnan, *The Hidu View of Life*, London, Unwin Paperbacks, 1980, p.2
10. Ibid, *Indian Philosophy*, Vol. I, P -453.
11. Jawaherlal Nehru. *An Autobiography*, London, John Lane the bodely Head, 1936
12. Dr. Radha Krishanan. *Indian Philosophy*, op, cit, p.453
13. *Jewaherlal Nehru*, op, cit, p.202
14. Dr. Radha Krishanan, *Eastern Religions Western Thought*, bid, P.10.

۱۵۔ سوامی ودیکا نند، ہندو دھرم ایک عالمی لیکچر (شکاگو) امریکہ، ۱۸۹۳، ص ۱۰۔

16. Jawaharlal Nehru. *The discovery of India*. the signet Press 1946. Colcatta, p.530.
17. Nirad, C. Chaudhari, *Hinduism*, New York, Oxfrd University Press, 1979, P.2
18. *Jewaherlal Nehru*, op. cit, P.530.
19. Ibid, P-53-54.

۲۰۔ مولانا مظہر الدین صدیقی ''اسلام اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ''، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۴ء، ص ۷۔

۲۱۔ مولانا فاروق حسن، ''ہندو دھرم ایک مطالعہ''، مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۵۔

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۳۔

۲۳۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، '' منو کا قانون اور اسلامی قانون''، لاہور سید محبوب عالم پریس، ۱۹۶۸ء، ص ۲۱۔

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ مولانا مودودیؒ ''الجہاد فی الاسلام'' حوالہ مذکورہ، ص ۳۳۲۔

26. Nirad. C. Chaudhari, *The Continental of Circe*, Roudu Chatto & Wicdder, 1965, P.35.

۲۷۔ ''منو کا قانون اور اسلامی قانون''، ص ۲۱۔

Marfat.com

۲۸۔ ''الجہاد فی الاسلام''، ص ۳۴۹۔

۲۹۔ رابن وائر فیلڈ، رینے گینوں (عبدالواحد یحیی شاذلیؒ) لاہور دارالتذکیر، ۲۰۰۲، ص ۸۴۔۷۵۔

۳۰۔ الجہاد فی الاسلام، ۳۳۲۔

۳۱۔ ایضاً، ص ۳۵۰۔

۳۲۔ ''منو کا قانون اور اسلامی قانون''، ص ۲۱۔

۳۳۔ مولانا مودودیؒ، ''الجہاد فی الاسلام''، ص ۳۵۹۔

۳۴۔ مولانا فاروق حسن ''ہندو دھرم، ایک مطالعہ'' مکتبہ اسلامی، نئی دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۴۸۔

35. Max Weber, *The Riligion of India*. New Yourk, The Free Press, 1958, P.23 .

36. S.M.Burke, *Main springs of india and Pakistan's Foreign Policies*, Karachi, Oxford University Press. 1975, P.11.

(الاضواء، ریسرچ جرنل، شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

جلد ۱۵، شمارہ ۲۲، جنوری ۲۰۰۵ء)

Marfat.com

جنوبی ایشیا میں

بھارت کے عزائم اور پاکستان

جنوبی ایشیا اپنی موجودہ جغرافیائی ہیئت و کیفیت کے اعتبار سے حال ہی میں برعظیم پاک و ہند کے فطری اور تاریخی نام کا جدید متبادل ٹھہرا ہے، جسے دوسری عالمی جنگ سے ہوتی ہوئی سقوطِ ڈھاکہ پر ختم ہونے والی بین الاقوامی سیاسی پخت و پز کی بنیاد پر علاقائی تقسیم اور سیاسی تجسیم سے یہ صورت میسر آئی ہے۔ اس پر مستزاد مختلف جغرافیائی اکائیوں پر ایک بڑا علاقائی نگراں پولیس مین مقرر کرنے کی جدید سامراجی مفاداتی روش کے تحت یہاں بھی عالمی طاقتوں نے منڈی کے تقاضوں کے مطابق ایک مقامی اتحادی منتخب کر کے اسے مضبوط بنایا اور چھوٹے ملحقہ ملکوں کے معاملات کے ضمن میں اسے علاقائی طاقت کا درجہ دے دیا، جسے اب تزویراتی ساتھی (Strategic Partner) جیسی خوبصورت سفارتی اصطلاحات کے جاذبِ نظر لفافوں میں ملفوف کیا جا رہا ہے۔ تاہم برعظیم کے تاریخی جغرافیہ سے افغانستان اور برما کو کاٹ کر بالترتیب وسطی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا کا حصہ متصور کر لیا گیا ہے۔ اب جنوبی ایشیا محض بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، مالدیپ، نیپال اور بھوٹان بلکہ افغانستان پر مشتمل آٹھ ممالک کا خطہ (ریجن) ہے۔ اسے باہمی تعاون کی علاقائی تنظیم (سارک) کی لڑی میں پرونے اور سمونے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان ممالک میں بھارت آبادی، رقبے اور وسائل کے حوالے سے جنوبی ایشیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ عالمی ترقیاتی رپورٹ ۱۹۸۴ء کے مطابق یہ جنوبی ایشیا کے ۷۸ فیصد رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ اس کی آبادی ۷۳ فیصد اور مجموعی قومی پیداوار ۷۷ فیصد ہے۔ ادھر جغرافیائی ہیئت کے وقوعی پہلو سے بھارت اور وسط ایشیا کے مابین صرف پاکستان واقع ہے جبکہ مشرق میں واقع چھوٹے چھوٹے ممالک پر اس کی برتر اور پُر ہیبت جغرافیائی ہیئت و کیفیت نے اس کے توسیعی عزائم کو ہوا دے رکھی ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا سے بھارت کا جغرافیائی الحاق ہے اور ہمالیہ کی برف پوش اور فلک بوس چوٹیوں سے لے کر بحرِ ہند کے گرم پانیوں تک اس کی سرحدوں کا پھیلاؤ ہے۔

ظاہر ہے کہ عالمی بساطِ سیاست کے تناظر میں کثیر آبادی کا ملک بھارت، ابھی کوئی بڑی طاقت (پولیٹکل پاور) تو نہیں ہے، کیونکہ فوجی قوت اور اقتصادی ترقی میں یہ سُپر پاورز سے کہیں پیچھے ہے۔ اس کے

Marfat.com

داخلی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل اس کی عسکری مضبوطی اور خارجی بالادستی کے نصب العین کے حصول کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ تاہم اسے جنوبی ایشیا کا ''بڑا'' ہونے کا خمار اور بڑا بننے کا بخار بلاسبب بھی نہیں۔ اسے شعوری طور پر اپنی علاقائی طاقت (ریجنل پاور) ہونے کا اس قدر یقین ہے کہ وہ بڑے منظم، مربوط اور مسلسل انداز میں خود کو علاقائی طاقت سے کہیں بڑھ کر منی سُپر پاور میں تبدیل کرنے کا متمنی ہے اور اس مقصد کے لئے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اقدامات کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے اب ایک ''ابھرتی ہوئی عالمی طاقت''[1] کا عندیہ دیا گیا ہے۔

یہ صورت حال اچانک رونما نہیں ہوئی۔ تھوڑا سا پیچھے جا کر دیکھیں تو اس خطے سے برطانوی استعمار کے انخلاء کے بعد بھارت ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو انڈین نیشنل کانگرس کی سیاست و سیادت میں قائم ہوا، جسے گاندھی کی نظریاتی اور جواہر لعل نہرو کی نظری رہنمائی میسر تھی۔ بھارت آئینی طور پر بظاہر ایک سیکولر جمہوریہ ہے اور اسے تیسری دنیا کی ایک بڑی اور کامیاب جمہوریت ہونے کا دعویٰ ہے۔ بھارت کے اس جمہوری تعارف کا قابل غور پہلو یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۷ء تک یہاں کل ملا کر صرف کانگرس کی حکمرانی رہی اور اس دورِ حکمرانی میں بھی عملاً ایک ہی خاندان کی سربراہی کا تسلسل کارفرما رہا۔ گویا جواہر لعل نہرو، اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی کی حکمرانی کو کانگرس کا جماعتی تسلسل اور اس پر نہرو خاندان کی تین پشتوں کی سربراہی کے تعامل کو پیش نظر رکھیں تو یہ ایک طرح کی ''موروثی جمہوریت'' قرار پاتی ہے۔ جبکہ لعل بہادر شاستری اور مرار جی ڈیسائی کی وزارتِ عظمیٰ کے بالترتیب ایک اور اڑھائی سال کے عرصے کو بھی کانگرس ہی کے فکری ارتقاء اور جماعتی بقا کی مربوط کڑی قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔ ظاہر ہے کہ جنتا پارٹی کا اڑھائی سالہ دور (۸۰-۱۹۷۷ء) بھی کانگرس کے نیشنلزم کا معنوی اظہار یا موروثی حکمرانی بلکہ مطلق العنانی کے خلاف ردِعمل سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا۔ گویا اسے کانگرس کے نیشنلزم کا معنوی اظہار ہی سمجھنا چاہیئے۔ اس لئے آزادی کے بعد بھارت میں ۶۰ میں سے ۵۰ برس تک نسلی ورثہ کی صورت میں کانگرس کی حکمرانی رہی اور اس کے بعد بھی مختلف صوبائی حکومتوں کی صورت میں کانگرس اسی خاندانی ورثہ کی چوتھی کڑی یعنی سونیا گاندھی کی قیادت میں بدستور شریک اقتدار ہے جو پارلیمنٹ میں قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے بدستور اقتدار کی دہلیز پر خیمہ زن تھی۔ مگر بعد ازاں ڈاکٹر من موہن سنگھ کی سرکار عملاً سونیا گاندھی کا دربار ہے۔

یہ ہے وہ جمہوریت جس پر سیکولر بھارت کا تاج و تخت سجا ہے! اسے تاریخ اور پولیٹکل سائنس

Marfat.com

کی زبان میں نہرو عہد (Nehru Dynasty) بھی کہا جا سکتا ہے۔ بہر حال ابتدائی ۵۰ برس میں کانگرس کی قیادت نے بھارت کو داخلی استحکام، معاشرتی ترقی اور خارجہ امور کے سہ سمتی محاذ پر حد درجہ تیزی سے آگے بڑھایا ہے۔ اس نے زرعی اور فنی ترقی، تعلیم و ثقافت کے فروغ، سائنس ٹیکنالوجی کے ارتقا میں موثر پیش رفت، جدید ترین ایٹمی صلاحیت اور دفاعی پیداوار میں خود کفالت جیسے بیش بہا مقاصد حاصل کر لئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں بھارت نے داخلی، معاشی، فنی اور دفاعی ترقی اور خارجہ تعلق سے سفارتی اور سیاسی چابکدستی کا مظاہرہ کر کے ایک بیدار اور ہشیار قوم ہونے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ ان متوازن صلاحیتوں اور اہلیتوں کی بنا پر اس نے علاقائی سیاست میں منفرد اور نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے۔ اس طرح جنوبی ایشیا کے دیگر چھوٹے ممالک کا بھارت کے اس حجم سے عدم توازن کا احساس اور اظہار محض ایک لایعنی خوف ہی نہیں، ایک بدیہی حقیقت اور امرِ واقع ہے جبکہ پانچ برس تک مرکز میں قوم پرست بھارتیہ جنتا پارٹی کا راج کانگرسی قیادت کی کدو کاوش کے تسلسل کا حقیقی رُخ ہے۔ کانگرس ہو کہ بھارتیہ جنتا پارٹی یا سیاست کے کسی امکانی مرحلے پر ان کی مخلوط حکومت، اپنے قومی ایجنڈے اور خارجہ محاذ پر حکمتِ عملی میں بھارتی حکومت اپنا تسلسل قائم رکھتی ہے۔ گویا خارجہ پالیسی بھارتی حکومت کی قومی پالیسی ہے۔ یہ کانگریس ہو کہ بی جے پی یا کوئی اور برسر اقتدار پارٹی یا گروہ وہ بھارت کے قومی مفادات کو اولین ترجیح دیتے ہیں۔

جنوبی ایشیا میں بھارتی خارجہ حکمتِ عملی

بھارت کی خارجہ حکمتِ عملی کے بانیوں اور شہہ دماغوں نے جدید سفارت کاری کے خوبصورت سانچوں کو اپنی جان اور پہچان قرار دیا جسے اس سہ رخی اٹھان سے مربوط کیا گیا ہے:

۱۔ غیر وابستگی (Neutrality)

۲۔ غیر جانبداریت (Non-Alignment)

۳۔ آزادانہ رسائی (Independent Approach)

عملاً بھارت کے اکثر زعماء اپنی خارجہ حکمت عملی کو عام طور پر آزادنہ کے نام ہی سے موسوم کرتے ہیں۔ جس کا انداز اور عندیہ نظر بہ ظاہر یہ ہے کہ عالمی بساطِ سیاست کی گروہ بندیوں سے یکسر بے نیاز اور لاتعلق رہا جائے، مگر ناوابستہ ممالک کا سرخیل بھی بنا جائے۔ اس انفرادیت کو پہچان بنا کر اپنی منفرد اور نمایاں سیاسی سوداکاری حیثیت منوا کر رکھی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقام دونوں عالمی دھڑوں میں سے کسی ایک سے اعلانیہ

Marfat.com

اور باضابطہ وابستگی کی صورت میں حاصل نہیں ہوسکتا تھا، یہ الگ بات ہے کہ عملاً کبھی ایسا نہیں رہا۔ تاہم اس مدعا اور مقصد کے حصول کے لئے اپنائے گئے عملی طریقے کی بنیادی حکمت ہی وہ عنصر ہے جسے بھارتی خارجہ حکمتِ عملی میں ''درپیش خارجہ معاملے پر نوعیت مسئلہ کی اہلیت وصلاحیت پر پرکھا جائے گا''،(۲) کی ٹیسٹ ٹیوب میں محفوظ رکھا گیا ہے۔

گویا درپیش معاملے کا معروضی حالات کے مطابق حل نکالنے میں بھی قومی مفاد کے تقاضے کی تعمیل قیادت پر لازم قرار دی گئی ہے، خواہ اس کے لئے کتنے ہی پینترے بدلنا پڑیں۔ یعنی

گنگا گئے تو

گنگا رام

جمنا گئے تو

جمنا داس

اہم تر بات یہ ہے کہ یہ حکمت عملی ان روایات و تاریخ پر مبنی ہے جن کی پاسداری گاندھی کی نظریاتی رہنمائی سے ماخوذ ہے۔ انہوں نے غیر وابستگی، آزادانہ رسائی اور میانہ روی کو خارجہ حکمتِ عملی کے اصول قرار دیتے ہوئے کہا تھا: ''جن کی وجہ سے بھارت کو عالمی حیثیت اور وقار حاصل ہوگا۔ بلکہ امن کو فروغ ملے گا اور عالمی کشیدگی میں کمی وقوع پذیر ہوگی''۔ (۳)

تاہم تقسیمِ برعظیم کے فیصلہ کن مراحل پر بننے والی عبوری حکومت میں کانگرس کے نمائندے وزیرِ امورِ خارجہ اور بعد میں بھارت کے تاحیات وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے کانگرس بلکہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کو جن الفاظ میں بیان کیا، وہ گاندھی ہی کے معنوی اور سیاسی وارث کا باضابطہ اعلان نظر آتا ہے:

"In the sphere of foreign affairs, India will follow an independent policy, keeping away from power politics of grouping aligned against others".[4]

''خارجہ معاملات کے میدان میں سیاسی بالادستی کے لئے اپنے آپ کو مخالف

Marfat.com

فریقوں کی کشمکش سے علیحدہ رکھتے ہوئے بھارت ایک آزادانہ حکمتِ عملی اختیار کرے گا''۔

مگر عملاً ایسا ہوا نہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے۔

ایک بات طے شدہ ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمتِ عملی کی محسوس، واضح اور قطعی اساس تو اس کی جغرافیائی کیفیت اور جنوبی ایشیا میں اس کی دفاعی، صنعتی اور سیاسی حیثیت پر مبنی ہے۔ اس نظری ماحول کے علاقائی تقاضے اور وقوعات کے طلوع وغروب میں بھارت کا موثر یا متاثر ہونا بھی لازمی ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کے چھوٹے ہمسایہ ممالک کے داخلی ماحول اور اس کے خارجی اثرات کا بھارت کی خارجہ حکمت عملی سے متعلق یا معلق ہونا بھی ناگزیر ہے۔ بھارتی خارجہ حکمت عملی کے ماہرین باور کراتے ہیں کہ جنوبی ایشیا میں بھارت بڑا ہی نہیں، بہت بڑا ملک ہے۔ اس لئے اسے جنوبی ایشیا کا کرتا دھرتا اور ترجمان تسلیم کیا جانا ضروری ہے۔

"Because of its size and location, India will always be strategically important".[5]

اس بڑائی کو رضا کارانہ طور پر قبول کرنے سے اجتناب کی صورت میں وہ کمزور ہمسایہ ملکوں کے خلاف جارحیت کے ارتکاب کو بھی جائز جانتا ہے۔ بھارت کے اس خود ساختہ غیر فطری ادراک وشعور نے جنوبی ایشیا کے خطے میں امن وآشتی اور چھوٹے ہمسایہ ممالک سے باہمی تعلقات کے باب میں جو ''گُل'' کھلائے ہیں، یہ اس کا معنوی اظہار ہے کہ گزشتہ ساٹھ برس میں پورا جنوبی ایشیا کئی مرتبہ ان ''گلوں'' کی خوشبو سے محاورۃً مہک اٹھا۔ دراصل بارود کی مہک کو سفارتی زبان میں بیان کرنا ہو، تو اسے شکوک وشبہات کا غبار اڑا کر کشیدگی کے خود ساختہ ماحول میں جارحیت کے جواز پر مبنی بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا ناگزیر نتیجہ قرار دینا پڑے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک کی بھارت سے تعلقات کی تاریخ تشویش اور کشیدگی سے آلودہ ہے، کیونکہ سوتے جاگتے تہذیبی یلغار اور فوجی مار کا خوف پڑوسی ممالک کے لئے احساسِ کمتری اور ڈراؤنے خواب کا درجہ رکھتا ہے۔ جب دشمن کی قوت اور ارادے کا علم ہو تو وہم سے بڑھ کر امرِ واقع کا جائز احساس بن جاتی ہے۔ یہ چھوٹے ممالک جائز طور پر خطے کے عظیم ملک یعنی عوامی جمہوریہ چین کو اہمیت دیتے ہیں، جو بھارتی نقطۂ نظر سے ایسی روش نہیں ہے جسے نظر انداز کر دیا جائے۔ حالانکہ دو بڑے ہمسایوں سے

Marfat.com

برابری کی بنیاد پر تعلقات کی استواری چھوٹے ممالک کی خارجہ حکمت عملی کا تدبیری توازن اور معروضی مجبوری ہی تو ہے۔ اسے چھوٹوں کی گستاخی جان لینا ایک بڑے کا کام اور الزام ہو جائے تو باہمی تعلقات میں توازن کہاں رہ سکتا ہے؟ بس یہی جنوبی ایشیا کے شب و روز کا طلوع و غروب ہے۔

دلچسپ امر یہ ہے کہ اقتصادی تعاون اور باہمی تعلقات کی حکمتِ عملی ترتیب دیتے ہوئے یہ چھوٹے ممالک چین کے مقابلے میں بھارت کو اپنی داخلی سلامتی اور ملکی استحکام کے لئے خطرہ کا سگنل سمجھتے ہیں ۔یہی وہ احساس بلکہ اس احساس کی اساس ہے جس پر جنوبی ایشیا کے تمام ممالک اسے امن کا خطہ اور ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دینے کی دُھائی دیتے ہیں۔ اس کے باوجود بھارتی افواج متعدد بار ان چھوٹے ممالک کی داخلی سلامتی کے ضمن میں جارحیت کی بجائے ''معاونت'' کا کردار ادا کر چکی ہیں، جبکہ ''پاکستان سے معاملہ تو چیزے دیگر است اور خصوصی نوعیت کا حامل ہے''۔[۲]

پاکستان سے بھارت کے باہمی تعلقات کی تاریخ اپنی خصوصی حیثیت اور ہمہ وقت جنگی کیفیت سے باوردی فضا اور بارودی گھٹا کی حامل ہے۔ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں بھارت کی ننگی جارحیت کسی سے پوشیدہ نہیں، لیکن جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ کو ڈھاکے میں امن کا پیامبر بنا کر پیش کیا گیا۔ سری لنکا میں بھارتی نژاد اور ہندو مزاج تاملوں کی پہلے سرپرستی کی گئی اور پھر انہیں کے قتل عام کے لئے ۴۵ ہزار فوج بھیج کر بحالی امن فوج (Peacekeeping Force) کا نام دیا گیا۔ مالدیپ میں صدر کے محل پر اس کے چند سو سیاسی مخالفین کو کچلنے کے لئے بلا طلب اور بلا معاوضہ فوج بھجوائی گئی۔ داخلی سلامتی میں بھارت کی طرف سے حقوقِ ہمسائیگی کا پاس اور برادرانہ تعلقات بلکہ ہمدردی اور معاونت کا عملی مظاہرہ بھی انہیں بھارت کی طرف سے مطمئن نہیں کر سکا۔ بھوٹان عملاً بھارت کے زیرِ نگیں ریاست (protectorate) ہے، اس پر تبصرہ کیا؟ رہ گیا ہم نسل اور ہم مذہب نیپال، تو بھارت کے ساتھ ترائی سے اونچائی تک سترہ سو کلومیٹر مشترکہ سرحد ہوتے ہوئے، وہ دشوار گزار پہاڑوں کے راستے چین سے رسم و راہ کو اپنے ذہنی تحفظات کا مظاہرہ کرنے کی جسارت کرے تو راہداری کی سہولتوں سے بیزاری آخر کیا معنی رکھتی ہے؟ بھوٹان اور نیپال کی عوامی جمہوریہ چین سے سفارتیں بھارت کو شرارتیں کیوں نظر آتی ہیں؟ ادھر بحر ہند میں سری لنکا اور مالدیپ جب برطانیہ اور امریکہ کو پکاریں تو بھارت کو اس پر جز بز ہونے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے بھلا؟ گویا بھارتی نقطۂ نظر سے جنوبی ایشیا میں یہی امر پائیدار امن کا ضامن ٹھہرا کہ ''بھارت کو بڑا مان کر اس کے کہے پر چلو کہ۔۔۔۔ یہی خطے کے

Marfat.com

امن کا اصل راز ہے''۔

بھارت کے اس نفسیاتی پہلو کے عملی رویہ کا واقعاتی پہلو تفصیل سے زیر بحث لانا ہوگا۔اس لئے بھی کہ بھارت کی تہذیبی یلغار اور ایٹمی مارکاڈر جنوبی ایشیا میں پائیدار امن کے لئے وجہ پریشانی بن چکا ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ بھارت اپنے داخلی مسائل کو ہمسایہ ممالک سے اپنے خارجہ تعلقات کی بنیاد بناتا نظر آتا ہے۔ پاکستان سے کشمیر میں دراندازی اور دہشت گردی، بنگلہ دیش سے غیر قانونی تارکین وطن کا داخلہ، دہشت گردوں کی نیپال کی سرحد پر سے آمد اور سری لنکا کے باغیوں کی طرف سے تامل ناڈو کے صوبے میں حالات کی خرابی کا واویلا سب اسی ضمن میں آتے ہیں۔نتیجتاً پاکستان ہو کہ بنگلہ دیش، سری لنکا ہو یا نیپال۔۔۔۔انہیں بھارت کے داخلی مسائل میں ملوث بتانے کا بھارتی انداز سفارت کبھی نہ ٹھنڈا ہونے والا محاذ بن چکا ہے۔ حالانکہ اپنی حیثیت عرفی کے عین مطابق یہ چھوٹے چھوٹے ممالک خود اپنی داخلی سلامتی اور قومی بقا کی ٹوپی سنبھالتے پھرتے ہیں اور اس کا ثبوت خود بھارت کے ذرائع ابلاغ کی نشاندہی سے بھی ملتا ہے جو بھارت کی جنوبی ایشیائی خارجہ حکمت عملی پر کھل کر اظہار کر رہے ہیں۔نمونے کے لئے ہفت روزہ ''ریڈیئنس'' نئی دہلی کا ایک پیراگراف:

"The Chief reason behind our stridently aggressive policy towards our close neighbours is the unending psychosis. Our neighbours charge us with the ambition to lord over South Asia. They think regional primacy in our objective behind playing the police man". [7]

یہ سچ ہے جسے رفع کرنے کی مثال، ''گجرال ڈاکٹرائن'' ہے کہ ہر ہمسایہ کو اس کی ''حیثیتِ عرفی'' کے مطابق سمجھا بجھا کر رکھا جائے تاکہ علاقے اور عالمی سطح پر بھارت اپنے بڑے ہونے کا یکسوئی سے ثبوت دے سکے، ورنہ علاقے کے چھوٹے ممالک کے ساتھ تناؤ و تنازعات کے ہوتے ہوئے بھارت عالمی اور علاقائی کردار ادا نہیں کر سکے گا، گویا نہرو ہو کہ اندرا، گجرال ہو کہ واجپائی اولین ترجیح کے طور پر سب کے سب خارجہ محاذ

Marfat.com

پر متعین اور متحرک نظر آتے ہیں۔

اس صورت حال کے تناظر میں مسئلہ کا حقیقی حل علمی تحقیق اور واقعاتی تطبیق کے دیانتدارانہ تجزیے کا متقاضی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ علم کی طاقت کو ذہانت میسر ہو، تو پھر پروپیگنڈے اور پبلسٹی کے سطحی اور سفارتی حربے ٹھوس حقائق اور علمی وقائق کا سامنا نہیں کر پاتے اور یہ عملاً موثر بھی نہیں کہ اکیسویں صدی کے طلوع پر طاقت کا عدم توازن اصولوں کے سامنے ٹکتا نظر نہیں آتا۔ تاہم ایک حقیقت پیش نظر رکھنے کی ہے۔ فرد ہو کہ قوم، ملک ہوں کہ خطے باہمی تعلقات میں برابری اور رواداری کو نظر انداز نہ کریں اور ''جیو اور جینے دو'' کے واضح اصول پر وسعتِ قلبی اور وسعت ذہنی کا ثبوت دیں تو محاذ آرائی اور مصنوعی جنگ کے نفسیاتی حربے دم توڑ سکتے ہیں۔ جبکہ بڑا بننے کے لئے ذہن کی وسعت اور بڑائی شرط اول ہے البتہ عزائم بالادستی کے اقدامات توسیع پسندانہ ہوں تو بات دوسری ہے۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کا نقشہ دیکھا جائے تو ''اسرائیل اور بھارت ہی دو ممالک ایسے ہیں جن کی جغرافیائی سرحدیں فوجی کاروائی کے نتیجے میں پھیلی اور بڑھی ہیں''۔ (۸) اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے یہ کہنا کافی ہوگا کہ جونا گڑھ ہو کہ کشمیر یا حیدرآباد دکن، یہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی تدبیر، بلکہ فوجی تعبیر اور یوں بھارت کے جغرافیہ کی تصویر ہیں۔ نہیں تو مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش کا قیام اور اس میں بھارت کا کردار و مقام کوئی دور کی بات نہیں۔ ورنہ مالدیپ ہو کہ سری لنکا، بھوٹان ہو کہ سکم بھارتی فوجوں کے قدموں کے ''امن مارچ'' کی گزرگاہیں نہیں تو اور کیا ہیں؟ حادثہ یہ ہے کہ اسے ''ہمسایہ ممالک کی خبر گیری'' کا نام دینا شاید ڈپلومیسی کی زبان تو ہو، ورنہ اصل میں ''ملک گیری'' کے زمرے میں آتا ہے اور ریاستی دہشت گردی کے عمل یا کم از کم ارادے کا آئینہ دار ہے۔ ورنہ ادعا یہ بھی ہے کہ اسے بڑے ہمسایہ کا سایۂ عاطفت و شفقت کہیں کہ امن کی دیوی کے مہاشوں کی رزمیہ موسیقی اور بزمیہ بھجن، ایک ہی روپ کے درشن کا یہ واقعاتی ماحول اگر اکھنڈ بھارت کی شکل میں سامنے آئے تو ''ہم ایک ہیں'' کے ترانے سے پورا جنوبی ایشیا گونج اٹھے گا جبکہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کو مسلمانوں کا مذہبی جنون قرار دے کر اس کے خاتمے کا جواز فراہم کیا جائے گا۔ البتہ خطے کے مسلمانوں اور پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے ہندی ترانہ تو پہلے سے موجود ہے۔ جسے مصورِ پاکستان حضرت علامہ محمد اقبالؒ سے عقیدت کے نام پر امیر خسروؒ کی دُھن میں پیش کیا جا سکے گا۔

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا

Marfat.com

ہندی ہیں، ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

بھارت اور جنوبی ایشیا

بھارت کے ممتاز دانشور، صحافی، سفارتکار اور راجیہ سبھا (ایوان بالا) کے سابق رکن کلدیپ نائر نے اس امر واقع کا تجزیہ بڑے جامع اور موثر الفاظ میں کیا ہے۔ گھر کے بھیدی کا یہ تبصرہ لائقِ توجہ ہے: ''نئی دہلی کا یہ دعویٰ کہ اس کے پاکستان کے ماسوا تمام پڑوسی ممالک سے بہتر تعلقات ہیں، حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ صرف پاکستان ہی نہیں، دیگر چھوٹے ہمسایہ ممالک کو بھی بھارت کے بارے میں شبہات اور شکایات ہیں۔ ان کے بھارت مخالف اظہارات کم وبیش سامنے آتے ہی رہتے ہیں''۔[9]

باقی رہا پاکستان، تو یہ اپنے قیام سے تاحال بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا ''خاص مسئلہ اور خصوصی معاملہ ہے''۔[10]

وجہ معروضی ہے کہ یہ جغرافیہ کا موضوع کم اور نظریہ زیادہ ثابت ہوا ہے۔ اسے اثاثوں کی تقسیم میں بے انصافی، دو جنگوں اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی نے بھی متاثر نہیں کیا بلکہ یہ دوقومی نظریہ پر مبنی دو تہذیبی قوتوں کی فولادی دیوار بن گیا۔ کیونکہ جغرافیائی تقسیم اور سرحدی تجسیم کی حقیقت اپنی جگہ، مگر مسلمان بھارتی ہو کہ بنگلہ دیشی، سری لنکا کا باسی ہو کہ مالدیپ کا باشندہ، بھارت کو ہندو تہذیب کا ہندوستان جان کر اس سے کسی قسم کی اپنائیت سے انکاری ہے۔ یہ دوقومی نظریہ تو ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا جغرافیہ بن گیا تھا، مگر پورے جنوبی ایشیا میں اسلام کی تہذیبی پہچان اور خطے کے دیگر ممالک کے مسلمانوں کے ملی احساسات کا دوسرا نام پاکستان ہے۔ صرف لباس ہی کو دیکھیں تو شلوار قمیض کم از کم جمعہ کے اجتماعات میں بھارت، مقبوضہ کشمیر، نیپال، بنگلہ دیش یہاں تک کہ سری لنکا کے مسلمانوں کا لباس بن گیا ہے۔

حقیقتاً یہ دوقومی نظریہ اصل میں دو تہذیبی نظریہ کا دوسرا نام ہے اور یہی پاک بھارت تعلقات کی اصل بنیاد بلکہ بھارت کی طرف سے یک طرفہ فساد کی جڑ ہے۔ یہ سچ ہے کہ فوجی جارحیت سے جغرافیہ تو بدل سکتا ہے کہ یہ مادی ہوتا ہے، مگر نظریہ ہرگز نہیں بدلتا کہ اس کا وجود نہیں ہوتا بلکہ یہ احساس وشعور ہوتا ہے جو روحانی اور دینی قوت ہے۔ یہاں تک کہ اس میں افراد کی قلت وکثرت سے بھی یکسر فرق واقع نہیں ہوتا! اس دوقومی نظریہ کو ''خلیج بنگال میں غرق'' کر دینے کے دعوے کیا ہوئے؟ صد حیف کہ وقتی فتح کے نشے میں نظریہ کو بحری جہاز سمجھ

Marfat.com

لیا گیا! یہ تو نظریہ ہے جو سخت جان ایسا کہ مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش تو ضرور بنا، مگر رہا مسلمان کا مسلمان اور اپنی اسی شناخت پر اصرار کرتے ہوئے وقت کی رفتار کا ساتھ دیتا نظر آتا ہے۔ پہلے جنوبی ایشیا میں دوقومی نظریہ پاکستان بنا، تو یہی دو تہذیبی نظریہ اب پاکستان کا عالمی اور علاقائی مقام بن گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اپنا وجود منا رہی ہے کہ جغرافیہ ہو کہ نسل، زبان کا اشتراک ہو کہ یک رنگی ۔۔۔ یہاں تک کہ افرادی قوت میں قلت یا کثرت، قوموں کی تشکیل اور جغرافیہ کی تحلیل کی اصل اور حقیقی بنیاد سراسر تہذیب و مذہب پر استوار ہے۔ وگرنہ غیر منقسم ہندوستان تو مقدس گائے تھی کہ جس کے ۱۹۴۷ء میں ٹکڑے ہو گئے تھے۔ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کا یہ قول سادہ مگر بے پناہ بلاغت کا حامل ہے کہ

''پاکستان تو اُسی دن وجود میں آ گیا تھا جس دن اس برعظیم کا پہلا شخص مسلمان ہوا تھا''۔[11]

اس جملے کی واقعاتی تجسیم تو ۱۹۴۷ء کی جغرافیائی تقسیم ہے جس کے نتیجے میں ہندو اکثریت کا بھارت اور مسلم اکثریت کا پاکستان وجود میں آئے۔ اس تقسیم میں تبادلۂ آبادی کا بھی ایک عالمی ریکارڈ قائم ہوا۔ اس عمل کے ردعمل میں خون اور آگ کا سنگین سانحہ بھی ایک واقعاتی شہادت ہے۔ اس آگ کو دیوالی یا پھر خون کی ہولی کہنے کے بجائے اسے دوقومی نظریہ اور اس کا مذہبی جنون بھی کہہ لیں تو ہندوستان میں ''ہندو مسلم قوم'' کی کانگرسی تعبیر کا کیا بنے گا؟ مگر یہ تبادلۂ آبادی دوقومی نظریہ کا اعجاز تھا اسلئے کہ نظریہ جب عمل میں ڈھلتا ہے، تو تاریخ ساتھ ہی بن جاتی ہے، بلکہ جغرافیہ بھی!

یہی تو وجہ ہے کہ دوقومی نظریہ کو تقسیم برعظیم کا سبب کہنے سے زیادہ دوقومی عمل کا حاصل کہنا اصل میں حاصل تاریخ ہے۔ ہندو بحیثیت مجموعی پاکستان کے علاقے سے شرنارتھی بن کر بھارت پدھارے، جبکہ بھارت کے حصے سے بڑی تعداد میں مسلمان مہاجرین بن کر پاکستان آ گئے ۔۔۔ باوجودیکہ مسلمانوں کی ایک موثر تعداد بھارت ہی میں تاریخ کا فیصلہ سننے اور سہنے کے لئے رہ گئی ہے جسے گزشتہ ساٹھ برس سے ''متحدہ قومیت'' اور اس کی ''جنم بھومی'' کے تجربات درپیش ہیں۔

ان ہی مراحل کی ایک فکر انگیز تصویر ۱۹۴۷ء میں متحدہ قومیت کے اسیر گاندھی کے حضور دُھائی دیتی نظر آ جائے، تو دوقومی نظریہ کا دوسرا نام پاکستان تسلیم کرنا پڑے گا! مجلس احرار اسلام کے تب کُل ہند صدر مولانا حبیب الرحمٰن کی ذات اور خاندان کو جان کے لالے پڑے تو وہ مولانا ابوالکلام آزاد کو سمجھانے دہلی بھاگے۔ انہوں نے خاموش رہنے کی تلقین کی تو جا کر وزیراعظم پنڈت نہرو کے چرن چھوئے۔ نہرو نے کہا: ''مولانا!

Marfat.com

انسان پاگل ہوگیا ہے، میں کیا کرسکتا ہوں''۔ پنڈت جواہر لعل نہرو سے ہوکر گاندھی سے ملنے گئے۔ گاندھی مسکرائے: ''آ گئے مولوی صاحب! لڑائی باندھنے آئے ہیں آپ؟ کیسے آئے؟''

''مہاتما جی! یہ ہے سوراج جس کے لئے آپ نے اٹھائیس یا انتیس سال لڑائی کی اور ہم اس دن کے لئے سالہا سال جیل میں رہے،

ع دن گنے جاتے تھے اس دن کے لئے

ہم نے مسلمانوں کی خواہش کو ٹھکرایا، کانگرس کے ہوگئے۔ اس کے لئے قید و بند کی صعوبتوں کو لبیک کہا، گھر بار لٹایا، بچوں کے مستقبل کو تباہ کیا۔ جب آزادی ملی تو سب سے پہلے ہمارے گھر لُوٹے گئے۔ گاندھی بھگتوں نے قاتلوں کی سرپرستی کی۔ عام مسلمانوں کو سزا ملی کہ وہ مسلم لیگ کے ساتھ تھے ہمیں اس لئے سزا دی گئی کہ ہم مسلم لیگ میں نہیں، کانگرس کے ساتھ تھے۔ ہماری عبادت گاہیں بھی محفوظ نہیں رہیں۔ انہیں اس طرح ڈھایا جارہا ہے جیسے مسجدیں نہیں مذبح تھے''۔

گاندھی نے جواب میں کہا: ''مولوی صاحب! مجھے افسوس ہے میں آپ سے اتفاق نہیں کرسکتا۔ آپ نے ہمارے لئے قید کاٹی؟ قید تو آپ نے دیش (وطن) کی سوتنتر تا (آزادی) کے لئے کاٹی ہے اور اپنا گھر آپ نے موت کے خوف سے چھوڑا ہے۔ مسجدوں کی توہین کے ذمہ دار آپ ہیں۔ ان کے لئے مِٹ جاتے! آپ کی عزت مسجدوں سے ہے۔ اگر آپ وطن کے لئے قید کاٹ سکتے تھے، تو کیا خانۂ خدا کے لئے مر نہیں سکتے تھے؟ آپ نے مذہب کی روح کو نہیں سمجھا۔ آپ کو مر جانا چاہئیے تھا، لیکن خدا کا گھر چھوڑنا نہیں چاہئیے تھا''۔[۱۲]

سچ تو یہ ہے کہ دوقومی نظریہ کی تحریک اور یوں تقسیم برعظیم کے دوقومی عمل کے جغرافیائی نام پاکستان اور بھارت کے باہمی تعلقات کی ساٹھ سالہ تاریخ اس کے سوا اور کیا ثابت کرسکی ہے کہ ملک کے اعتبار سے جغرافیائی حدود ہوں یا شہری (Citizen) کی صورت میں انفرادی وجود، دوقومی نظریہ جدا تہذیبی احساس اور اس کا عملی اظہار ہے یہ جنوبی ایشیا میں بھارت کی خارجہ امور کے ایک بھارتی شہ دماغ جگت مہتہ کا یہ لکھنا بے معنی نہیں، بامعنی ہے کہ

"Our entire Foreign Policy has been perversely dominated by a sort of nervous

Marfat.com

competition with Pakistan, especially in West Asia and the Islamic Nations".[13]

پاکستان کے بارے میں بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا خاص معاملہ تو ایک نظریاتی اور تہذیبی تحریک کا شاخسانہ سہی، مگر جنوبی ایشیا کے دیگر تمام ہمسایہ ممالک سے بھارت کا رویہ ایسا کیوں ہے جس کی وجہ سے خطے میں اضطراب کی لہر دوڑ رہی ہے؟ وجہِ اضطراب معلوم؟ کہ بھارت کے ہر ہمسائے کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ بھارت اپنی آبادی، رقبے اور وسائل کی برتری کے باعث ان کی آزادی چھیننے کے درپے ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ بھارت نے خود کو علاقے کی منی سُپر پاور میں تبدیل کرلیا ہے اور اب وہ ہمسایہ ممالک کو زیرنگیں کر کے خود سُپر پاورز کی صف میں شامل ہونے کے لئے بے تاب ہے۔ بیشک اس بے تابی کے نتیجے میں دوطرفہ تعلقات کی روح کچلی جائے۔ سفارتی آداب اور معاہدوں کی پاسداری کمزور اور چھوٹے ممالک کی تقدیر ہے، جبکہ اپنی برتری کے زعم میں معاہدات اور تعلقات کی من مانی تاویلیں کرنا بھارت کے سفارت کاروں کی بولی ہی نہیں، فن ہے۔ ذومعنی الفاظ کے سہارے اپنے مقاصد کی تکمیل کے اشارے کرتی بولی خصوصاً بھوٹان، نیپال اور سری لنکا سے بھارت کے دوطرفہ تعلقات اور اس کی من مانی تاویل کی تعمیل کا تقاضا کرتی نظر آتی ہے۔ یہ ہے آج کا جنوبی ایشیا! بھارت کی بے اصولی اور موقع پرستی کا اس سے بڑھ کر کیا مظاہرہ ہوگا کہ پہلے روس سے مفاد اور اب امریکہ کا دفاعی اتحادی، ساتھ ہی ناوابستہ تحریک میں نمایاں حیثیت کا دعویٰ، گویا ہم، تم اور میر سب اس کی زلفوں کے اسیر ہیں۔

بھارت کے ہمسایہ ممالک کے تجرباتی اور احساساتی ماحول سے ہٹ کر تصویر کا دوسرا اور اصل رخ دیکھنا اور پرکھنا چاہیئے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے وہ اصل اصول کیا ہیں جن کا دعویٰ کرتے اس کی زبان نہیں تھکتی یعنی:

۱۔ غیر جانبداریت
۲۔ ناوابستگی
۳۔ آزادانہ خارجہ حکمت عملی[14]

لیکن اصل صورتحال ان اصولوں کی نفی کرتی نظر آتی ہے کیونکہ خود بھارتی حکمت عملی کے ماہرین

Marfat.com

کہہ رہے ہیں کہ ''اس حکمت عملی میں بھارت کا تاریخی تجربہ، روایات کا تسلسل اور اس کے داخلی ماحول کے تقاضے بڑی عرق ریزی سے سموئے گئے ہیں''۔[15]

اس سلسلے میں میں بھارتی خارجہ حکمت عملی کے واضعین سے لے کر شارحین تک بالاتفاق جس تناظر کو بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا تاریخی تجربہ قرار دیتے ہیں اور جس کے ذریعے روایات کا تسلسل اور داخلی ماحول کے تقاضے واضح ہو کر سامنے آتے ہیں، وہ ہے ہندویت (Hinduism) جو بھارت کا نفسیاتی ادراک ہے اور جس کے ساتھ برطانوی عہد کے تجربے اور کانگرس کی تحریک کو منسلک کر کے جامعیت دی گئی، گویا بھارت کی خارجہ حکمت عملی ہندویت کے تہہ منظر، برطانوی تجربے کے پس منظر اور انڈین نیشنل کانگرس کی تحریک آزادی کے پیش منظر سے فکری اور علمی مورت اور عملی صورت ایک ساتھ لئے ابھری ہے۔ اسی کو بھارت کا تاریخی تجربہ، اس کے تسلسل کی روایت اور اس کے داخلی ماحول کے تقاضوں کی عرق ریزی کا نام دیا جاتا ہے یہی بھارت کی متبادل حکمران بھارتیہ جنتا پارٹی کا موقف اور موضوع ہے جسے اب ہندوتو (Hindutva) کے نام سے داخلی و خارجہ حکمت عملی اور حکمرانی کے جدید تین مورتی ہاؤس (Trinity) سے عالمی سیاست اور علاقائی قیادت کا رہنما عنصر بنایا گیا ہے۔ پنڈت نہرو سے لے کر اٹل بہاری واجپائی تک، سب اپنے قومی مفاد کے حصول میں یکجا اور یک زبان ہیں۔ یہی بھارت کی اصل قومی پالیسی ہے۔

پاکستان کے ساتھ بھارت کے تعلقات روزِ اول سے جس طرح کے روپ میں چل رہے ہیں، بھارت کے اولین قائدین پنڈت جواہر لعل نہرو اور سردار پٹیل کی معنوی پالیسی اس کی بنیاد ہے۔ مسئلہ کشمیر ۱۹۴۸ء اور اعلان لاہور ۱۹۹۹ء کے ذریعے زندہ ہے، لیکن اقوامِ متحدہ ہو کہ امریکہ، روس ہو یا دیگر عالمی طاقتیں ،اب وہ اس مسئلے سے بے رخی کا اظہار کریں، تو یہ ان کے قومی مفادات کی ماحولی صورتیں ہیں۔ یہی سبب ہے کہ سارک کا مستقبل بھی خطرے میں ہے، جس کی بنیادی وجہ بھارت کا خطے کے دیگر ممالک کو اپنی مرضی پر چلانے کا رویہ اور اپنا مدعا ٹھونسنے کا رجحان ہے۔ اس لئے بھارت کے اپنے اخبارات بھارت کی روش پر جس طرح کھل کر لکھ رہے ہیں، وہ جنوبی ایشیا میں بھارت کے عزائم کا واضح عکس ہے۔ ملاحظہ ہو'' انڈین ایکسپریس'' میں کلدیپ نائر کی ایک تحریر کا اقتباس:

''ہندوستان کی ان گوناگوں حیثیات کی وجہ سے اس میں ترقی یافتہ دنیا کی نسبتاً زیادہ دلچسپی بالکل فطری ہے۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ خطے کی عمومی ترقی و خوشحالی کا نقیب بنتا اور عالمی سطح پر ان کے مفادات کا

Marfat.com

نگہبان ثابت ہوتا، لیکن بدقسمتی سے اس کا بڑا ہونا پڑوسی ملکوں کے لئے سودمند ثابت ہونے کی بجائے خوف اور تشویش کا باعث بن گیا ہے۔ پڑوسی ملکوں کو اس سے ہمیشہ یہ شکایت رہی ہے کہ وہ ''بڑا بھائی'' ہونے کا رعب گانٹھتا ہے اور اس کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تقریباً تمام پڑوسی ملکوں میں ہندوستان مخالف رجحانات پائے جاتے ہیں۔ پاکستان کے ساتھ جو بدمزگی پائی جاتی ہے، اس کی تو ایک تاریخ ہے۔ یہ ایک نفسیاتی مسئلہ بھی ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ دونوں ملکوں میں نظریاتی اختلاف اتنا گہرا ہے کہ اسے موڑنا مشکل بلکہ محال ہے۔ تاہم معمول کے رشتے پھر بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ ہندوستان میں پاکستان کے سلسلے میں اور پاکستان میں ہندوستان کے بارے میں جو خیال پائے جاتے ہیں، وہ معاندانہ انداز کے ہیں، لیکن یہ صرف پاکستان تک محدود نہیں ہے۔ نیپال، سری لنکا اور بنگلہ دیش میں بھی ہندوستان مخالف جذبات پائے جاتے ہیں اور انہیں بھی ہندوستان سے یہی شکایت رہی ہے کہ ان ملکوں کی سرزمین ہند مخالف سرگرمیوں کے لئے استعمال ہوتی رہی ہے۔ ان ملکوں کے ساتھ بھی حل طلب سیاسی تنازعات چلے آرہے ہیں۔ ان کی باہمی کشیدگی سے سارک کا مستقبل خطرے میں ہے''۔ [16]

بھارت کی جنوبی ایشیا میں حکمت عملی، اس کی سیاسی اور سفارتی تاریخ بلکہ اس کی غیر وابستہ تحریک (NAM) سے وابستگی کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح سر پر ایفرو ایشیائی قیادت کا سہرا سجالے۔ بھارت بظاہر غیر جانبدار مگر ہمیشہ اپنے قومی مفاد و مقاصد کے لئے حد درجہ جانبدار بلکہ خود ہی اپنا طرفدار رہا ہے۔ اس کے پورے سفارتی محاذ کا مقصد ہی یہی رہا ہے کہ جنوبی ایشیا کی علاقائی قیادت کا تاج سر پر سجا کر اسے عالمی سودا کاری کے لئے استعمال کرے۔ سارک کے قیام اور استحکام کو بنگلہ دیش کے صدر ضیاء الرحمٰن اور پاکستان کے صدر ضیاء الحق کی علاقائی مساوات کے قیام کی کاوش بتایا گیا۔ اس طرح چھوٹے ہمسایہ ممالک نے بھارت کے ساتھ برابری کی سطح کا مظاہرہ کیا تو پھر گجرال ڈاکٹرائن کے تحت فرداً فرداً ہر ملک کے معاملات میں مداخلت کا بالواسطہ طریقہ اختیار کیا گیا۔

حاصلِ بحث یہ کہ بھارتی خارجہ پالیسی میں پاکستان ایک موثر عامل (Factor) بن کر رہ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارک کی سربراہ کانفرنس کا اپنے معمول اور شیڈول پر انعقاد صرف بھارت کی منشاء سے منسلک ہو کر رہ گیا ہے۔ واشنگٹن میں متعین بھارتی سفیر کا بیان پڑھیے:

"The Indian Ambassador in Washington

Marfat.com

declared that India and Pakistan could live together in peace only when Pakistan had learned "To accept that it is less than a quarter of India's size and can not hope to alter this fact of geography either by break up of Indian unity or borrowed strength from abroad".[17]

یہی وہ نفسیاتی اور سیاسی بلکہ سفارتی وجوہ ہیں جنہوں نے بھارت کے زعماء کے لئے پاکستان کو ایک مسئلہ ہی نہیں، خصوصی مسئلہ بنا رکھا ہے۔ان کے کاغذوں میں یہ طاقت کا نہیں، ہیبت کا توازن ہے۔جنوبی ایشیا میں بھارتی بالادستی کے عزائم کی راہ میں پاکستان دیوار بنا ہوا ہے۔طاقت کا توازن ہو کہ سفارتی سطح کے تعلقات، بھارت کے علاقائی عزائم کی راہ میں پاکستان انتہائی موثر رکاوٹ ہے۔

اس نفسیاتی اور سفارتی صورت حال کا معروضی جائزہ بلکہ جواب امریکی ماہر امور خارجہ فلپ ٹالبوٹ نے پیش کیا ہے۔یہ پاکستان بھارت تعلقات ہی نہیں، جنوبی ایشیا میں بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا اصل الاصول بھی ہے کہ نصف صدی سے پینترے بدل بدل کر عالمی صورتِ حال کو اپنے حق میں موڑنے بلکہ مفاد بٹورنے کی سعی لاحاصل بھارتی ڈپلومیسی کا حربہ ہے۔پاکستان کے بارے میں بھارت کے سفارتی استدلال اور سرحدی اشتعال کی معروضی اور مسلسل کیفیت پر امریکی ماہر امور خارجہ مسٹر ٹالبوٹ کا یہ تبصرہ کافی ہے۔

"Indian bitterness is reflected in the point of views forwarded by some Indians that just as the United States has come to view the aims of Soviet leadership as the greatest threat to its security, so India looks on Pakistan as the

Marfat.com

main threat to its security".[18]

یہی وجوہات ہیں جنہوں نے جنوبی ایشیا میں امن وسلامتی کا فوری خطرہ پیدا کر رکھا ہے۔ بھارت نے جنگی اسلحہ کی تیاری اور خریداری کے علاوہ میزائل داغنے اور اب ایٹمی اسلحہ کے استعمال کے لئے کنٹرول اور کمان سسٹم تک تیار کرلیا ہے، جس میں سیاسی اور عسکری قیادت کو فیصلہ کرنے کے اختیارات تک تفویض کر دیئے گئے ہیں۔ اُدھر سفارتی محاذ پر پاکستان کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جاتا۔ ان معروضی حالات میں پاکستان کے لیے سارک سربراہ کانفرنس کے انعقاد سے لے کر باہمی مذاکرات اور باہمی اعتماد کے پُرامن راستوں پر چلنا مجبوری بن جاتی ہے، اس لئے وہ اس سے معذوری ظاہر کرتا ہے کیونکہ جنگ کا الاؤ اس کے عزائم کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ خطے میں دہشت اور خوف کی فضا پیدا کر کے وہ جنوبی ایشیا کا جبری قائد بننے کے درپے ہے۔

گجرال ڈاکٹرائن کے بانی اندر کمار گجرال بھارت کے سابق وزیراعظم ہی نہیں وزیر خارجہ بھی رہے ہیں۔ وہ بھارت کے ہمسایہ ممالک اور خصوصاً جنوبی ایشیا کے چھوٹے ہمسایوں کے ساتھ بھارت کی واجپائی سرکار کے سلوک پر سخت پریشان رہے۔ وجہ یہ نہیں کہ انہیں بھارت کے دیگر ہمسایہ ممالک سے دوستی اور خیر سگالی کا غم کھائے جا رہا تھا، بلکہ اس لئے کہ اس کے نتیجے میں جنوبی ایشیا میں بھارت کی بالادستی کے عزائم میں رکاوٹ آ پڑ رہی ہے، جس کی وجہ سے علاقے میں بھارت کی بجائے چین اور امریکہ درآنے کو تیار ہیں۔ گجرال کے تازہ ترین اظہار خیال میں جہاں جنوبی ایشیا میں بھارت کی بالادستی عزائم کا پتہ چلتا ہے، وہاں گجرال ڈاکٹرائن کے دھیمے سُروں کی تہ میں جو جلترنگ بلکہ بھارتی امنگ مخفی ہے، وہ بھی کھلم کھلا سامنے آ جاتی ہے اور یہ امر تو واضح ہے کہ بھارت میں تب بھارتیہ جنتا پارٹی کی مرکزی سرکار کا ہمسایہ ممالک کے ساتھ رویہ اور سلوک ہر لحاظ سے ناخوش گواری کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے اسباب دُور کرنے کی دُھائی مسٹر گجرال کے ایک بیان کا خلاصہ ہے۔ پیپلز اینٹی کرپشن کی کونسل کی دو روزہ کانفرنس منعقدہ دہلی سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر گجرال نے کہا:

''واجپائی حکومت نے نہ صرف پاکستان بلکہ بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال سے بھی تعلقات خراب کر کے ملک کے مفاد کے خلاف کام کیا ہے۔ جس بنگلہ دیش کو بنانے میں ہم نے بہت بڑا تعاون کیا اور بڑے پیمانے پر اپنے

Marfat.com

فوجیوں کی قربانی دی، آج وہی بنگلہ دیش بھارتی حکومت کی غلط پالیسیوں کے سبب ہم سے دُور ہوکر چین کے قریب چلا گیا ہے۔ سری لنکا میں دہشت گردی ختم کرنے کے عمل میں ہمارے بجائے ایک یورپی ملک (ناروے) سری لنکا سے تعاون کر رہا ہے۔ اسی طرح نیپال بھی ہم سے دُور ہوتا جا رہا ہے اور وہاں کے مسائل کو حل کرنے میں ہندوستان کی بجائے امریکہ اور دوسرے ممالک آگے آ رہے ہیں۔ مسٹر گجرال نے پاکستان کے ساتھ سڑک، ریل اور ہوائی جہاز کے راستے بند کرنے اور ویزا دینے پر پابندی لگانے کے حکومت کے اقدام پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گرد نہ تو ویزا لے کر آتے ہیں، نہ ہی مذکورہ تینوں راستوں سے آتے ہیں۔ یہ راستے دونوں ملکوں کے عوام کو جوڑنے کے راستے تھے جن کو بند کر کے بھارتی حکومت نے دہشت گردی نہیں، بلکہ دونوں ملکوں کے عوام کو جوڑنے کی کاوشوں پر پابندی لگائی ہے''۔[19]

یہ مسٹر گجرال کی تقریر نہیں، تشویش ہے۔ اس میں جنوبی ایشیا میں بھارتی بالادستی کے سہانے خواب بکھرنے کا اندیشہ نمایاں ہے جسے بھارت کے قومی مفادات کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بھارت کو اپنے چھوٹے ہمسایہ ممالک کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تعلقات استوار رکھنا مقصود نہیں بلکہ جنوبی ایشیا میں بالادستی اس کا ارادہ اور عزم ہے۔ اگر جنوبی ایشیا کے دیگر ہمسایہ ممالک بھارت کی بجائے عوامی جمہوریہ چین یا امریکہ، بلکہ ناروے تک سے تعاون کے لئے کوشاں ہوں، تو جنوبی ایشیا میں دنیا اور خطے کے دیگر ممالک انہیں ''آگے آتے'' نظر آتے ہیں۔ یہی بات بھارت کے مفاد کے خلاف ہے اور یہی گجرال ڈاکٹرائن کا تہہ منظر ہے کہ بھارت جنوبی ایشیا کے دیگر ہمسایہ ممالک سے ایک ایک کر کے معاملات کو دوطرفہ مذاکرات اور بات چیت کے نام پر ''الجھائے'' رکھے تاکہ انہیں خطے سے باہر کسی طور اور کسی طرف دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ بھارتی عزائم کا تلاطم جوار بھاٹے کے طلوع وغروب میں ان چھوٹے ہمسایہ ممالک کی ''مت مار'' کر رکھ دے مگر بھارتیہ جنتا پارٹی کے وزیراعظم مسٹر اٹل بہاری واجپائی اپنی خارجہ حکمت عملی کے ذریعے ان ہمسایہ ممالک سے خواہ مخواہ تعلقات خراب کر کے دُور و نزدیک کے دوسرے بڑے ممالک کو خطے میں در آنے کی دعوت دیتے

Marfat.com

رہے جو بھارت کے مفاد میں نہیں۔

جنوبی ایشیا میں بھارت کے مفادات کیا ہیں؟

یہی کہ وہ جنوبی ایشیا میں بالا دست ہو اور خطے کے دیگر چھوٹے ممالک اس کی مرضی اور منشا کے بغیر کوئی سفارتی قدم نہ اٹھائیں!

حاصلِ کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ بھارت نے اپنی خارجہ حکمت عملی کو جن مربوط، منظم اور مستقل اصولوں پر استوار کر رکھا ہے، اسے ڈپلومیسی کی زبان میں بیان کریں تو کہا جا سکتا ہے کہ جنوبی ایشیا میں بھارت کی خارجہ عملی کی یہی تاریخ اور تاویل ہے جس میں اس کے قومی مفادات کا طلوع وغروب ہوتا رہتا ہے۔ کبھی طاقت کا مظاہرہ اور کبھی نرمی کی ادائیں، کبھی گرمی کا لہجہ اور کبھی ''ہم سب ایک ہیں'' کا نعرہ۔ کبھی چھوٹے ہمسایوں سے بزم آرائی، کبھی اپنی من پسند تاویلوں کے تیر چلا کر پروپیگنڈے کے زور پر مطلب براری، ان تمام طریقہ ہائے کار یا پھر طریقہ ہائے واردات کا مطلب ومقصد یہ ہے کہ جنوبی ایشیا میں علاقائی سیادت کا تاج سر پر سجا کر عالمی سیاسیات میں اپنی دھاک بٹھائی جائے۔ یہی بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا مدعا، مقصد اور منظر رہتا ہے۔ نہرو سے اندرا گاندھی تک اور گجرال سے واجپائی تک، سبھی مقتدر افراد اور ان کے افکار اپنی قومی پالیسی کے سلسلے میں یکجا اور یک جان نظر آتے ہیں۔ مقصد ایک ہے، بس طریقے مختلف ہیں اور منفرد بھی، مگر سب اپنے قومی مقاصد کے تحت ہیں۔ اسی لئے کبھی طاقت کے مظاہرے کے جھکڑ چلتے ہیں تو کبھی خوش گفتاری کی ہوائیں۔ گجرال ڈاکٹرائن کے تحت چھوٹے ہمسایہ ممالک سے بنا کر رکھنا بھی ضروری ہے کہ خطے میں امن اور سکون قائم رکھ کر خطے سے باہر یکسوئی سے قومی مفادات کا تحفظ کیا جائے۔

بس اسی لئے دانتوں کے نیچے لوہے کا چنا صرف پاکستان بنا ہوا ہے۔ اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود نظریہ کی پختگی اور عوام وخواص کی الا ماشا اللہ اس سے پُرخلوص وابستگی بھارت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اپنے علاقائی حجم اور وسعت اور بے پناہ وسائل کے باوجود پاکستان کی طرف سے برابر کا جواب اس کے لئے تشویش کا باعث ہے۔ بھارت دھڑلے سے ایٹمی دھماکے کر گزرا کہ اب پاکستان سر اٹھا کر بات نہیں کر سکے گا، لیکن ربِ کریم کے فضل وکرم سے پاکستان کے محب وطن، قابل وماہر سائنسدانوں نے جوابی دھماکوں سے اس کی برتری کی یہ چال ناکام بنا دی۔

Marfat.com

آخر میں یہ کہہ گزروں گا کہ انا کے خول سے نکل کر اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے سماجی اور معاشی انصاف کا اہتمام کریں تو جنوبی ایشیا میں بھارت کو اپنی حدود میں رکھنے کا ایک خودکار نظام قائم ہو کر رہے گا۔ یہ میرا ایمان ہے کہ اگر پاکستان میں داخلی سکون کا مناسب اہتمام موجود ہو تو خارجہ تعلقات کے میدان میں اسے بھارت کے برابر ایک متوازی طاقت کے طور پر قائم رکھنا اور تسلیم کرنا عالمی طاقتوں کی اپنی مجبوری بن کر رہ جائے گی، کیونکہ خطے میں صرف ایک اتحادی پر انحصار سے کسی بھی وقت ان کے اپنے مفادات پر زد پڑ سکتی ہے۔

حوالہ جات

1. Monro, Rossh, "Superpower Rising" *Times*, London, April 3, 1989. p. 6.
2. Norman. D. Palmer, *The indian Political System*, Geory and Allein, 1961, p. 236.
3. Ibid.
4. Ibid
5. Mehta, Jagat, "Forty years of Foreign Policy", New Delhi, Monthly Seminar No. 358, New Delhi, June 1989 p.24.
6. Kaul. T.N. *Reminiscences Discrete and Indiscrete*, New Delhi, Lancer Publishers, 1982. p.178.
7. Vasfi, Ausaf Saied, *A Bully in South Asia*, New Dehli, The Radiance Weekly, June 25, 1989, p.1.
8. Moshahid Hussain, *Indian Perceptions of Pakistan, very Limited Change*, Dhaka, The Courior, May 12-18, 1989, p.28.
9. Metha Jagat, op.cit. p.24.
10. Ibid

۱۱۔ ''محمد علی جناح قائداعظمؒ کے مہ و سال''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۰ء، صفحہ ۲۲۶

Marfat.com

۱۲۔ آغا شورش کاشمیریؒ، ''سوانح (بُوئے گل، نالۂ دل، دُود چراغ محفل)'' لاہور، مکتبہ چٹان، ۱۹۷۲ء، صفحات ۴۹۲-۴۹۳

13. Mehta Jagat, op, cit. P.220.

14. Norman. D. Palmer, op. cit, p.238.

15. Ibid., p.239

16. Kuldip, Nayar, *The India Express,* New Dehli, January 16, 2001.

17. *The Time of India,* New Delhi, October 25, 1965.

18. Philip Talibot and S.L. Poplan, *Indians and Americans,* New York, Aappen's Brothers, 1958. p.68.

۱۹۔ سہ روزہ ''دعوت''، نئی دہلی، (بھارت) ۲۰۰۳

(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم گرما ۲۰۰۳ء)

Marfat.com

بھارتی خارجہ حکمتِ عملی کے اصول

خارجہ حکمت عملی (فارن پالیسی) کسی بھی ملک وقوم کے دیگر اقوام اور ممالک سے باہمی تعلقات، معاملات اور معاہدات کے تحت امور کی انجام دہی کا نام ہے۔ جبکہ امور خارجہ کی انجام دہی میں سفارت کاری (ڈپلومیسی) ایک اہلیت اور فن ہے جس میں اپنے ملکی اور قومی مفادات کو خوش اسلوبی اور خوش بیانی سے ادا کرنا ہوتا ہے۔ تلخ سے تلخ ماحول اور معاملے میں بھی تحمل وتدبر سے صورتحال کو اپنے حق میں کرنے کا حصول مقصود بالذات ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تجارت، باہمی تعلقات نیز دفاع وسلامتی تک کے مسائل کا پلڑا اپنے حق میں رکھنے کی مہارت کا دوسرا نام سفارت کاری ہے۔ جس میں باہمی بات چیت، مذاکرات اور باہمی مفاہمت کی یادداشت (MOUS) بلکہ معاہدات (Treaties) اور سمجھوتے (Accords) تک اس ڈپلومیسی کے نتائج یا برگ وبار قرار دیئے جاتے ہیں۔ ملکوں کے باہمی تعلقات میں محض مفادات کا تحفظ اور حصول باہمی تعلقات کی نوعیت متعین کرتا ہے۔ تاہم کسی بھی ملک وقوم کی خارجہ حکمت عملی کے بنیادی سرچشمے ان کی اپنی تاریخ، جغرافیہ اور داخلی صورت حال کے تقاضوں کے تحت ہوتے ہیں۔ تاریخ کے شعور وادراک، جغرافیائی محل وقوع کی نوعیت اور داخلی صورت حال کی کیفیت اور واقعات صورت حال سے اپنے ملک کے قومی مفادات کی چوکس نگرانی ہی خارجہ حکمت عملی کا لائحہ عمل ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے واضعین (Founders) سے لے کر شارحین اور ماہرین تک تینوں کا متفقہ طور پر کہنا یہ ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی ان کی تاریخ، جغرافیائی ہیئت اور اپنے ملک کے داخلی نفسیات کا اجتماعی ادراک بھی ہے۔ اسے علمی زبان میں ہمیشہ ہندویت (Hinduism) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، تاہم معاصر بھارت کی داخلی سیاسی صورت حال میں اُسے اب ہندتو (Hindutva) کے نام سے بھی متعارف کرایا جارہا ہے۔ یہ ہندویت سے جغرافیائی حصار اور اکثریت کے اقتدار کا عصری تعمل بھی ہے۔ جسے Indianization (بھارتیہ کرن) کہا جاتا ہے۔ یہ مذہبی اقلیتوں کو سیاسی اور ثقافتی طور پر ہضم اور ضم کرنے کا جغرافیائی نام ہے جو امرِ واقع میں اکثریت کا استبداد ہے۔ کوئی ہندتو کے الفاظ سے دھرم اور مذہب کا مفہوم بیان کرتا ہے، کوئی تہذیب وثقافت کے نام سے اجتماعیت پیدا کرنے کا طریقہ ظاہر کرتا ہے اور اسے نظریہ ظاہر وسیع المشربی کے مفہوم میں بھی باور

Marfat.com

کرایا جاتا ہے کہ جس کے جی میں جو آئے، ویسے زندگی بتائے، مگر رہے ہندو سماج اور رواج کے دائرہ میں۔ اس بحث میں پڑے بغیر کہ ہندویت کیا ہے یا ہندتو فی الاصل کیا ہے، بھارت میں راشٹریہ سیوک سنگھ کے بانی ویر ساورکر نے اپنے ہندو راشٹر (مملکت) میں ہندتو کی جو تشریح بیان کی ہے اس کے مطابق:

☆ ''ہر شخص ہندو ہے جو اس بھارت بھومی کا احترام کرتا ہے اور وادیٔ سندھ سے مہاساگر تک اس سرزمین کو اپنے باپ، دادا کی مقدس فادر لینڈ اور ہولی لینڈ تصور کرتا ہے۔ اس زمین کو اپنے مذہب کی اصل اور اپنے عقیدے کا گہوارہ سمجھتا ہے۔''

☆ ''گورو گوالکر نے نے جو آر۔ ایس۔ ایس (راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ) کے سربراہ کی حیثیت میں ہیڈگوار کے جانشین اور ساورکر کے چیلے تھے، اپنی کتاب We or Nationhood Defined میں اس کی وضاحت کی ہے کہ:

مسلمان اور عیسائی ہماری قومی زندگی میں اس وقت تک کوئی مقام نہیں رکھتے جب تک وہ اپنے امتیازی امور کو ترک نہ کر دیں، (ہندو) راشٹر کے دھرم، کلچر اور زبان کو اختیار نہ کریں۔ جب تک وہ اپنے نسلی، مذہبی اور ثقافتی امتیازات (ہندوؤں سے) کو برقرار رکھیں گے، انہیں صرف بیرونی ہی قرار دیا جائے گا''۔[1]

راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کیا ہے؟ اس کی اقلیت دشمنی کی ایک جھلک اور واقعاتی شہادت پاکستان میں براڈ کاسٹنگ کے معمار اولین ذوالفقار علی بخاری (زیڈ۔اے۔ بخاری) نے پیش کی ہے۔ انہوں نے تقسیم ہند کے وقت ممبئی ریڈیو سٹیشن میں اپنے ہندو رفقائے کار بلکہ نجی ہندو دوستوں کے تذکرے میں ایک ہولناک واقعاتی شہادت پیش کی ہے، جس سے آر۔ ایس۔ ایس کی مسلم دشمنی کا عندیہ وعزم بلکہ الاؤ بھی بے نقاب نظر آتا ہے۔ اپنی خودنوشت سوانح ''سرگزشت'' میں زیڈ اے بخاری رقمطراز ہیں کہ:

''تقسیم ہند کے بعد میں ایک مرتبہ کلکتہ کے راستے ڈھاکہ جا رہا تھا۔ کلکتہ کے ایک ہوٹل میں میری ملاقات ممبئی ریڈیو سٹیشن کے ایک ہندو رفیق کار مرڈھیکر سے ہوئی جو مجھے اُس وقت فوراً پاکستان چلے جانے کے لئے زور دیتا رہتا تھا۔ باتوں باتوں میں میں نے مرڈھیکر سے کہا کہ ایک بات آج تک سمجھ میں نہیں آئی کہ تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے تھے کہ پاکستان فوراً جاؤ، اس

Marfat.com

قدر اصرار آخر تم نے کیوں کیا؟ کچھ دیر مرڈھیکر خاموش رہا، پھر کہا کہ لو! اگر سننا چاہتے ہو تو سنو کہ میں تم کو کیوں پاکستان جانے پر مجبور کر رہا تھا۔ میں راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ کا ممبر ہوں۔ اس کی طرف سے مجھے حکم ملا تھا کہ تم کو جان سے مار دوں۔''[۲]

معاصر بھارت میں برسر اقتدار رہی بھارتیہ جنتا پارٹی جو فی الواقع آر۔ایس۔ایس کا ہی سیاسی ونگ ہے، صحیح معنوں میں مسلم دشمنی کو اپنی انتخابی سیاست کا ہندو کارڈ بنا پائی ہے۔ پاکستان، اسلام اور مسلمان دشمنی کے الاوَ اس کی انتخابی مہم کی چِتا رہی۔ گجرات میں گودھرا کے واقعے کے بعد مسلم کش فسادات کی سرکاری حوصلہ افزائی اور پھر صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں ''ہندتو'' کے نعرے تلے کامیابی پر بھارتیہ جنتا پارٹی کا یہ عزم اور اظہار کہ آئندہ گجرات انتخابی تجربے اور ہندتو کو پورے بھارت میں لوک سبھا کے عام انتخابات ۲۰۰۴ء اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں منشور اور موضوع بنایا گیا، ایسا بے معنی اعلان تو نہیں تھا۔ حالانکہ ہندتو کے استعمال اور اشتعال پر عدالتی فیصلہ بھی ہے۔

سابق چیف جسٹس اور ہندتو

بھارت کی عدالت عظمیٰ کے ایک سابق چیف جسٹس جے۔ایس ورما کا احساس ہے کہ انہوں نے ایک مقدمہ میں ہندتو کے بارے میں جو کچھ کہا تھا، کچھ لوگ اپنے سیاسی مقاصد کے تحت اس کی غلط تشریح کر رہے ہیں۔ اپنے ایک مختصر انٹرویو میں انہوں نے اس امر پر افسوس اور خفگی کا اظہار کیا کہ ان کے فیصلے کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھے بغیر بعض سیاسی اور دھارمک گروہ (مذہبی طبقے) اس میں سے صرف اپنے مطلب کی بات نکال کر پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ:

> ''میں نے صرف یہ کہا تھا کہ کسی انتخابی تقریر میں لفظ ''ہندتو'' کا استعمال قانوناً قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ اس کے سہارے مذہبی جذبات بھڑکا کر ووٹ بٹورنا غلط ہے۔ ذاتی طور پر مجھے ہندو یا ہندتو کے الفاظ میں کوئی خامی نظر نہیں آتی بشرطیکہ ان الفاظ کا استعمال سیاسی فائدے کے لئے نہ کیا جائے، مگر بدقسمتی سے اس فیصلے کو سیاسی فائدے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔''[۳]

Marfat.com

زیرِ نظر مضمون میں سرِ دست ہندویت کے افکار اور ان کی تاریخ کے مختلف ادوار سے بھارتی خارجہ حکمت عملی کا مربوط اور مفصل مطالعہ کرنا مقصود ہے تا کہ اُس تاریخی شعور و ادراک کی پرتیں کُھل سکیں پر بھارتی خارجہ حکمت عملی مبنی ہے۔ اسی مطالعہ و تجزیہ سے ہی بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے بنیادی سرچشموں تک رسائی ممکن ہوگی۔ ہندویت کی تاریخ (اتہاس) کی رُو سے دیکھا اور پرکھا جائے تو چار ویدوں یعنی (۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید (۴) اتھر وید کے علاوہ تین کتب ایسی ہیں کہ جن کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ ان پر ہندو مفکرین کا اجماع بھی ہے اور اتفاق بھی کہ ہندویت کا فلسفہ چار ویدوں سمیت ان تینوں کتب پر ہے جن میں ہندو تاریخ کے برعظیم پاک و ہند میں آغاز، ارتقاء اور عروج کے تینوں ادوار کا مکمل احاطہ بھی کیا گیا ہے۔ دیگر دو کتب بھاگوت گیتا اور منوسمرتی ہیں۔

ان کے افکار و تعلیمات کے نفاذ کی عملی صورت ہندو تاریخ کے ادوار میں مطلوب ہو تو پھر اس کی کامیاب، موثر اور منفرد مثال چندر گپت موریہ کے عہد اور اس کے سیاسی مشیر کوٹلیہ (چانکیہ) کے اصول سیاسیات ہیں جس پر ہندو تاریخ اور ہندو کتب کے افکار کا سنگم ہے اور جو آج بھی بھارت کی خارجہ پالیسی کا ماٹو ہے۔ ان تین کتب کے عملی چارٹر کا نام کوٹلیہ (چانکیہ) کی کتاب ارتھ شاستر ہے۔ اس لئے ممتاز ہندو مفکر، کوٹلیہ کے ارتھ شاستر کو بھی شامل کر لیں تو ہندو سیاسی تاریخ اور بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی گہرائی اور گیرائی بلکہ پہنائی تک سے تحقیق و تجزیہ ایک ساتھ مکمل ہو جائے گا۔ کوٹلیہ کی کتاب ارتھ شاستر (اصول سیاست کا مدون مجموعہ) میں چندر گپت موریہ کے لئے اصول حکمرانی اور طریق جہانبانی ہی نہیں، ہندو حکمرانوں کے لئے حکومت کرنے کے طور طریقوں کا عملی چارٹر ہی تو ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہندو فکر کی سیاسی تاریخ میں کوٹلیہ کا نام بطور سیاسی مفکر کے نمایاں ہے۔ اور تو اور بھارت کے دارالحکومت دہلی میں غیر ملکی سفارتکاروں کے علاقے کا نام چانکیہ پوری رکھا گیا ہے جس سے ہندویت کی سیاسی تاریخ اور خارجہ حکمت عملی کا ماضی، حال اور مستقبل بھی باور ہوتا ہے۔

وید کیا ہیں؟

ہندویت کا تمام تر فکر و فلسفہ ویدوں اور ان کی تشریحات اور پنڈتوں کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اس لئے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ مذکورہ بالا چار وید ہی ہندویت کی بنیاد ہیں، جن میں (۱) رگ وید (۲) یجر وید (۳) سام وید اور (۴) اتھر وید کی ترتیب زمانی پائی جاتی ہے۔ اسے ہندوؤں کے ہاں الہامی نوعیت کا مقام

Marfat.com

حاصل ہے۔

ویدوں کی تاریخ

ویدوں کا تعلق اس دور سے ہے جب آریہ قوم وسط ایشیا سے نکل کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئی تھی۔ یہ پندرہ سو قبل مسیح کے لگ بھگ کا زمانہ بتایا جاتا ہے۔ وید سنسکرت زبان میں ہونے کے باعث تقریباً متروک ہو چکے تھے۔ البتہ برطانوی ہند کے عرصہ اقتدار کے دوران مستشرقین نے ان کے جو تراجم انگریزی زبان میں کیے، ان ہی کے باعث یہ علمی دنیا اور خود ہندوؤں کے ہاں متعارف ہوئے ہیں۔ علمی تحقیق و جستجو کا یہ جان کاہ کام مسٹر میکس مُولر اور مسٹر گرفتھ جیسے مستشرقین کا کارنامہ ہے جنہوں نے متروک اور حد درجہ مشکل سنسکرت زبان پر مکمل عبور حاصل کر کے ان کا ترجمہ کیا ان تراجم سے قبل صرف براہمن ہی ان ویدوں کی لفظی تکرار کو اپنا منصب و مرتبہ جانتے تھے، مگر ویدوں میں کیا ہے؟ اس کے بارے میں کوئی بھی کچھ نہ جانتا تھا۔

تاہم خارجہ پالیسی اور موضوع زیر بحث کے بارے میں ان ویدوں میں ہندو ریاست اور ہندو سیاست میں خارجہ حکمت عملی کے کئی ایک اصول اور ضابطے (سدھانت) بیان ہوئے ہیں، جن سے دیگر ممالک اور خصوصاً ہمسایہ ممالک سے باہمی تعلقات میں بناؤ، بگاڑ کی ممکنہ صورتیں سُجھائی گئی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان چار ویدوں میں ہندو خارجہ حکمت عملی کا ایک مکمل عملی چارٹر موجود ہے جو ایک ہندو مملکت کی رہنمائی کرتا ہے۔

ویدوں کے افکار اور خارجہ حکمتِ عملی

چار ویدوں میں خارجہ حکمت عملی اور خاص طور پر دیگر قوموں اور ہمسایہ ممالک سے تعلقات کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے، تو یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوتی ہے کہ:

> ان ویدوں کی تعلیمات میں دیگر قوموں کو مغلوب کرنے، ہمعصروں میں شجاعت و بہادری کی شہرت حاصل کرنے اور دیگر ممالک پر دبدبہ و شوکت کے ساتھ حکمرانی کرنے کی زبردست خواہش پائی جاتی ہے۔[۴]

ان افکار و تعلیمات کی تائید ان کے تاریخی ادوار کی واقعاتی شہادت سے بھی ہوتی ہے کہ بالادستی کے لئے عسکری جارحیت اور پھر مفتوح قوم سے حسن سلوک کے عزائم ہی ان ویدوں کے منتروں (نظموں)

Marfat.com

کے افکار اور معنوی نتائج بلکہ اس کی پیداوار ہیں۔شرط یہ ہے کہ پڑوسی کمزور ہو، پھر اس پر پل پڑنے اور انہیں زیر نگیں کرنے کے عزائم کا رنگ اور عملی ترنگ ان اشلوکوں کی جان ہیں، یعنی کمزور ہمسایہ ممالک (قوموں) پر حملہ زن ہونے اور ان پر بالادستی کے عزائم ہی نہیں بلکہ توسیع پسندانہ اقدامات کا جوار بھاٹا ہے جو ویدوں کے اصل افکار ہیں۔ذیل میں چاروں ویدوں کے اصل متن کے ساتھ خارجہ حکمت عملی کے اصول درج ہیں۔جس سے یہ امر واضح ہوگا کہ بھارت کی خارجہ پالیسی میں ان کے تاریخی شعور کا اثاثہ یا اساس کیا ہے اور ادھر بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے تاریخی ورثہ کی روایت اور اس کے داخلی ماحول کے تقاضوں کے احساس کا تعارف اور ادراک بھی بخوبی ہو جائے گا۔

چار ویدوں میں ہندو خارجہ حکمت عملی کے اصول کیا ہیں؟

اس کا مختصراً مگر جامع ماحصل یہ ہے کہ چاروں ویدوں میں اصولِ جہانبانی اور اساس حکمرانی کے ان پہلوؤں کو تلاش کیا جائے جن کی بنا پر دیگر اقوام اور خاص طور پر پڑوسی ممالک سے باہمی تعلقات کا زاویہ اور زائچہ معلوم ہو سکے۔اس سلسلے میں رگ وید، یجروید، سام وید اور اتھروید میں درج ہندو خارجہ حکمت عملی کے اصول وضوابط اصلاً کیا ہیں؟ توسیع پسندانہ عزائم اور بالادستی کے اقدامات کی عملی تدابیر اور جدوجہد ہندو ریاست کی سلامتی اور بقا کا اصلی گُر قرار پائے ہیں۔جس سے ہندو ریاست عملاً دنیا میں ایک بڑی قوت (مہاشکتی) کے روپ میں ابھر سکے۔ویدوں کا اس سلسلے میں بیان اور زبان حد درجہ جارحانہ عزائم کی مہمیز ہے۔

رگ وید میں خارجہ حکمت عملی

☆ ''اے اِندر! وہ دولت لا، جو مسرت بخشے، فاتح کی دائمی فاتحانہ دولت جو ہماری خوب مدد کرے، جس کے ذریعہ سے ہم دست بدست لڑائی میں اپنے دشمنوں کو دفع کر سکیں''۔(۱۔۸۔۱۔۲)

☆ ''اے اِندر! ہمیں بڑھنے والی شوکت عطا کر، ہم کو وہ قہر اور قوت عطا کر جو قوموں کو مغلوب کرے، ہمارے دولت مند سردھروں کو برقرار رکھ، ہمارے راجاؤں کی حفاظت کر، ہم کو دولت اور خوراک، شریف اولاد کے ساتھ عنایت فرما''۔(۱۔۵۴۔۱۱)

Marfat.com

☆ ''طاقت ور اِندر راجہ نے اپنے حسین رنگ والے (آریہ) دوستوں کے ساتھ مل کر زمین فتح کی، سورج کی روشنی اور پانیوں کو فتح کیا، اِندر ہمارا محافظ اور ہم بے خوف وخطر مال لوٹیں۔''(۱۔۱۰۰۔۱۸۔۱۹)

☆ ''جب اچھے نقشہ کے ساتھ بہادر لوگ فوج کو آگے بڑھاتے ہیں، تو باقاعدہ جنگ میں فتح حاصل کر لیتے ہیں اور شہرت و ناموری کی تلاش میں بڑھتے چلے جاتے ہیں''۔ (۱۔۱۳۲۔۵)

☆ ''اے اِندر! ہم کو بہادرانہ سطوت عطا فرما، آزمودہ کاری اور اس روز افزوں قوت کے ساتھ جو مال غنیمت حاصل کرتی ہے۔ تیری مدد سے ہم سب جنگ میں اپنے دشمنوں کو مغلوب کریں، چاہے وہ اپنے ہوں یا پرائے، ہم ہر دشمن پر فتح مند ہوں۔ اے بہادر! ہم تیری مدد سے دونوں قسم کے دشمنوں کو ختم کر کے خوشحال ہوں۔ بڑی دولت کے ساتھ۔'' (۶۔۱۔۸۔۱۳)

☆ اے اندر! ''مجھ کو اپنے ہمسروں میں سانڈ بنا، مجھ کو اپنے حریفوں کا فتح کرنے والا بنا، مجھ کو اپنے دشمنوں کا قتل کرنے والا بااختیار حکمران اور مویشیوں کا مالک بنا۔''

(۱۰۔۱۶۵۔۱)(۵)

یجروید میں خارجہ حکمت عملی

☆ ''اگنی ہم کو وسیع مکان اور آرام و آسائش بخشے اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے آگے مارتی، بھگاتی چلے، وہ مال غنیمت حاصل کرنے کی جنگ میں مال غنیمت لوٹے، وہ اپنی فاتحانہ پیش قدمی میں دشمنوں کو زیر کرے۔''(۸۔۴۴)

☆ ''اے اگنی! ہماری مزاحمت کرنے والی قوموں کو مغلوب کر، ہمارے دشمنوں کو بھگا دے۔ اے اجیت! دیوتاؤں کو نہ ماننے والے حریفوں کو قتل کر، اور اپنے پجاری کو عظمت و شوکت عطا فرما۔''(۹۔۳۷)

☆ ''جو شخص ہم کو نقصان پہنچانے کی فکر کرتا ہے، جو ہم کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اور جو کوئی ہم پر الزامات لگائے اور ہمیں ایذا دے، اسے تو جلا کر راکھ کر دے''۔(۱۔۸)

Marfat.com

☆ ''اے آگ! تو جس کے شعلے تیری طرح تیز ہو رہے ہیں، ہمارے آگے آگے چل، ہمارے دشمنوں کو جلا دے۔ اے بھڑکتی آگ! جس نے ہمارے ساتھ بدی کی ہے، تو اس کو سوکھی لکڑی کی طرح بالکل بھسم کر دے۔ اے اگنی! اُٹھ ان لوگوں کو بھگا دے جو ہمارے خلاف لڑتے ہیں، اپنی آسمانی طاقت کا مظاہرہ کر۔'' (۱۳۔۱۲۔۱۳)

☆ ''ان (درندوں) کو سلام ہو، وہ ہماری حفاظت کریں، وہ ہم پر رحم کھائیں ہم اس آدمی کو ان کے منہ میں ڈال دیں جس سے ہم نفرت کرتے ہیں اور جو ہم سے نفرت کرتا ہے۔'' (۱۵۔۱۵)

☆ ''اے اِندر! تو کہ اپنی طاقت کے لئے مشہور ہے، مضبوط ہے، زبردست لڑنے والا ہے، فتح و کامرانی کا بیٹا ہے..... بھائیو! اس کے پیچھے پیچھے آؤ، اپنے تئیں بہادروں کی طرح آزاد چھوڑ دو اور اس اِندر کی طرح اپنی شجاعت اور جسارت کا اظہار کرو جو ہمارے دشمنوں کے حواس کو باختہ کرے۔'' (۱۷۔۳۷۔۳۸۔۴۴) (۶)

بھارت کی اسلحہ سازی اور اسلحہ کی خریداری کی دوڑ کا جذبۂ محرکہ بھی انہی تعلیمات کے نتیجے کا حاصلِ حال معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بھارت کے آکاش اور اگنی میزائل کے نام تک ان ہی ویدوں کے منتروں سے ماخوذ ہیں اور طاقت کے حصول (Concept of Power) کی روش بھی ان ہی ویدوں سے مربوط ہے۔

سام وید میں خارجہ حکمتِ عملی

☆ ''اِندر! ہماری مدد کے لئے ایسی کارآمد دولت دے جو ہنرمند، ہوشیار لوگوں پر حکومت کرنے والی ہو ہاں! اے قوت والے ہم کو اقتدار کی دولت دے، اِندر اور پوشن کو ہم دوستی اور خوشحالی کے لئے پکاریں اور مال غنیمت لوٹنے کے لئے۔'' (حصہ اول۔۳۔۱۔۶۱۔۹)

Marfat.com

☆ ''ہم شعراء تجھے پکارتے ہیں تا کہ ہم اپنے لئے دولت اور اقتدار حاصل کریں، اے اِندر!
اے بہادروں کے سردار! لوگ جنگ میں تجھے پکارتے ہیں۔ گھڑ دوڑ میں تجھ کو پکارتے ہیں
عملی آدمی اپنے سچے حلیف پوری تندھی کے ساتھ مال غنیمت حاصل کرے گا۔''
(۳۔۱۔۵۔۲۔۶)

☆ ''جب ہم رس نکالتے ہیں تو اے اِندر، بڑے بہادر! ہم تیری حمد وثنا کرتے ہیں، حتی کہ مال
غنیمت لوٹتے وقت بھی ہمیں خوشحال بنا بڑی ہوشیاری کے ساتھ ہم خاص تیری حفاظت میں
فتح حاصل کریں۔ اے اِندر! ہم تیرا سیدھا ہاتھ پکڑتے ہیں کیونکہ دولت کا مالک تو ہی ہے۔
ہم تجھ سے خزانوں کی خواہش کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم تجھ کو بہادر، مویشیوں کا مالک جانتے
ہیں۔ ہم کو زبردست درخشاں زر و مال عطا فرما۔ لڑائی اور عظمت و بڑائی کے وارث! ہم کو
مویشیوں کے حصے بخش دے۔'' (۴۔۱۔۴۔۴۔۵۔۶)

☆ ''ہماری بیل گاڑیوں کے آگے آگے بہادر سپہ سالار مال غنیمت تلاش کرتا ہوا آگے بڑھتا
ہے۔ اس کی فوج خوشیاں مناتی ہے۔'' (۶۔۱۔۵۔۱)

☆ ''اس کے ساتھ فتح حاصل کرنے کی خوشی میں ہم دشمنوں سے تمام مال و دولت لے لیں۔
ہاں! ہم آدم زاد کی تمام عظمت وشان حاصل کریں۔'' (حصہ دوم۔۱۔۱۔۸۔۳)

☆ ''اِندر کی عنایات قدیم ہیں۔ اس کی حفاظت وحمایت کبھی بند نہیں ہوتی۔ جب وہ اپنے
پجاریوں کو گایوں سے بھرا ہوا مال غنیمت عطا کرتا ہے۔'' (۲۔۱۔۳)(۷)

دُور کیوں جائیں، صرف ۷۰ کے عشرہ میں ہی مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا کر وہاں کی صنعتوں میں لگی مشینری تک نکال کر کلکتہ لے جائی گئی، باقی مال غنیمت کا تو کوئی شمار ہی نہیں ہے۔ ادھر بنگلہ دیش کو پاکستان کے اثاثوں کی تقسیم کے دہندلکے میں دھکیل کر بھارت خود سر پرستی کے محاذ پر گرم ہو گیا۔ یہی بدیہی حقیقت ماضی قریب کا مشاہدہ اور تجربہ بھی ہے۔ جبکہ شیخ مجیب الرحمٰن سے پچیس سالہ معاہدہ دوستی میں مال غنیمت کی لوٹ کھسوٹ تھی، جس کی توثیق شیخ مجیب الرحمٰن کی بیٹی اور بنگلہ دیش کی سابق وزیر اعظم شیخ حسینہ واجد تک نے بھی کی، کہ یہ معاہدہ بنگلہ دیش کی معاشی اور سیاسی خود مختاری کے سودے کے سوا کچھ اور تھا بھی نہیں، جسے تاریخ نے اپنے وقت پر اس کی اصلی صورت میں لا کھڑا کیا ہے۔

Marfat.com

اتھروید میں خارجہ حکمتِ عملی

☆ ''اے منو (غضب کا دیوتا) طاقتور سے زیادہ طاقتور ہو کر ادھر آ اور اپنے غضب سے ہمارے دشمنوں کو ہلاک کر دے۔ دشمنوں کو قتل کرنے والے! تُو ہمارے پاس ہر قسم کی دولت اور خزانے لا۔'' (۴۔۳۲۔۱۔۳)

☆ ''میں پشاچوں (دشمن) کو اپنی قوت سے فتح کروں اور ان کی دولت چھین لوں۔ جو کوئی ہم کو ایذا دے، اسے میں قتل کر دوں اور میرے ارادوں کو کامیابی ہو۔'' (۴۔۳۶۔۴)

☆ ''ہمارے دشمن بے ہاتھ کے ہو جائیں، ہم اس کے ست بازوؤں کو بے کار کر دیں اور اس طرح اے اِندر! ہم ان کی ساری دولت آپس میں بانٹ لیں۔'' (۶۔۶۶۔۳)

☆ ''ان کو بیل کی کھال میں سی دو، ان کو ہرن کی طرح بزدل بنا دو، دشمن بھاگ جائیں اور ان کے مویشی ہمارے پاس آ جائیں۔'' (۶۔۶۷۔۳)

☆ ''ہم اِندر کی مدد سے دشمن کے تمام جمع کئے ہوئے خزانے کو بانٹ لیں اور میں وارونا کے قانون کے مطابق دشمن کے غرور اور شرارت کا سر نیچا کروں۔'' (۷۔۲۔۹)

☆ ''قلعہ شکن، دولت کے مالک اِندر نے دشمنوں کا ناس کر دیا اور بجلی کی سی کڑک کے ساتھ داسیوں (غیر آریوں) کو مغلوب کر لیا۔ اس نے اپنی قوت، اپنی ہر ایک پر غالب آنے والی جرأت، اپنی حیرت انگیز مہارتِ فن سے بد باطن داسیوں (ہندوستان کے اصلی باشندوں) کو کچل ڈالا۔ اس نے سونے کے خزانے فتح کئے، اس نے داسیوں کو تہس نہس کر دیا اور آریہ نسل کے لوگوں کو محفوظ کر دیا۔'' (۲۰۔۱۱۔۱۔۶۔۹) (۸)

داسیوں (غلام) کا لفظ ان لوگوں کے لئے استعمال ہوا ہے جو دراوڑ، گونڈ اور بھیل نسل کے کالے لوگ ہیں اور ہندوستان کے اصل باشندے تھے۔ انہیں فاتح اور جارح آریاؤں نے جنگلوں اور پہاڑوں میں دھکیل دیا۔ جنوبی بھارت کے چھ صوبوں (ریاستوں) میں آباد آدی باسی قبائل اور درجِ فہرست ذاتیں (شیڈولڈ کاسٹس) ہیں جو آج بھی شمالی ہند کے گورے برہمنوں کے زیرِ نگیں ہیں یا پھر اچھوت (Untouchable) کہلاتے ہیں یعنی چھونے کے لائق تک نہیں ہیں۔ معاصر بھارت میں اب سے پہلے یہ ہریجن اور اب دِلت کہلاتے ہیں، جن کی سیاسی پہچان

Marfat.com

''بہوجن سماج'' زیادہ اکثریت کے لوگ کہے جارہے ہیں، مگر عملاً یہ صدیوں سے برہمنوں کے غلام درغلام ہیں۔ یہاں تک کہ تقسیم ہند سے پہلے اور بھارت کے آئین نویس ڈاکٹر بھیم راؤ امبید کر سے لے کر مس مایاوتی (یوپی کی وزیراعلیٰ) رام ولاس پاسوان (وزیرِ مواصلات) اور بی جے پی کے سابق صدر بنگارو لچھمن تک دلت اور اچھوت طبقوں کے نمائشی گُڈے (Show Boys) اس میں شامل ہیں۔ مگر اصل میں یہ ہیں کون؟

بھارت میں جدید ترین تحقیق بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ:

☆ ''بھارت کی آبادی میں آدی باسی اور قبائلی لوگ ساخت میں ہندو آبادی سے الگ ہیں۔'' جبکہ

☆ ''یہ قبائل، ہندو سماج سے زیادہ قدیم ہیں۔ دراوڑ قبائل بھارت میں یورپی آریوں کے آنے سے پہلے پورے بھارت میں پھیلے ہوِئے تھے۔ سب سے زیادہ لوگ شمال مشرق کی جانب سے بھارت میں آئے۔''

☆ ''آسٹرو، ایشیائی خاندان کی گولڈ بھیل، مُنڈا ذاتیں بھارت کے سب سے قدیم باشندہ ہیں جو لگ بھگ پچپن ہزار سال سے بھارت میں ہیں، جبکہ آریہ صرف ساڑھے تین ہزار سال پہلے ہندوستان آئے۔ آریوں کے آنے کے بعد جب ذات پات کے نظام کی تعمیر ہورہی تھی، اس دور میں اس نظام میں وسطی ایشیا مغربی ایشیا کے لوگوں کو جذب کرلیا گیا۔ اعلیٰ ذات کے آریوں اور وسطی ایشیائی لوگوں میں زیادہ میل جول ہوا۔ اور یہ دونوں جسمانی ساخت کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ وسطی ایشیائی لوگوں کا دراوڑ لوگوں سے اختلاط کم ہوا ہے۔'' (۹)

بھاگوت گیتا

بھاگوت گیتا مہابھارت کا حاصلِ کتاب ہے۔ گیتا، گیت (گانا) کے معنوں میں مستعمل ہے۔ لغوی اور معنوی ہر دو اعتبار سے بھاگوت گیتا کا مطلب ہے ''خدا کا گانا''؟ تاریخی اعتبار سے یہ اس دور کی کتاب ہے کہ:

Marfat.com

☆ ''جب شمالی ہند پر آریوں کا مکمل تسلط و غلبہ قائم ہو چکا تھا اور تفوق و برتری کے لئے آریوں ہی کے دو خاندانوں (کوروؤں اور پانڈوؤں) میں باہمی کشمکش اور حصولِ اقتدار کے لیے جنگ ہو رہی تھی۔''(۱۰)

بھاگوت گیتا اصل میں میدانِ جنگ میں دُو بدو فوجوں کی کیفیت میں شری کرشن جی مہاراج کا رزمیہ خطاب (اُپدیش) ہے، جس کے مخاطب ان کے چیلے (مرید) ارجُن ہیں۔ یوں تو اس کتاب میں ہندو فلسفہ اور تصوف کے بیسیوں مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں، لیکن اس کا مرکزی نقطہ جنگ، آمادگی و پیکار اور جنگی جنون پیدا کرنا ہے اور یہ

☆ ''ایک پست ہمت سپاہی کو جنگ پر ابھارنے اور اس کے خون ریزی سے بیزار دل میں جنگ و جدل کا شوق بیدار کرنے کی کوشش کا شاہکار ہے۔''(۱۱)

بھاگوت گیتا میں دشمن سے سلوک اور اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے عندیے اپنے عروج پر ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہندوؤں میں عقیدہ اور عقیدت کے اعتبار سے اس کتاب کو جو درجہ اور قبولیت حاصل ہے، اس کی بنا پر توسیع پسندانہ عزائم کے لئے ان کے اپنے نام پر اور کام کی وجہ سے یہ بھاگوت گیتا گویا خدائی کلام اور الہامی گیت کے درجے پر ہندو حکمرانوں کو جو مہمیز لگاتی ہے وہ دوسری قوموں کے بارے میں ان کے تاریخی پس منظر کے موروثی ورثہ کا ایک وسیع و عریض سرچشمہ ہے۔ کیا توسیع پسندانہ اقدامات اور رزم آرائی کہیں ہندویت کا مذہبی فلسفہ تو نہیں؟ بلکہ توسیع پسندانہ عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے ہوسِ ملک گیری کے اقدامات بھی اس کے مسلک و مزاج کا داعیہ تو نہیں کہ حالتِ جنگ میں کرشن جی مہاراج کے سچے پیرو کے لئے کیا جنگی جنون ہونا چاہئیے؟ یہی جنگی جنون ہی دراصل ہندویت ہے جسے مذہب کہنا فی نفسہ مذہب کی تذلیل ہے۔ یہاں تک کہ بھارت کے جدید ترین فوجی ٹینک کا نام ''ارجُن'' ہی تو ہے بھاگوت گیتا میں ارجُن کے رحمدلانہ جذبات (مذہب) پر کرشن جی مہاراج جس طرح کی مذہبیت کا جوشیلا درس (اپدیش) ارشاد فرماتے ہیں، وہ بھاگوت گیتا کے ابتدائیہ اور اس کے اصل متن سے واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

مدمقابل ملک، قوم یا دشمن کے بارے میں مذہبی جنون کی حد تک عزائم اور ارادے کیا ہوتے ہیں؟ ذیل کے اقتباسات کا انتخاب ہندو خارجہ حکمت عملی کے تاریخی ورثہ اور اس کے داخلی ماحول کے تقاضوں کو بھی پوری شرح و بسط کے ساتھ واضح کرتا ہے۔ یہی بھاگوت گیتا کے حقیقی افکار ہیں اور یہی ہندو

Marfat.com

خارجہ حکمت عملی کے تاریخی ورثہ کے آئینہ دار ہیں۔

کرشن جی کے چیلے (مرید) اور پانڈوؤں کے سردار ارجُن نے کوروؤں سے جنگ ناگزیر جان کر (مشتعل ماحول میں بھی) جنگ اور خوں ریزی سے بچنے کے لئے نرم دلی اور عزیز و اقارب کی تباہی سے روگردانی کا مدعا بیان کیا اور کرشن جی سے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ:

☆ ''مہاراج! دیکھو تو سہی، ہم شاہانہ عیش کے لالچ سے اپنے عزیزوں کو مارنے کھڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے بڑا پاپ (گناہ) کرم (کرنے) کی تیاری کی ہے۔ تو میرے لئے یہ زیادہ بہتر ہوگا کہ اپنے ہتھیار پھینک دوں۔ انہیں (کوروؤں کو) کچھ روک ٹوک نہ کروں اور ہتھیار بند کر دوں خواہ یہ مجھے میدانِ جنگ میں مار ڈالیں۔'' (ادھیائے ۱۔ اشلوک ۲۸۔۴۶)

ارجُن کے ان لطیف احساساتِ انسانی کو کرشن جی مہاراج نے غصے سے سُنا اور پھر سرزنش سے فرمایا کہ:

☆ ''ہے ارجُن! اس نازک موقع پر تیرے من میں یہ غلط خیال کہاں سے آیا؟ جس طرف اعلیٰ انسانوں نے کبھی توجہ نہیں کی اور جو ذلیل حالت میں پہنچانے والا اور بدنامی کا باعث ہے؟ ہیہاتھ! ایسا نامرد نہ بن۔ یہ تیری شان کے شایان نہیں۔ دل کی کمزوری چھوڑ اور کھڑا ہو جا!'' (۲۔۲۔۳)

بھاگوت گیتا میں خارجہ حکمت عملی

کرشن جی مہاراج کے اس پورے خطاب (اپدیش) میں بھاگوت گیتا میں فلسفہ ''گیان و عرفان'' کی تصریحات کا بھی ایک پرتو ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

☆ ''حالانکہ کسی کی جان جائے یا رہے، گیانی (عالم) اس کا کچھ افسوس نہیں کرتے۔ جس طرح جسم میں رہنے والی (روح) کو اسی جسم میں بچپن، جوانی اور بڑھاپا حاصل ہوتا ہے اسی طرح آئندہ (دوسرے جنم میں) دوسرا جسم بھی ملا کرتا ہے۔ اس لئے گیانی لوگ اس بارے میں کچھ موہ (فکر) نہیں کرتے۔'' (ادھیائے ۲۔۱۱۔۱۳)

دشمنوں سے سلوک اور حالتِ جنگ میں رحم دلانہ جذبات پر کرشن جی کا اپدیش (فرمان و خطاب)

Marfat.com

یہ ہے کہ:

☆ ''سب کے جسموں میں رہنے والی جسم کی مالک آتما (روح) کو کبھی کوئی نہیں مار سکتا، اس لئے اے بھارت! کسی جاندار کے لئے افسوس کرنا تجھے مناسب نہیں۔''

(ادھیائے ۲۔۱۱۔۱۳)

اپنے ملک کے لئے برسر جنگ ہونے بلکہ رہنے اور اس سے شہرت اور دولت کے حصول پر کیا یہ گیتا کا ارشاد ہے کہ تصوف، فلسفہ ہے کہ خارجہ حکمت عملی؟

سچ تو یہ ہے کہ متن کے بین السطور میں طبلے کی سنگت ہی نہیں، طبلِ جنگ بھی شامل حال ہے!

☆ ''ہے ارجُن! یہ جنگ ایک سورگ (جنت) کا دروازہ ہے جو تیرے لئے خود بخود کُھل گیا ہے۔ ایسا موقع کشتریوں (بہادر فوجیوں) ہی کو ملا کرتا ہے۔ لہذا اگر تو اپنے دھرم کی پیروی میں جنگ نہیں کرے گا تو اپنے دھرم اور شہرت دونوں کو برباد کر کے پاپ (گناہ) جمع کرے گا۔ بلکہ سب لوگ تیری کبھی نہ ختم ہونے والی مذمت کی ہجو کریں گے۔ یہ مذمت اور ندامت بلکہ بدنامی انسان کے لئے موت سے بدتر ہے۔'' (۲۔۳۲۔۳۴)

☆ ''اگر فتح یاب ہوا تو دنیا کے راج بھوگے گا (مزے اور لطف اٹھائے گا) اس لئے جنگ کرنے کا مستقل ارادہ کر کے اٹھ۔'' (۲۔۳۵۔۳۷)(۲)

☆ ''علاوہ بریں اگر تو اپنے دھرم کی طرف بھی دیکھے تو اس وقت ہمت ہارنا تجھے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ دھرم کی رُو سے حق بجانب جنگ سے بڑھ کر اور کوئی بات کشتری (فوجی بہادر) کے لئے بھلائی کی نہیں ہوسکتی۔'' (۲۔۳۱)

☆ ''.....اس لئے تو اٹھ! نیک نامی حاصل کر اور دشمنوں کو مغلوب کر کے وسیع سلطنت کا لطف اُٹھا میں نے انہیں پہلے ہی مار دیا ہے۔'' (۱۱۔۳۲۔۳۴) (۱۲)

ایسا لگتا ہے کہ بھاگوت گیتا کے اشلوک معاصر بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا منشور ہیں۔ جس میں اسلحہ کے انبار، ہمسایہ اور اپنے مخالف ممالک کو بدنام کرنے کی سفارتی مہم اور ہمسایہ ممالک کے داخلی معاملات میں تخریب کاری کی حد تک کا کاروبار بھی شامل ہے۔ تاکہ ہمسایہ ممالک بھارت کے ڈر اور شر سے دبکے رہیں تو خیر، نہیں تو انہیں دبوچ لیا جائے گا۔ سفارت کاری کی جدید زبان میں اسے ''گجرال ڈاکٹرائن'' کہتے ہیں۔

Marfat.com

ہمسایہ ممالک کوایک ایک کرکے Deal کیا (نبٹا) جائے تا کہ بھارت علاقائی ماحول سے فارغ اور یکسو ہوکر عالمی طاقت بننے کی طرف گامزن ہو سکے جس کا آغاز وعندیہ سلامتی کونسل میں مستقل نشست کے حصول کی پالیسی ہے۔

ویدک عہد کے صدیوں کے تاریخی عرصہ اور ہندویت کی مقدس کتب (چاروید، اور بھاگوت گیتا) کے فکری ورثہ سے ہندویت میں مذہبیت اور خارجہ حکمت عملی کے دونوں پہلو بیک وقت زیر بحث لانے سے ہندوتہذیب کے ارتقاء اور اقتدار کی تاریخی جھلک کا روپ بھی نکھر کر سامنے آ گیا ہے۔

اوراب آتے ہیں ہندویت کے فروغ اور ہندوستان پر مکمل غلبہ کے تاریخی دور کی طرف، جسے ہندویت کی تاریخ میں قانونی عہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اسی دور کی ایک کتاب کا مقام بھی ایسا ہے، جو اپنی مدون صورت کے باعث ہندویت میں تقدس کا درجہ رکھتی ہے اور وہ ہے منومہاراج کی منوسمرتی ! ممتاز دینی مصنف مولانا سید مناظر احسن گیلانی حضرت نوح علیہ السلام کو منو قرار دیتے ہیں۔ ہندویت کے ایک نامور مسلم سکالر شمس نوید عثمانی نے بھی ہندوؤں کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم قرار دیا ہے یہاں تک کہ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اجودھیا کو جودی قرار دیا ہے جہاں حضرت نوحؑ کی کشتی آ کر رُکی تھی۔تاہم الہامی تحریک اور سامی تاریخ میں بہرحال بت پرستی حضرت نوحؑ کے بعد ہی شروع ہوئی ہے، جو تمام انبیاء کرام کے راستوں کے پتھر ہیں۔تاہم ہندوؤں کی تاریخ (اتہاس) کے مطابق یہ بت پرستی بڑی قدیم ہے، گویا بھارت کی تاریخ وتہذیب کی طرح!

منوسمرتی

☆ ''منو کوشل خاندان کا بادشاہ تھا جس نے ہندو قوم کے لئے ۸۸۰ قبل مسیح میں ایک قانون کا مجموعہ وضع کیا جسے منو، شاشتر (منظّم ومربوط قوانین کا فلسفہ) بھی کہتے ہیں۔''[۱۳]

منوسمرتی دراصل ہندوؤں کے اجتماعی قوانین کا ایک مدون مجموعہ ہے۔اس کا تعلق اس تاریخی دور کی مکمل تصویر پیش کرتا ہے جب ہندوستان پوری طرح آریہ ورت اور ہندو راشٹر بن چکا تھا، جو آج کل کی بھارتی سیاست میں احیائی سوچ ''ہندتو'' جدید نام ہے یعنی قدیم بھارت ''ہندی، ہندو، ہندوستان'' بن چکا تھا۔غیر آریہ قوم (شودر) کی طاقت ومزاحمت دم توڑ چکی تھی اور اس ملک پر آریہ تہذیب اپنے جوبن بلکہ پورے عروج پر تھی۔بہرحال یہ امر زیادہ توجہ طلب ہے کہ ہندو سیاسی تاریخ میں عملاً یہ حقیقت ریکارڈ پر ہے کہ:

Marfat.com

☆ ''منوشاشتر یا منوسمرتی کے احکامات وقوانین ہندو قوم اور سلطنتوں میں چودہ سو سال سے معمول پہ ہیں۔''[14]

جب کہ یہ حقیقت اپنی جگہ واضح ہے کہ یہ قوانین ہندو معاشرہ اور سلطنت کے استحکام کے لئے تاریخی تسلسل اور روبہ عمل ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی تقدیس کا درجہ بھی رکھتے ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں درج قوانین اور اصول ویدوں کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔

☆ ''ویدوں کی تعلیمات اور ان کے مابین وہی رشتہ ہے جو جسمِ انسانی اور روحِ انسانی کے مابین پایا جاتا ہے۔''[15]

گویا ویدوں کی تعلیمات اگر نظریات وافکار ہیں، تو ان کی عملی صورت اور نفاذ کے لحاظ سے منوسمرتی اس کا لائحہ عمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ہندویت کا دستورِ حیات بھی ہے اور دستور العمل بھی! اس نقطہ نظر سے جائزہ لیا جائے تو ویدک عہد سے لے کر عملاً قانونی عہد تک کی ہندو تاریخ اور اس کے تہذیبی ارتقاء کا حاصل بلاشبہ منوسمرتی کو قرار دیا جا سکتا ہے! جبکہ ہندو خارجہ حکمت عملی کے سلسلے میں منوسمرتی پر ہی توجہ مرکوز رکھ لی جائے تو مطلوبہ مطالعہ کا حصول اور زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ اس لئے منوسمرتی کے افکار اور قوانین پر اصولاً زیادہ انحصار کرنا چاہیئے۔ بدیں وجہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ منوسمرتی ہندویت کی اولیں مربوط اور مدون کتاب ہے جس سے ان کی ''بھگتی اور شکتی'' (Devotion & Worldly Power) کا بیک وقت نظریاتی اور نظری مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بارے میں خود ہندو محققین کا کہنا یہ ہے کہ:

☆ ''جو منو کہتا ہے، صحیح ہے اور جو منوسمرتی کے خلاف ہے، وہ معتبر نہیں ہے''۔[16]

اگر منوسمرتی میں ہندو ریاست وسیاست کے اصول وضوابط کے اس رُخ کو دیکھا جائے جس میں دیگر قوموں اور ہمسایہ ممالک سے تعلقات اور خارجہ حکمت عملی پر بحث کی گئی ہے، تو اس بارے میں منوسمرتی کی تصریحات اور قوانین، ہندو خارجہ حکمت عملی کے چھ نکات بڑی واضح زبان اور عملی بیان کے ساتھ کھل کر سامنے آتے ہیں، جسے ہندو ورثہ کے تاریخی تسلسل اور بھارت کے داخلی ماحول کے روایتی تعمل کا عکاس بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ان چھ نکات کو ہندو خارجہ حکمت عملی کا فکری اور تاریخی نچوڑ کہنا زیادہ مناسب ہے اور یہی تقاضائے ہندوازم بھی ہے جسے معاصر بھارت میں اب ہندتو کے نام سے متعارف کرایا

Marfat.com

جارہا ہے۔ یہ کس طرح کی پالیسی ہے؟ اسے ماضی اور حال سے مربوط کر کے سامنے رکھیں تو پھر یہ معاصر بھارت کا ماضی ہے کہ حال، مستقبل ہے یا مستقل صورتحال۔ آیئے اسے منوسمرتی سے دیکھیں تو!

منوسمرتی میں خارجہ حکمت عملی

☆ ''روئے زمین کے جو حکمران ایک دوسرے کو نیچا دکھانے (مغلوب کرنے یا قتل کرنے) کی خواہش سے اپنی تمام قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور کبھی منہ نہیں موڑتے، وہ مرنے کے بعد سیدھے جنت میں جاتے ہیں۔'' (۷۔۸۹)

☆ ''جس راجہ (ہندو حکمران) کی فوجیں ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتی ہیں، اس سے تمام دنیا خوف زدہ رہتی ہے۔ بس ایسے راجہ (ہندو حکمران) کو اپنی مستعد فوج کے ساتھ تمام مخلوقات کو اپنا تابع فرمان بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔'' (۷۔۱۰۳)

☆ ''اس طرح فتح کی تیاری کرنے کے بعد اپنے تمام مخالفین کو یا تو صلح و رضا کے ساتھ اپنا تابع فرمان بنانا چاہیئے یا (اگر وہ بخوشی اطاعت قبول نہ کریں تو) دوسرے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں یعنی رشوت، جوڑ توڑ اور جنگی صلاحیت۔'' (۷۔۱۰۷)

☆ ''کامیابی کے ان چاروں ذرائع میں سے عقلمند لوگ سلطنت کی توسیع کے لئے صلح و رضا اور جنگی (فوجی) قوت کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔'' (۷۔۱۰۹)

☆ ''اس طرح راجہ جب دھرم کے مقرر کئے ہوئے فرائض ادا کرے، تو اس کو ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو ابھی تک اس کے قبضہ میں نہ آئے ہوں اور اپنے مقبوضہ علاقوں کی خوب حفاظت کرنی چاہیئے۔'' (۹۔۲۵۱)

☆ ''(دھرم کے مطابق کام اور عمل کرنے والے) راجہ (ہندو حکمران) کا خاص فرض ہے کہ وہ ممالک فتح کرے اور جنگ سے کبھی نہ ٹلے۔'' (۱۰۔۱۱۹)[17]

منوسمرتی کے دیئے گئے ان اصولوں اور ہدایات کو دیکھیں تو یہ بات سمجھنے کے لئے عقل کی کوئی زیادہ مقدار درکار نہیں ہے کہ اسلحہ کی تیاری، اسلحہ کی خریداری کے بعد ہمسایہ ممالک سے مشتعل اور مضمحل تعلقات کی

Marfat.com

ناگواری اس کے بالادستی عزائم کا جوار بھاٹا ہے۔ یہی بھارت کے معاصرانہ اقدامات کا عملی نقشہ بھی ہے۔ برعظیم پاک و ہند پر مسلم عہد کے کم وبیش ایک ہزار سال اور پھر برطانوی ہند کے عہد غلامی کے بعد، ہندو قوم کو صدیوں بعد یہ بھارت ملک ملا ہے جس میں وہ اپنے تاریخی افکار اور ادوار، دونوں سے رہنمائی حاصل کر کے اصول حکمرانی اور انداز جہانبانی پر عمل پیرا ہیں۔ تاہم منوسمرتی کے ادھیائے (رہنما اصول اور عملی طریقے) کا مطالعہ کرنے سے یہ امر پایہ تکمیل کو پہنچا کہ منوسمرتی بھی ہندو سلطنت کے لئے توسیع پسندانہ عزائم اور بالادستی کے اقدامات کا فکری اثاثہ اور عملی چارٹر ہے۔ جس میں دیگر ممالک کی تسخیر اور ان پر غلبہ وتسلط، گویا ایک مذہبی فریضہ اور بقائے قوم اور استحکام سلطنت (ہندو) کی ایک طے شدہ حکمت اور مصلحت ہے۔ بلکہ کھلے الفاظ میں یہی دراصل ہندویت (Hinduism) یعنی ہندوتو (Hindutva) ہے جسے خارجہ حکمت عملی کے قومی مفادات کے تحت قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہی منوشاشتر ہے جس میں ہندو سلطنت اور حکومت کو دوام اور استحکام بخشنے کے گُر اور رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں جس پر ہندو فضلا کا اجماع اور پھر متفقہ فتویٰ کہ جو منو کہتا ہے، وہی صحیح ہے اور باقی سب غلط ہے، اس سب کچھ کا نچوڑ ہے۔ اس کی معنوی بلاغت کا ہندو عندیہ سمجھنے کے لئے مزید کسی دلیل اور شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے حالانکہ

☆ ''ہندو لٹریچر میں اٹھارہ کے لگ بھگ اور بھی سمرتیاں ہیں جن کا تذکرہ ملتا ہے۔''[18]

ان کے مصنفین میں منو کے علاوہ یاگیہ دلکیہ اور پراشد نارد سمرتی اور بودھائن سمرتی کے نام بھی ملتے ہیں، مگر منو کی سمرتی کو تقدس کا حتمی درجہ کیوں حاصل ہے؟

وجہ ظاہر ہے کہ صرف منوسمرتی میں ہندو سلطنت کی توسیع، دیگر ممالک کی فتح وتسخیر اور ہمسایہ ممالک اور حریف قوموں کو نیچا دکھانے کی خواہش اور ملک گیری کی ہوس کے لئے ایک مربوط، منظم اور مسلسل لائحہ عمل پیش کیا گیا ہے جسے تجرباتی اعتبار سے سدا بہار طریقۂ واردات ہونے کا شرف بھی حاصل ہے وگرنہ: ''دیگر سمرتیوں اور منو کی سمرتی میں کچھ زیادہ فرق بھی نہیں ہے۔''[19] حالانکہ باقی ۱۸ سمرتیاں بھی یہی اصول دیتی ہیں۔

کیا یہی ہندویت کا تاریخی اور فکری ورثہ ہے؟ فارسی زبان کا ایک مصرع یہاں کام دے گیا ہے کہ

ع ایں خانہ تمام آفتاب است

تاہم ایک مدبر اور مصنف اور بھی ہے جو ہندویت کی مقدس کتب کے افکار اور اس کی تاریخ کے

Marfat.com

ادوار کی تاریخی پہچان ہے۔ یہ بذات خود قانونی عہد کی ایک یادگار اور قابل ذکر ہستی ہے جسے ہندو مدبرین ہمیشہ اپنے بابائے سیاست کے طور پر مانتے اور جانتے ہیں۔ وہ ہیں چانکیہ (کوٹلیہ) اور ان کا ارتھ شاشتر! اس کا تقدس مذہبی نہیں مگر عملی اور فکری ضرورت ہے کہ اس کا جائزہ لئے بغیر ہندو یت کی خارجہ حکمت عملی اور سیاست کا تذکرہ یقیناً ادھورا رہے گا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا، اس چانکیہ کے نام پر موجودہ بھارت کی راجدھانی نئی دہلی کے سفارتی علاقے کا نام چانکیہ پوری اسی مفکر سے منسوب ہے اور یوں اس مفکر کو خراجِ عقیدت (شردھانجلی ارپد) پیش کیا گیا ہے۔

ہندویت کی سیاسی تاریخ اور چانکیہ

علمی نام چانکیہ، قلمی نام کوٹلیہ جبکہ اصلی نام وشنو گپتا ہے۔ یہ چندر گپت موریہ کی شہنشاہی میں وزیر اعظم ہو گزرے ہیں۔ یہ سچائی کا دور دورہ کہا جاتا ہے۔ ان کا تعلق بھی برہمن خاندان سے تھا۔ یہ بادشاہ کم اور بادشاہ گر (King Maker) زیادہ مشہور ہیں۔ اس کا اندازہ اس امر سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ نندہ خاندان کی تباہی کو چندر گپت موریہ کی شہنشاہی میں بدلنے کی پسِ پردہ اور اصل محرک شخصیت کوٹلیہ ہی ہیں جنہیں شہنشاہ کا وزیر اعظم کم اور استاد زیادہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اپنے تین ناموں کی طرح اُن کے افکار و کردار کا آئینہ (ارتھ شاشتر) بھی ''سہ رُخی تصویر'' کی جھلک دِکھاتا ہے۔ شاید یہی سبب ہو کہ انہوں نے عام طور پر اپنا نام کوٹلیہ تحریر کیا ہے جس کے معنی مکار اور عیار کے ہیں۔''[۲۰]

ان کا شاستر کیا؟

سنسکرت میں شاشتر کا مطلب ہے منظم و مربوط قوانین کا فلسفہ یا مجموعہ!

ارتھ شاستر

یہ کتاب لگ بھگ ۳۰۔۳۲۱ قبل مسیح کی ہے اور اس میں امورِ مملکت، عنانِ سلطنت اور ہندو حکومت کی شعبہ جاتی تنظیم و تقسیم کے اصول و ضوابط دیئے گئے ہیں۔ ۱۵۰ ابواب پر مشتمل یہ مجموعہ اپنے طور پر ایک موثر اور منظم حکومت کے لئے رہنما اصول اور اس کے طریقے بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ جس میں:

☆ حکمران کے فرائض

Marfat.com

☆ وزراء کی ذمہ داریاں اور خاص طور پر خارجہ حکمتِ عملی کے اصول بڑی صراحت اور وضاحت کے ساتھ مدون کئے گئے ہیں۔

☆ نظم مملکت کے سلسلے میں: داخلہ، خارجہ، سول، فوج، تجارت، مالیات اور عدلیہ وغیرہ کی تقسیم کار کے اصول پر سیر حاصل رہنمائی دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اس میں اوزان و پیمائش اور نظام الاوقات کے جدول اور دفاتر اور چھاؤنی کے معمولات کے شیڈول تک بیان کئے گئے ہیں۔

ہندویت کی سیاسی تاریخ کا یہ واحد سیاسی مفکر بلاشبہ شہ دماغ ہوگزرا ہے۔ ۱۹۰۵ء کے لگ بھگ میسور دربار کے تعاون سے ڈاکٹر شام شاستری نے اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا جس کا مکمل متن میسور دربار ہی نے بعد ازاں ۱۹۰۹ء میں شائع کیا۔ اس نایاب کتاب میں ہندو خارجہ حکمتِ عملی اور خاص طور پر ہمسایہ ممالک، دشمن اور برسرِ پیکار قوموں سے برتاؤ کے اصول بطور ضابطۂ ہدایت بیان کے گئے ہیں۔ ان کا ملخص یہ ہے:

☆ ''حصول اقتدار اور ملک گیری کی ہوس کبھی ٹھنڈی نہ ہونے پائے۔''

☆ ''ہمسایہ ممالک سے وہی سلوک روا رکھا جائے جو دشمن سے رکھا جاتا ہے اور تمام ہمسایوں پر ہمیشہ نگرانی رکھی جائے۔''

☆ ''غیر ہمسایہ ممالک سے دوستانہ تعلقات استوار کئے جائیں۔''

☆ ''جن ممالک سے دوستی قائم کی جائے، ان سے تعلقات میں ہمیشہ اپنا مفاد مقدم رہے اور مکارانہ سیاست کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔''

☆ ''دل میں رقابت کی آگ ہمیشہ مشتعل رکھی جائے، ہر حیلے بہانے سے جنگ کی چنگاریاں سلگائی جاتی رہیں، جنگ کی صورت میں انتہائی تشدد سے کام لیا جائے، حتی کہ خود اپنے شہریوں کی مشکلات کی پروا تک نہ کی جائے۔''

☆ ''دشمن ممالک میں مخالفانہ پراپیگنڈہ، تخریبی کاروائیاں، ذہنی اور فکری انتشار پیدا کرنے کی مہم جاری رکھی جائے۔ ان ممالک میں اپنے آدمی (جاسوس) ناجائز طریقے سے داخل کئے جائیں اور یہ سب کام تسلسل سے کیا جائے۔''

Marfat.com

☆ ''رشوت اور دیگر اسی نوعیت کے حربوں سے ان ممالک سے اقتصادی جنگ جاری رکھی جائے اور دوسرے ملکوں کے موثر آدمیوں کو خریدنے کی کوشش کی جائے۔''

☆ ''امن کا خیال تک دل میں نہ لایا جائے، خواہ ساری دنیا تمہیں اس پر کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرے۔''[۲۱]

فی الجملہ یہ کہ ہندویت کی مقدس کتب کے افکار اور اُس تاریخ کے ادوار سے یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوتی ہے کہ ہندویت گویا ایک سیاسی تحریک ہے، جو اپنے علاقائی وجود اور جغرافیائی شہود سے دیگر ممالک، مذاہب اور اقوام پر چھا جانے اور انہیں کھا جانے کا نام ہے۔ دورِ جدید میں ڈپلومیسی کے محاذ اور دفاع و سلامتی کے نام پر جدید ترین اسلحہ کے انبار اس کا بدیہی ثبوت ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ٹھیک فرمایا ہے کہ

ع عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

اور یہی بھارتی خارجہ حکمت عملی کی تاریخ اور اس کے معنوی رویے کا حاصل بھی ہے۔ غیر جانبدار بھی اور جانبدار بھی! ماسکو کے ساتھ ساتھ واشنگٹن بھی! روس سے مشترکہ دفاعی دوستی کا معاہدہ بھی ہے اور امریکہ کا تزویراتی (Strategic Partner) بھی اسے کہتے ہیں۔

ع روبل کی مار دھاڑ میں ڈالر بھی ہے شریک

حاصلِ کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ بھارت کی خارجہ پالیسی اپنے ماضی سے مربوط ہے۔ خاص طور پر ہندو مقدس کتب کے افکار اور ہندوؤں کی اپنی تاریخ کے ادوار سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آئی ہے کہ ہندو حکمرانوں کی خارجہ حکمت عملی کی بنیادیں دراصل جارحانہ عزائم اور بالادستی کے اقدامات سے تشکیل پاتی ہیں۔ یہاں تک کہ زمانۂ امن ہو کہ حالت جنگ، ہر دو حالتوں میں ڈپلومیسی کا طریقہ کار اپنے عسکری عزائم کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل رہتا ہے، جس کا جدید نام بھارت نے آزادانہ اور غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی اور حکمت عملی رکھا ہے، مگر اپنے قومی مفاد کی خاطر عملاً یہ پالیسی نہ آزادانہ ہے نہ غیر جانبدارانہ، بلکہ سرد جنگ کے برسوں میں دو عالمی دھڑوں یعنی امریکہ اور روس سے بیک وقت سانٹھ گانٹھ، ہر طرح کے تجارتی، دفاعی اور سفارتی تعلقات، حال ہی میں عوامی جمہوریہ چین کو دشمن نمبر ایک قرار دینے کے باوصف اس سے تعلقات میں پیش رفت بھی۔ یہ

Marfat.com

بھارت کی خارجہ پالیسی کے طلوع وغروب کی مکمل آئینہ دار پالیسی کو جدید بھارت کی سفارتی زبان میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی باور کرایا جاتا رہا ہے۔ اپنے قومی عزائم اور اقدامات کی مسلسل نگرانی اور نگہبانی اس پالیسی کا ہدف ہے، یعنی اپنے قومی مفاد میں جو چاہیں، کر گزریں! علاوہ ازیں یہ بات بھی کھل کر سامنے آئی ہے کہ ہندو تاریخ کے مختلف سیاسی ادوار میں ان کے امورِ سلطنت کی بنیاد بہرحال چار ویدوں اور دو مقدس کتب، بھاگوت گیتا اور منوسمرتی کی تعلیمات کی روشنی میں قائم ودائم رہی ہیں جس کی مدون صورت اور عملی مورت اور محور کوٹلیہ کے ارتھ شاستر کے اصول وضوابط ہندوؤں کی حکمرانی میں عملاً بروئے کار لائے جاتے رہے ہیں، بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ارتھ شاستر کے اصول وضوابط ہندوؤں کی قدیم وجدید دونوں خارجہ حکمت عملیوں کی صورت گری کا اصل محور ومرکز رہے ہیں۔ خود بھارت کے معمار اولیں تاحیات وزیر اعظم اور وزیر خارجہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے اسی ارتھ شاستر سے گہرا اثر لیا ہے اور اس کے اصول وضوابط ہی سے موثر رہنمائی بھی حاصل کی ہے۔ اپنی مشہور کتاب ''تلاش ہند'' (The discovery of India) میں کوٹلیہ (اوپر ذکر ہو چکا کہ کوٹلیہ کا دوسرا نام چانکیہ ہے) کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے نہرو نے خود لکھا ہے:

"Chanakya has been called the Indian Machiavelli and to some extent the comparison is justified. But he was a much bigger person in every way,greater in intellect and action. He was not mere follower of a King, a humble adviser of an-allpowerful Emperor."[22]

ترجمہ: چانکیہ کو ہندوستان کا میکاولی بھی کہا جاتا ہے اور یہ مماثلت اور تقابل بڑی حد تک صحیح بھی ہے، مگر اپنی ذہانت وفطانت اور عملی اقدامات کے اعتبار سے چانکیہ میکاولی سے کہیں آگے ہے، کیونکہ وہ ایک ہمہ مقتدر شہنشاہ کا محض ایک وزیر ہی نہ تھا، بلکہ ایک منکسر المزاج مشیر اور اس کے استاد کے منصب پر فائز تھا۔

Marfat.com

اس امر کی تائید مزید بھارت کی خارجہ پالیسی کے نامور پالیسی ساز اور بھارتی ڈپلومیسی کے بانی کے۔ایم پانیکر کے اس اظہار سے بھی ہوتی ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں طاقت کے تصور کی بنیاد دراصل کوٹلیہ ہی سے اخذ واستفادہ کی جدید ترین صورت ہے۔ایم۔جی گپتا نے بھارتی خارجہ پالیسی کے اس نامور مصنف اور بھارتی مدبر کے۔ایم پانیکر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"Arthashastra of Kautilya, according to Pannikkar, "Enables Hindu thinkers to evolve a purely secular theory of state of which the sole basis is power."[23]

ترجمہ: چانکیہ کی کتاب ارتھ شاستر ہندو مفکرین کے لئے حد درجہ رہنما کتاب ہے جس میں مملکت کے سیکولر طریقوں کی رہنمائی ملتی ہے، جو سراسر طاقت کے تصور کے تحت ہندو سلطنت کا استحکام اور دوام ہے۔

چار ویدا اور دو مقدس کتب بھاگوت گیتا اور منوسمرتی، تینوں کا حاصل کتاب، حاصل تجربہ اور حاصل تاریخ گویا چانکیہ کی ارتھ شاستر ٹھہری ہے۔ایک متحدہ، مستحکم اور طاقتور ہندو سلطنت و ریاست کا قیام ہی چانکیہ کے کردار کو عملی سیاستدان کے روپ میں بھی ظاہر کرتا ہے۔اس کی عملی صورت واقعہ بھی یہی ہے کہ چانکیہ نے چندر گپت موریہ کے مشیر و رہنما کے طور پر صرف مگدہ (بھارت کا موجودہ صوبہ بہار اور دارالحکومت پٹنہ) پر یہ حکومت قائم کی بلکہ معاصر اور طاقتور فاتح سکندر اعظم کی فتوحات نے اس کے دل میں ہمسری کا جذبہ پیدا کیا۔اس کی خاطر اور چندر گپت موریہ تکشیلا (موجودہ ٹیکسلا) تک بھی آئے۔بقول جواہر لعل نہرو:

☆ ''چندر گپت موریہ تو خود سکندر سے بھی ملا، اس نے اس کی فتوحات اور پُرعظمت کارناموں کا حال سُنا، تو اس کے دل میں اس کی ہمسری کا خیال پیدا ہوا۔اسی جذبے کے تحت چندر گپت موریہ اور چانکیہ حالات کا مشاہدہ اور تیاریاں کرتے رہے۔انہوں نے آئندہ کے لئے بڑے بڑے منصوبے باندھے اور ان کی تکمیل کے لئے موقع کے منتظر رہے۔''[24]

یہی سبب ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی اور اس کی ڈپلومیسی کے پالیسی سازوں کے ہاں کوٹلیہ

Marfat.com

(چانکیہ) کی اساس سیاست ہی زیادہ مروجہ اور مستعمل رہی ہے۔ ہندویت کے ہاں اس قومی کام کی خاطر، اخلاقی اصولوں سے انحراف، طے شدہ معاہدات سے روگردانی اور معروف اخلاقی اقدار کی پائمالی تک کوئی بات ہی نہیں، یہاں تک کہ اخلاق ان کے نزدیک بے معنی اور لایعنی بات ہے۔ صرف اپنے قومی مقاصد کے لئے ہر حربہ اور ذریعہ بروئے کار لانا ہی عملی صداقت اور قومی حکمت عملی قرار دی گئی ہے۔ جواہر لعل نہرو نے چانکیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

☆ ''وہ حوصلہ منداور منصوبہ ساز، خود بین اور انتقام جُو، کبھی اپنی ناکامی کو نہ بھولنے والا اور کبھی اپنے مقصد سے بے خبر نہ رہنے والا تھا۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جو وہ کر نہ گزرتا ہو۔ وہ بالکل بے اصول آدمی تھا مگر بڑا عقلمند تھا اور اچھی طرح سمجھتا تھا کہ بلند مقصد کے حصول کے لئے پست ذرائع استعمال کرنے سے مقصد کی بلندی زائل اور ضائع ہو سکتی ہے۔''[۲۵]

چانکیہ کے اصولوں کی روشنی میں معاصر بھارت کا تازہ ترین چہرہ دیکھنا ہو تو عراق کے پس منظر میں چانکیہ کی ارتھ شاستر ایک بار پھر اپنی سیاست کا حوالہ لیے گویا انسانیت کی ارتھی کا سامان ہے۔ یہاں میکاولی اور چانکیہ دونوں یکجا ہیں اور یک زبان بھی، ایک جھلک یہ بھی ملاحظہ کرنے کے لائق ہے۔

قومی مفاد اور اخلاقیات

میکاولی کے فلسفہ سیاسیات اور نیشنل سٹیٹ کا بنیادی فلسفہ بھی یہی ہے جس پر آج اکثر اور مقتدر اقوام عالم عمل پیرا ہیں، جس کے تحت قومی یا ملکی مفاد کے لئے ہر غلط کام صحیح اور ہر ناجائز عمل جائز ہے۔ غیر قانونی اقدام قانونی قرار پایا ہے، مگر چانکیہ کا فلسفۂ ریاست و سیاست اس سے بھی چار ہاتھ آگے ہے۔ یقین نہ آئے تو تازہ ترین نمونہ ایک نجی خط ہے جو ۲۰۰۳ء کے پہلے تین ماہ میں عالمی صورت حال میں درپیش ماحول میں ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے زاویے متعین کرنے کی تلقین ہے۔ جے پور (راجستھان) کے ایک شہری رگھوناتھ سنگھ کا خط بھارت کے مؤقر روزنامے ہندوستان ٹائمز (نئی دہلی) میں شائع ہوا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ:

Marfat.com

☆ ''.....اگر ہم نے انڈیا، امریکہ اور اسرائیل کا اتحاد قائم کرنے کا موقع ضائع کر دیا تو ہم بہت بے وقوف ہوں گے۔ اسلامی دہشت گردی کے خلاف ہم تینوں کا مفاد مشترک ہے۔ میرے علم میں کوئی ایسا ملک نہیں جو اپنے مفاد پر اخلاقیات کو ترجیح دیتا ہو۔''[۲۶]

اس خط اور قومی مفاد اور اخلاقیات کی پائمالی پر جامع اور کلیدی تبصرہ بھارت ہی کے سہ روزہ دعوت (نئی دہلی) کی خبر و نظر کا تجزیہ ہے۔ اس سے بہتر چانکیہ کی تعلیمات اور بھارتی خارجہ حکمت عملی کے اخلاقیات کی پائمالی کے امکانات و اقدامات کا بدیہی منظر نامہ اور کیا ہوگا کہ سہ روزہ دعوت مذکورہ خط پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

☆ ''یہ چند سطور کا خط کسی فردِ واحد کے ذاتی احساس کا اظہار نہیں، ایک مستقل اور وسیع ذہنیت کا آئینہ دار ہے چانکیہ کے ارتھ شاستر کی تعلیم بھی یہی ہے۔''[۲۷]

اور یہی نچوڑ اور اختتام ہے اس موضوع کا کہ بھارت کی خارجہ پالیسی جارحانہ عزائم اور بالا دستی کے اقدامات کی آئینہ دار ہے۔ یہی ہندو بھارت کی تاریخ ہے، یہی ہندو کتب کی تعلیمات کا عکس ہے اور یہی ہندو ازم کی بظاہر سیکولر جمہوریہ ہند کے عزائم و اقدامات کا نقشا ہے، جو ایک تحریک بھی ہے اور تہذیب بھی کہ طاقت سے دوسروں کو جھکایا جائے اور خود طاقتور کے آگے سر جھکا رکھے۔ یہی طاقت کا خاصہ بھی ہے کہ وہ خوف پیدا کرتی ہے اور یہی بھارت کی طاقت کے حصول (Power Policy) کا مقصد اور مدعا بھی ہے جو تاریخ کے ادوار اور ان کی مقدس مذہبی کتب کے افکار کا آئینہ ایام ہے۔ بھارتی خارجہ پالیسی پر انگریزی زبان میں لکھی گئی کم و بیش ایک ہزار کتب بھی ان ہی اصولوں کا معاصرانہ بیان ہے، جس کے استدلال اور زبان کے زور پر علمی کام کا مقام ہے۔ وجہ بنیادی ہے کہ بھارت کا نیشنلزم بہر حال ہندویت کا احیاء ہے جس کی خاطر بھارتی خارجہ حکمت عملی کے اصول ان کے داخلی ماحول اور تاریخی شعور و ادراک کے آئینہ دار ہیں اور ان ہی اصولوں پر بھارتی خارجہ پالیسی کاربند ہے۔ یہ جغرافیہ پرستی ہے جو داخلی سیاست میں ہندتو ہے۔

فی الجملہ یہ کہ یہی وہ اصول (سدھانت) ہیں جن پر بھارت کی سیاسی قیادت ہمیشہ قوم پرستی پر مبنی خارجہ حکمت عملی تشکیل دیتی ہے۔ اسے بھارت کی صدیوں کی روایت کہہ لیں یا تاریخ کا تجربہ، بہر حال یہی ہندوازم تحریک اور تاریخ کا نچوڑ ہے۔ حکومت خواہ کسی بھی پارٹی کی ہو، قومی پالیسی یہی ہے۔

Marfat.com

سچ تو یہ ہے کہ ہندوازم کی سیاسی تعلیمات اور سیاسی تاریخ کے ابلاغ واظہار کے لئے اُردو کا ایک مصرع یہ حقیقت بیان کرتا دکھائی دیتا ہے جو بھارتی خارجہ پالیسی کا اصل الاصول بلکہ حقیقی بنیاد ونہاد ہے کہ:

ع انہی کے دم سے ہی بازارِ عقل روشن ہے

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر رفیق زکریا، ''ایشین ایج''، نئی دہلی، ۷ر مارچ ۲۰۰۳ء

۲۔ زیڈ اے بخاری، ''سرگذشت''، کراچی، معارف لمیٹڈ، ۱۹۶۶ء، صفحہ ۲۰۵

۳۔ ''ہندوستان ٹائمز''، نئی دہلی، ۲ر فروری ۲۰۰۳ء

۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ''الجہاد فی الاسلام''، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۱ء، صفحہ ۳۲۹

5. Ralph. T.H. Griffith, *The Hymns of Rigveda*, London, E.J.j Zazarus & Co, 1895.

(ترجمہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، ''الجہاد فی الاسلام''، صفحہ ۳۴۱)

۶۔ Ibid, *Yajur-Veda* ایضاً، صفحات ۳۴۱-۳۴۴

۷۔ Ibid *Sam-Veda* ایضاً، صفحات ۳۴۴

۸۔ Ibid, The Hymn of Atharva-Veda. 1896 ایضاً، صفحات ۳۴۵-۳۴۸

۹۔ پروفیسر پارتھ، بحوالہ، حکیم ایم اجمل فاروقی، سہ روزہ ''دعوت''، نئی دہلی، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۳ء، صفحہ ۲

۱۰۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، حوالۂ مذکور، صفحہ ۳۳۲

۱۱۔ ایضاً، صفحہ ۳۵۰

12. Maharishi, Mahesh Yogi, *The Bhagavad-Gita*, New York, Penguin, 1967.

ترجمہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مذکور، صفحات ۳۵۱-۳۵۸

۱۳۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، ''منو کا قانون اور اسلامی قانون''، لاہور، سید محبوب عالم پریس، ۱۹۶۸ء،

۱۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، حوالۂ مذکور، صفحہ ۳۵۹

Marfat.com

۱۵۔ شیورائے، ہندودھرم (ہندی) بحوالہ مولانا فاروق حسن خان، ''ہندودھرم، ایک مطالعہ''، نئی دہلی، مکتبہ اسلامی، ۱۹۸۱ء، صفحہ ۴۸

۱۶۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، حوالۂ مذکور، صفحہ ۳۵۹

17. Dr. Hopkins, *The Ordinance of Manu*, London, Kengen Pal, 1891, p.p.168

۱۸۔ مولانا فاروق حسن خان، حوالۂ مذکورہ، صفحہ ۴۸

۱۹۔ ایضاً، صفحہ

۲۰۔ غلام احمد پرویز، ''ہندو کیا ہے''؟ لاہور، طلوعِ اسلام ٹرسٹ، سن ندارد، صفحہ ۳

21. Dr. Shama Shastry, *Kautilya's Arthashastra*, Maysore, Maysore Publishing House, 1967, p.p.314 - 371

ترجمہ: غلام احمد پرویز، حوالہ مذکور، صفحات ۴-۵ (ii) شان الحق حقی، ارتھ شاستر (اردو ترجمہ) کراچی، ٹیکساس پرنٹرز، ۱۹۹۱ء صفحات ۴۵۴-۴۵۵

22. Jawaharlal Nehru, *The Discovery of India*, Calcutta, The Signet Press, 1946, p. 96

23. M.G. Gupta, *Indian Foreign policy*, Theory and Practice, Agra, Y.K. Publishers, 1985, p. 73.

۲۴۔ جواہر لعل نہرو، ''تلاشِ ہند''، لاہور، تخلیقات، ۱۹۹۲ء، صفحہ ۱۵۰

۲۵۔ ایضاً، صفحہ ۱۵۱

26. *The Hindustan Times*, New Delhi, March 25, 2003.

۲۷۔ ''خبر و نظر''، سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، ۷/اپریل، ۲۰۰۳ء

(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم گرما ۲۰۰۴ء)

Marfat.com

غیر جانبداریت کا واقعاتی تجزیہ

پنڈت جواہر لعل نہرو بھارت کے اولین وزیر اعظم ہی نہیں، تاحین حیات سیاسی اور انتظامی سربراہ اور وزیر خارجہ بھی رہے ہیں۔ ان کی وزارتِ عظمیٰ کا دورانیہ کم وبیش سترہ برس پر محیط ہے۔ جبکہ اس عہدِ اقتدار و اختیار میں کوئی معمولی سا خلاء اور تعطل بھی نہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو بھارت بھر کی ریاستی مشینری گویا ان کی پشت پناہ تھی، نتیجتاً وہ اس پورے عرصے میں اپنی فکر اور منصب، دونوں کی لاج سمیٹے الہ آباد کی طرح سے گنگا اور جمنا کا سنگم بن گئے۔ تاہم داخلی سیاست سے کہیں زیادہ ان کی خارجہ حکمتِ عملی (Diplomacy) کی اُڑان بلکہ اُٹھان (Foundation) ان کی عالمی پہچان بن گئی، جسے عام طور پر اور اب تک بھارتی خارجہ حکمت عملی کا طرۂ امتیاز اور عالمی سیاسیات میں ان کا آغاز و اعزاز باور کرا کے پیش کیا جاتا ہے اور وہ ہے غیر جانبداریت (Non-alignment)۔ خارجہ حکمت عملی کے محاذ پر یہ غیر جانبداری کیا رہی ہے اور اس کا واقعاتی تجزیہ کیا ہے؟ اس پہلو سے دیکھا جائے تو بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی تہہ میں اس کے قومی مفادات کا تقاضہ اور ضرورت ہے اگر غیر جانبدارانہ پالیسی رہی ہے تو اس کا اَور چھور کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد دو عالمی قوتوں روس اور امریکہ کی باہمی آویزش اور سرد جنگ میں مبتلا دونوں دھڑوں کے مابین، بھارت کو اس کے بیچوں بیچ، اپنا مقام بنانے اور راہ پانے کا واقعاتی موقع اور محل میسر آیا، جس سے جواہر لعل نہرو کے خود اپنے آدرش اور عندیے کی علاقائی قیادت (Regional Leadrship) اور ایشیائی سیادت کا رستہ اور آسان ہوتا چلا گیا۔ یہی سبب ہے کہ وہ اس دائرہ خیال کی راہ پر نو آزاد اور چھوٹے افریقی اور ایشیائی ممالک کا دائرہ بُننے اور بڑھانے پر جُت گئے۔

دہلی یونیورسٹی میں چینی اور جاپانی زبان کے پروفیسر وی پی دت نے بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے نظم و بست میں علاقائی اور جغرافیائی اہمیت باور کراتے ہوئے لکھا ہے:

Thus history and recent experience were powerful factors making for a strong independent foreign policy to take shape

Marfat.com

over the tears and for the foreign policy to be mainly anchored to the Asian African community and the community of the developing countries. The dictates of geography too were obvious. [1]

غالباً یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے دیگر ایشیائی زعماء اور معاصر رہنماؤں عوامی جمہوریہ چین کے وزیراعظم چُو این لائی، ہندچینی (ویت نام) کے ہو چی منہ اور انڈونیشیا کے صدر احمد سوئیکارنو کے رُوبرُو بلکہ دُوبدُو آنے لگے، یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان سامراج دشمن رہنماؤں کے مقابل آنے کے لئے، انہیں روس اور امریکہ سمیت دیگر کئی مغربی ممالک کی سیاسی شہ سے بھی ہوا ملی۔ چنانچہ ایفروایشیائی کانفرنس جا پہنچے۔ وہاں پر انڈونیشیا کے احمد سوئیکارنو اور عوامی جمہوریہ چین کے وزیراعظم چُو این لائی کے آگے دال نہ گلی اور جواہر لعل نہرو کی ایک نہ چلی تو ان کا ایفروایشیائی اتحاد کا ڈھونگ احمد سوئیکارنو کی مجوزہ بنڈونگ سربراہ کانفرنس ہی کے مرحلہ پر دم توڑ گیا۔ یہ جتن بھی بے کار نکلا تو روسی ایما اور امریکی اشارے پر غیر جانبدار تحریک کے سرخیل ہو گئے۔ صاف کہنا چاہئیے کہ الہ آباد (بھارت) کے گھاٹ سے بلغراد (یوگوسلاویہ) کے پاٹ تک ہی جواہر لعل نہرو کے قائدانہ عزائم کا تلاطم برپا رہا۔ جس کے درمیان مصر کے جمال عبدالناصر کا دریائے نیل بھی ''شریک فتن کونین'' تھا۔ گویا نہرو کی قیادت اور یوگوسلاویہ کے مارشل ٹیٹو اور مصر کے جمال عبدالناصر کی بظاہر امریکہ مخالف بغاوت غیر جانبدار تحریک کی سیادت اور قیادت بن گئی۔ یہی غیر جانبداریت کا کمال یا کمائی ہے جس پر بھارت کی خارجہ حکمت عملی رُوبہ عمل یا کارفرما بتائی جاتی ہے اور اس غیر جانبداریت ہی کو بھارت کے مفاد و مصالح یا قومی مفادات کے عین مطابق اور مفید گردانا جاتا رہا ہے، بلکہ اس ضمن میں بھارت کے سابق وزیر خارجہ جسونت سنگھ نے پنڈت جواہر لعل نہرو کی خارجہ پالیسی کے بنیادی نکتے کو چھونے کے لئے بھارت کے سابق سیکرٹری خارجہ جگت مہتہ سے استفسار کے بعد لکھا ہے کہ:

In the early phase of independence the principal foreign policy challenge was that of given conceptual definition to India's foreign policy. [2]

Marfat.com

to Mascow to revive the treaty proposal. His discussion and every thing about the treaty were kept secret. Instead of coded cables, couriers were sent between New Delhi and Moscow to finalize the terms of the teaty. Mrs. Gandhi took like Jagjivan Ram and S.B.Chavan into confidence only after the draft had been finalized in Moscow. The cabinet was told about it only in the morning of 9th August 1971. By that time, News agenies had put the story on their wire[4].

اس کی تائید وتصدیق ممتاز مصنف اور بنگالی ہندو نرادی چودھری نے بھی کی ہے۔ ''لندن ٹائمز'' میں اپنے ایک مضمون میں وہ لکھتے ہیں کہ:

''۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء تک پاکستان کو نشیب وفراز سے بھرپور زندگی میں بھارت کی مسلسل معاندانہ پالیسی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہی پالیسی ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد بھارت عملی اقدامات کے لئے مناسب حالات کی تلاش میں تھا جو روسی امداد کی شہہ ملتے ہی اسے میسر آ گئے اور بھارت نے پاکستان پر فیصلہ کُن وار کرنے میں دیر نہ کی''۔ [5]

امر واقع یہ ہے کہ بھارت نے مشرقی پاکستان کو بزور جنگ بنگلہ دیش بنانے سے پہلے جارحانہ سفارتی مہم اور مشرقی پاکستان پر جارحیت کا ارتکاب کرنے سے قبل، روس سے دفاعی معاہدہ کر کے، ایک طرف روسی چھتری اور دوسری طرف امریکی آشیر باد حاصل کر لی تھی۔ یہی سبب ہے کہ سقوط ڈھاکہ پر مسز اندرا گاندھی پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں (لوک سبھا) میں فتح وشادمانی کے نشے میں چُور ہو کر چلا اُٹھیں کہ:

''ہم نے مسلمانوں سے ایک ہزار سال کا انتقام لے لیا ہے۔ ہم نے دوقومی نظریہ کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے۔ آج ایک ہزار سال کے (ہندوؤں کے) دُکھ یاد آ رہے ہیں''۔ [6]

Marfat.com

یہ دفاعی معاہدہ بظاہر بھارت کا عوامی جمہوریہ چین سے خطرے کے مقابلے کے نام پر ہوا تھا مگر عملاً یہ پاکستان جیسے نظریاتی ملک کو دولخت کرنے کے اعلانیہ بھارتی عزائم کا پیش خیمہ تھا جو وقت نے ثابت کر دکھایا مگر یہ تو ستر (۱۹۷۰) کے عشرے کی بات تھی، جبکہ دس سال قبل ساٹھ (۱۹۶۰) کے عشرے میں نیفا کے محاذ پر بھی چین سے بھارت کے تصادم (۱۹۶۲) میں خود جواہر لعل نہرو غیر جانبداریت کے علمبردار ہونے کے ناطے امریکی صدر جان ایف کینیڈی کے نام جو دو خطوط ارسال کیے دیتے ہیں وہ غیر جانبداریت ہی کیا، خود غیر جانبدار تحریک کا دھرم اور بھرم دونوں کھولے دیتے ہیں، اس کے احوال واقعی نے سرد جنگ کے دورانیہ میں بھارتی غیر جانبداریت کو عملاً ترکاری میں تیزپات، بلکہ ''کڑی پتے کے تڑکے'' کا کام دے کر اسے منطقی انجام تک پہنچا دیا ہے کہ بھارت کے داخلی دفاع اور فضا میں کنٹرول کا براہ راست ذمہ امریکی فضائی بیڑے کے ذمے لگانے کی استدعا کی گئی تھی اور یہی بھارتی غیر جانبداریت کا اصلی مفہوم بن کر بھارتی غیر جانبداری کا واقعاتی تجزیہ بن گیا ہے۔ اسے خارجہ حکمت عملی کی مروجہ زبان میں یوٹرن کہتے ہیں، یوٹرن تو علی الاعلان ہوتا ہے جبکہ بھارتی غیر جانبداری میں واقعاتی عنصر (Situational Factor) عملاً ساز باز کے زمرے میں آتا ہے کہ ''ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ'' کا سماں صاف ظاہر ہے، تاہم اس کی تہہ کو پانے کے لئے پہلے اس کے پس منظر میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔

غیر جانبدار تحریک کا پس منظر

دونوں عالمی جنگوں کی کوکھ اور راکھ سے اُبھرنے والے عالمی نظام (World Politics) کو اگر مقہور قوموں، جرمنی و جاپان، کی تاراجی کا منظر نامہ کہیں، تو بات حقیقت کے قریب تر ہوگی، جبکہ اس کے نتیجے کے طور پر امریکہ اور روس کی دو بالا دست قوتیں بھی نکھر کر سامنے آئیں، جنہوں نے (۱۹۴۵ تا ۱۹۹۵ء) کے پچاس برسوں میں باہمی آویزش اور اپنی برتری کے نشہ و خُمار سے عالمی سطح پر سرد جنگ کا تناؤ تانے رکھا اور عسکری دباؤ بڑھائے رکھا۔ اس سے پوری کائناتِ ارضی کے انسان اور ممالک ہر دو عالمی طاقتوں میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ اور پاس رہ کر اپنے لیے امن و سلامتی کا مصنوعی ماحول بلکہ سانس لینے کے لئے آکسیجن ٹینٹ کی صُورت حال دوسری عالمی جنگ کے بعد کا عالمی منظر بن کر رہ گیا۔ اسی باہمی کش مکش اور دو عالمی دھڑوں اور بڑوں میں مشرقی یورپ کے کمیونسٹ ممالک اور اس کی تنظیم (Comecon) جبکہ یورپ کے امریکی ساتھی اور پہلی عالمی جنگ کے پہلے دو عالمی سامراج برطانیہ اور فرانس بھی مسلسل شریک فتنۂ کونین رہے ہیں، امریکہ،

Marfat.com

برطانیہ اور فرانس نے مل کر عالمی سطح پر قوموں اور ملکوں کے باہمی تعلقات اور اقدامات کا تانا بانا بُنا یا بنایا گیا۔ سلامتی کونسل میں ویٹو پاور کے منصب و مقام نے اقوام متحدہ کے انتظام اور چارٹر کے پیغام کے باوجود نئے عالمی نظام (New World Order) کا ڈھکا چھپا اور کھلا بلکہ واضح مطلب و مقصد یہی باور کرایا گیا کہ اس نظام میں بظاہر کوئی سا غلبہ و استیلا، یعنی نو آبادیات (Colonialism) کا رنگ ڈھنگ قطعاً نہیں ہے اور نہ ہی پہلی جنگ عظیم سے پہلے والی عالمی صورت حال میں برطانوی، فرانسیسی یا پرتگالی، ولندیزی سامراجیت (Imperialism) ہے۔ البتہ عملی طور طریقے معاشی اور اقتصادی امداد بلکہ احتیاج سے مغرب کے اقتصادی غلبہ اور عسکری برتری کو بڑھایا گیا۔ اس سے نو آزاد ممالک میں سیاسی معاشی اور تہذیبی غلامی کو سرعت رفتاری سے رواج ملا جو فی الواقعہ دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کے نقشے پر ابھرنے والے نو آزاد ممالک کی معروضی مجبوری بن گیا۔ یہی ممالک یا اقوام عملاً تیسری دنیا (Third World) بھی کہلائی، جس کی ظاہری پہچان اور تعارف ہی یہی تھا کہ یہ وہ ممالک ہیں جو برطانوی، فرانسیسی انتداب کے بعد نو آزاد تو ہیں، مگر معاشی طور پر مجبور اور معذور، جن کی مدد کی جانی چاہیئے۔ ان ممالک میں واحد ملک افغانستان تھا جو کبھی بھی کسی سامراج کی نو آبادی تو نہ رہا تھا، البتہ اس کے معاشی منظر نامے کے باعث اسے بھی تیسری دنیا یعنی معاشی لحاظ سے تنگ دست ممالک کی فہرست میں شامل کیا جاتا رہا ہے۔ نتیجتاً گذشتہ ۶۵ برس کے اس عالمی منظر نامہ اور سرد جنگ کے ماحول میں اقوام متحدہ کا ادارہ گویا قوموں کے اجتماع یا جمگھٹے کی کہکشاں کہہ لیں، جو معاشی و سیاسی یا ذہنی تناؤ کے ماحول اور سرد جنگ کے مدھم اجالوں کی آماجگاہ بن گیا اس لئے لیگ آف نیشنز کا دوسرا جنم اگر اقوام متحدہ (U N O) بنی، تو یہی وقت کا فیصلہ اور دانش کا ظاہری اقدام بلکہ انجام بھی تھا کہ:

ع ہم نہ ہوں گے تو کوئی ہم سا ہوگا

تاہم بھارت نے اپنے قومی مفاد و مصالح کے حصول کی خاطر غیر جانبداریت کا روپ سروپ اختیار کر کے اپنے لئے عالمی حالات میں راہ بنائی۔ سُرجیت مان سنگھ نے بھارتی خارجہ حکمت عملی میں غیر جانبداریت کے تذکرے میں کہا ہے کہ:

As an approach to international politics, non-alignment arose from Indian history and culture. In the circumstances of the

Marfat.com

post-World War II, would it also serve to advance India's national interests as perceived by its leadership.[7]

غیر جانبدار تحریک کا پیش منظر

اقوام متحدہ کی تشکیل کے بعد عالمی سطح پر دوسری بڑی تنظیم غیر جانبدار تحریک (Non-alignment Movement) بنی جو فی الواقعہ دوسری عالمی جنگ کے بعد نو آزاد ایشیائی اور افریقی ممالک کی عوامی امنگوں کا عکس اور آزادی کے نقش کا پھیریرا لئے، دو عالمی دھڑوں کی باہمی آویزش (Rivalry) اور سرد جنگ کے بیچوں بیچ، ایک ردعمل اور ایک موزوں حکمت عملی کے نام پر شاہراہ ترقی و امن کا دوسرا پلیٹ فارم ٹھہرایا پھر نو آزاد ممالک کے جوشیلے قائدین کو یکجا ہو کر، اپنے آپ کو منوانے کا عالمی بندوبست قرار پایا۔ دوسرے الفاظ میں نو آزاد ممالک یا معاشی یا دفاعی اعتبار سے مجبور اور مقہور قوموں کے خوف کو یکجا ہونے یا اجتماعی قوت بننے کا سہارا اور سہارملی۔

جنوبی ایشیا میں اپنی جغرافیائی حیثیت کے باعث بھارت نے غیر جانبدار تحریک کو اختیار کیا۔ ایس ایس بندرا نے بھارت کی خطے میں اہمیت کو عالمی تناظر میں پیش کرتے ہوئے لکھا:

The strategic location of India has helped her to acquire a central position in Asian and world politics. All the major sea and air routes of the world pass through India. India and the Idian ocean are an indispensable link in world trade and commercial intercourse. [8]

تاہم دو عالمی دھڑوں کی باہمی کشمکش کے میدان میں غیر جانبدار تحریک کا قیام جن مقاصد اور عزائم کے تحت عمل میں آیا وہ اس کی تاریخ اور تحریک، دونوں کے علمی محاکے اور تجزیے سے ہی واضح ہوگا۔

Marfat.com

غیر جانبداریت۔۔۔تاریخ سے تحریک تک

اپریل ۱۹۵۵ء میں اس کا پہلا اجلاس انڈونیشیا کے شہر بنڈونگ میں منعقد ہوا، جس میں افریقہ اور ایشیا کے ۲۹ نو آزاد ممالک نے شرکت کی۔ جبکہ بھارت، یوگوسلاویہ، کیوبا اور مصر کے علاوہ، انڈونیشیا اس کے بانی و پرچارک اور سرگرم موید اور مبلغ ممالک تھے۔ جہاں تک ان ممالک میں بھارت، یوگوسلاویہ، کیوبا اور مصر کا تعلق ہے وہ صریحاً اور واضح طور پر روس کی وابستگی پر نازاں تھے۔ جو عالمی بساطِ سیاست (World Politics) میں روسی بلاک کے زیر اثر ہی نہیں وابستہ اور پیوستہ قرار دیئے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ غیر جانبدار تحریک کے ارکان کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور اس میں وسعت آنے کے ساتھ ۱۴۵ ممالک جو اس کے باقاعدہ رکن بنے۔ ان میں سے بڑی تعداد ایسے ممالک کی تھی، جن کا واضح جھکاؤ امریکہ کی طرف تھا، البتہ غیر جانبدار تحریک کا بڑا مقصد سرد جنگ کے عالمی ماحول اور دھڑے بندی (Power Block) کے ارکان میں ہر دو دھڑوں سے گریز کے علاوہ:

اولاً: اقوام متحدہ کے چارٹر کی پاسداری اور ثانیاً: بنیادی انسانی حقوق کی علم برداری کے نام پر امن عالم کے لئے کوشاں ہونے کے بظاہر حسین پیکر کا دوسرا نام غیر جانبدار تحریک کہلایا، مگر انجام کار یہ کہ ایک عالمی دھڑے یعنی روس کی داخلی شکست و ریخت کے بعد جیسے اپنا آپ ہی کھو بیٹھی، جس کے نتیجے میں یہ عالمی تحریک اپنے منطقی انجام اور معنوی مقام تک آ پہنچی ہے۔ یوگوسلاویہ کے خود اپنے حصے بخرے ہو گئے کہ جس پر روسی اثرات اور نوازشات کا براہ راست اثر تھا اور چھاپ بھی۔ بھارت نے حسب روایت اب امریکہ سے دفاعی دوستی (Strategic Partnership) شروع کی ہے۔ سرد جنگ کا خاتمہ کیا ہوا کہ خود غیر جانبدار تحریک بھی اپنی موت آپ مرنے لگی ہے گویا

ع اِک شمع جل رہی ہے، سو وہ بھی خاموش ہے

مگر حقیقت تو حقیقت ہوتی ہے وہ لاکھ تلخ بھی ہو مگر اس کا اپنا وقت ہے، وہ جس لمحے اور سمے کو چاہے بے نقاب ہو جائے، عیاں ہو جائے، جس تنظیم اور تحریک کی تعمیر میں خود خرابی کی ایک صورت مضمر تھی، بالآخر اسے اپنے وقت پر ظاہر ہو کے رہنا تھا، سو وہ ظاہر ہو کے رہی۔ سچ تو یہ ہے کہ ستتالیس برس پہلے ستمبر ۱۹۶۱ء میں بلغراد میں ۲۵ ممالک کے اجلاس میں غیر جانبدار تحریک کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۰۰۳ء میں اس کے تیرہویں سربراہ اجلاس تک اس تحریک کے ارکان کی تعداد ۱۱۶ تک جا پہنچی۔ اگر واقعاتی پیمانے پر پرکھا جائے تو اس کے اجلاسوں کی

Marfat.com

آوازاورقرارداد، دونوں کو بڑے بڑے دارالحکومتوں میں سنا جاتا رہا، مگر سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد اب دنیا دو بلاکوں کے بجائے یکسر امریکہ واحد سپر پاور کے روپ میں دنیا بھر میں اپنی من مانی کرنے کے درپے ہے۔ اس غیر جانبدار تحریک کے مقاصد اور معاملات ہی اس کی مضمحل صورت ہے۔ وجہ تو وقت اور معروضی حالات کو بننا تھا، جکارتہ میں غیر جانبدار تحریک کے دسویں سربراہ اجلاس، اگست ۱۹۹۲ء پر اظہار خیال کرتے ہوئے پاکستان کے ایک موقر اور ممتاز روزنامے نے اپنے اداریے میں غیر جانبدار تحریک کی تاریخ اور کارکردگی پر بڑا جامع اور کلیدی اظہار خیال کیا۔ اس کی ایک جھلک دیکھنے سے اس کی کارگزاری اور مکمل غیر جانبداری کا دھرم وبھرم کھل جاتے ہیں۔ ''جکارتہ غیر جانبدار سربراہ کانفرنس ۔۔۔ مکمل غیر جانبداری!'' کے عنوان سے روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور لکھتا ہے:

> غیر جانبدار تحریک کا بنیادی نظریہ بہر حال قابل ستائش تھا اور ضرورت اس امر کی تھی کہ دنیا میں سپر پاورز کے بلاک بنانے اور یوں سرد جنگ اور محاذ آرائی کو تیز تر کرنے کی بجائے غیر جانبدارانہ کردار اپنایا جائے۔ غیر جانبدار تحریک کے قیام کے وقت امریکہ اور روس عالمی منظر پر اپنی اپنی بالادستی کے لئے کوشاں تھے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ جو ممالک غیر جانبدار تحریک کے قیام میں پیش پیش تھے ان کی اکثریت روس یا امریکہ کی حاشیہ نشین بھی تھی اور یوں غیر جانبداری کا نظریہ ایک دانشمندانہ عیاشی اور قیمتی وقت اور صلاحیتوں کے ضیاع کے مترادف ثابت ہوا۔ بھارت نے تو منافقت کی انتہا کر دی۔ ایک طرف وہ غیر جانبدار تحریک میں نمبردار کا کردار ادا کر رہا تھا، تو دوسری طرف روس کا دم چھلا بنا ہوا تھا۔ بھارت نے آگے چل کر روس سے دوستی اور دفاع کے نام پر باقاعدہ معاہدات کیے اور بین الاقوامی اجلاسوں میں روس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ اس طرح تیسری دنیا کے ترقی پذیر اور پس ماندہ ممالک کے لئے غیر جانبدار تحریک
>
> ع آمدند نشستند و گفتند و بر خاستند
>
> سے آگے نہ بڑھ سکی۔[9]

Marfat.com

بھارتی روپ کے اصلی درشن

بھارت ایک جانب تو غیر جانبدار تحریک کا سرخیل اور امام بننے کا سہرا اپنے سر سجانے کا اعلان کرتا رہا، جبکہ حقیقت میں وہ روس کا دم چھلا ہی نہیں، اس سے دفاعی معاہدات کا حامل بھی تھا۔ دوسری جانب دوسرے عالمی دھڑے کے کرتا دھرتا بلکہ سربراہ اور سرخیل امریکہ سے بھی در پردہ وابستہ ہی نہیں، دفاعی اعتبار سے پیوستہ تھا، یہ امر اب طشت از بام ہو گیا ہے اور یہ راز ہی نہیں رہا۔ اس ضمن میں صرف ۱۹۶۲ء ہی میں غیر جانبداریت کے علمبردار پنڈت جواہر لعل نہرو کے امریکہ کے اس دور کے امریکی صدر، جان ایف کینیڈی کے نام دو خطوط ہیں جن میں ان کی غیر جانبداریت کھڑی مسکرا رہی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ غیر جانبداریت کی موتیا ہی مرجھا گئی ہے۔ ڈپلومیسی کی زبان میں اگر انہیں بھارت کے قومی مطلب و مفادات کا نام بھی دے لیں، تب بھی جواہر لعل نہرو اور بھارت کی غیر جانبداریت کا اصل چہرہ چھپائے نہیں چھپتا، بلکہ غیر جانبداریت کے نام پر اپنی خارجہ حکمت عملی کا دھرم اور بھرم ہے کہ کھل سا گیا ہے۔ اس پر اس حقیقت تک پہنچنے میں چنداں دقت نہیں ہوتی کہ غیر جانبداریت اور بطورِ خاص بھارتی غیر جانبداریت کا اصلی اور عملی مقصد اور معنیٰ کیا ہیں جس کا واقعاتی تجزیہ ہے کہ ۱۹۶۲ء کی بھارت۔۔۔ چین سرحدی آویزش جب نیفا کے محاذ پر شروع ہوئی تو غیر جانبداریت کی روح رواں، پنڈت جواہر لعل نہرو نے بطور وزیر اعظم ہند کے امریکہ کے صدر جان ایف کینیڈی کو دو خطوط باضابطہ طور پر ارسال کیے جن میں چین کے خلاف بھارت کی ہمہ نوعی دفاعی امداد بلکہ بھارت کو مکمل فضائی تحفظ کی فراہمی کی استدعا کی گئی تھی۔ پاکستان کے سابق سیکرٹری اطلاعات اور ممتاز دانشور الطاف گوہر مرحوم نے اپنی انگریزی کتاب ''ایوب خان۔۔۔ پاکستان کے پہلے عسکری سربراہ'' میں ان دونوں خطوط کا اندراج کیا ہے اور بتایا ہے کہ

The first letter had been delivered by the Indian Ambassador B.K.Nahru in the morning, and in the afternoon he was seeking permission to deliver another "most urgent" communication from his

Marfat.com

Prime minister, to President Kenedy.[10]

حیران کن بات یہ ہے کہ یہ خطوط ۱۲ نومبر ۱۹۶۲ کو چین کی طرف سے یک طرفہ طور پر جنگ بندی کے اعلان سے کوئی ۴۸ گھنٹے پہلے ارسال کیے گئے تھے۔ آخری خط کے مندرجات کا انکشاف کرتے ہوئے امریکی صدر کے اس دور کے نائب مشیر سلامتی مسٹر کیسین (Keysen) کا کہنا ہے کہ:

It was a historical letter, a silly letter asking U.S. to bomb China. [11]

ان خفیہ خطوط کی صدائے بازگشت پہلی دفعہ بھارتی پارلیمنٹ میں سنائی دی جب سدھیر گھوش نے ۱۵ مارچ ۱۹۶۵ء کو اپنی تقریر میں انکشاف کیا کہ

Nehru, the father of non-alignment, asked for American air portection, and the American President ordered one of the American aircraft carriers to proceed to the Bay of Bengal. [22]

اور تو اور ان خطوط کی تصدیق نہرو کے سوانح نگار مائیکل ایڈورز اور ان کے پرنسپل سیکرٹری ایم او متھائی نے اپنی کتاب ''نہرو عہد کی یادیں'' میں بھی کی ہے۔ ایک اقتباس:

I must thank Mr. Carl Keysen, who was special assistant under President Kennedy, for giving me a complete list of two important letters, still partly classified, written by the then Indian Prime Minister, Pendit Jawahar Lal Nehru to President Kennedy during the India - China War

Marfat.com

1962. Mr. B.K. Nehru who was India's Ambassador in Washington at that time, was good enough to confirm Mr. Kaysen's recollection of the contents of the two letters. He recalled that he had handed over the first letter to President Kennedy in the Morning and found another letter waiting for him when he returned to the embassy. When the letter was recieved ground slipped from my feet. We had put India and its security at the mercy of the americans. [13]

مزید برآں یہ کہ یہ انکشاف محض الطاف گوہر تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ اب تو بھارت کے متعدد قومی اخبارات کے واشنگٹن میں متعین نامہ نگاروں نے بھی ان خطوط کی تفصیل معلوم کر کے انہیں اپنے اپنے متعلقہ اخبارات کو بھیجا ہے۔ خاص طور پر بھارت کے دو موقر اور معتبر انگریزی اخبارات ''ٹائمز آف انڈیا'' نئی دہلی اور ''ہندوستان ٹائمز'' نئی دہلی نے ان خطوط کے مشتملات کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ ان کی تفصیلات تک جانے کی بجائے محض ان رپورٹس کی شہ سرخیاں (Head Lines) ہی ایک نظر دیکھیں، تو غیر جانبداریت کے بھارتی بھرم کا پردہ چاک چاک ہوا پڑا ہے ''ٹائمز آف انڈیا'' اپنی ۲۶ ستمبر ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں اپنے واشنگٹن میں متعین نمائندہ خصوصی پرسارام کی بھیجی خبر پر سرخی جماتا ہے "U.S. backed after '62 War"[14]

''پائنیئر'' (Pioneer) دہلی کی سرخی غیر جانبداریت کی سلوٹیں الٹ کر، مزید روشنی بکھیرتی ہے:

"JFK Wanted to Guarantee India's Territorial Integrity". [15]

Marfat.com

یعنی امریکی صدر جان ایف کینیڈی نے بھارتی فضائی حدود کی حفاظت کا ذمہ اٹھانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ یہاں تک ہندوستان ٹائمز نئی دہلی نے اپنی ۲۲ راگست ۱۹۶۶ کی اشاعت میں پی ٹی آئی کے حوالے سے نہ صرف ان خطوط کی تصدیق کی ہے بلکہ یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ ۱۹۶۲ء کی بھارت ۔۔۔ چین جنگ کے بارے میں بھارت کے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو پہلے ہی سے باخبر تھے۔ یہی راز صدر کینیڈی کے دور میں امریکی محکمہ خارجہ کے کاغذات سے بھی معلوم ہوا ہے:

China's attack was 'no surprise' to Nehru. [16]

جنگ اور محبت میں ہر حربہ جائز ہونے کا مطلب و مقام بلکہ بھارت کے قومی مفاد کا تقاضا یقیناً یہی تھا کہ وہ چین کے خوف سے روس تو اپنا تھا ہی، عالمی دھڑے کے دوسرے سربراہ امریکہ کے صدر کینیڈی سے بھی مدد اور مداوا کا طلب گار رہا، مگر ایک بات جو عالمی سطح پر نظریات اور تحریکات کا گلا گھونٹ گئی، وہ دانشوری کے بارے میں یہ قاعدہ کلیہ ثابت ہوا ہے، کہ عالمی امن، مساوات انسانی اور غیر جانبداری محض خوشنما اعلانات اور نعرے ہیں جو انسانی معاملات اور بین الاقوامی تعلقات میں لفظوں کی بازی گری کا عالمی نمونہ ہیں۔ یعنی بھارت روسی ایما اور اشارے پر غیر جانبداریت کا سرخیل بلکہ غیر جانبدار تحریک کا معمار اولین قرار پائے مگر ساتھ ہی ساتھ روس سے دفاع، معیشت اور تجارت کے دوستانہ اور دفاعی معاہدات کا حامل بھی ہے جبکہ امریکہ سے دفاع و معیشت کے ڈھکے چھپے معاملات اور مسائل میں ملوث پایا جائے، تو اسے محض ایک پاکستانی دانشور الطاف گوہر کا انکشاف ٹھہرے۔ یہ تو سراسر اور صریحاً پنڈت نہرو کی عالمی سیاست میں اپنے قد کو قائدانہ بنانے کا المیہ اور اس المیہ کا انجام ہے۔ خود نہرو کی ۱۹۶۲ء کی چین ۔۔۔ بھارت جنگ کی بے چارگی، روایتی ہندو مت (Hindu Mentality) کا ایک شہکار ہے، کیونکہ:

> .... Nehru's ambition for the leadership of whole Asia had perturbed Chinese leaders as they rightly calculated that Nehru was being groomed by Western powers and USSR to assume a dominent role in the

Marfat.com

third world in order to alienate China.[17]

بھارتی غیر جانبداری کا واقعاتی تجزیہ

بھارت روس دفاعی معاہدہ یا اسلحہ کی خریداری اور روس سے مل کر باہمی تیاری کو غیر جانبداریت کی آڑ میں ڈپلومیسی کا آرٹ کہہ لیں تو بات شاید بن جائے ،مگر دوسرے عالمی دھڑے کے سرخیل امریکہ سے دفاعی انتظام کی در پردہ ضمانت کا کیا مطلب ہے، اسے غیر جانبداریت کی تحریک اور نظریہ بلکہ تاریخ کے ساتھ کیا سلوک گردانا جائے۔ اسے بھارت کی اپنی قومی زبان ، ہندی میں ادا کرنا ہو، تو اسے بدعہدی (وشواش گھات) یا پھر ''جھوٹے روپ کا درشن'' کہنے کے سوا کچھ اور کہیں تو کیا کہہ سکتے ہیں؟ نہیں تو اردو زبان کے مترادفات سے مدد لے کر بھارت کی سوچ ،تاریخ اور تحریک کو ہم سفر بنالیں ،تو صاف کہنا چاہیئے کہ اسے چانکیہ کی تاریخی اور روایتی عیاری یا بھارتی سفارت کاری کے بانی مبانی کے ایم پانیکر کی تیاری کے بعد پنڈت جواہر لعل نہرو کے شہ دماغ کی غیر جانبداریت اور اس کی ہوشیاری تو کہنا ہی پڑے گا ، بلکہ پنجابی زبان میں ڈپلومیسی کا حسین ترجمہ ''اُستادیاں'' اس کی صحیح صورت حال ہے جو قومی مفادات کا بدیہی جال ہے:

ع قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

یہ ۱۹۶۲ء کی چین۔۔۔ بھارت جنگ کے دوران یا دورانیے کا معاملہ یا مسئلہ ہوتا، تو بھی بات بنانے میں ''ہنگامی صورت حال'' کا استدلال بڑے کام کی چیز ہوتی ، یا پھر چین کے حملہ آور ہونے کی قبل از وقت نہرو جی کو اطلاع تو تھی ،مگر اس سے بھارت کی جنگی تیاری یا خود پنڈت جی کی اپنی بیماری آڑے آئی تھی ، تاہم بھارت کے ایک قومی اخبار ''ٹائمز آف انڈیا'' نئی دہلی کی اشاعت ۲۵ اگست ۱۹۶۶ء کو واشنگٹن سے اس کے نمائندہ خصوصی پرسارام (parasram) کے ڈسپیچ کا انٹرو (ابتدائیہ)، ملاحظہ کریں تو معاملے کی اصل تہہ کی پرتیں ہیں کہ کھل کھل جاتی ہیں ،اور بھارتی سفارت کاری کے برگ و بار کا سارا منظر سہانا روپ لیے سامنے ہے کہ:

The U.S. wanted to gurantee India's territorial integrity against a possible massive Chinese invasion after the 1962 war, but fear of a nuclear warfare

Marfat.com

prevented from doing so, American State Department papers reveal. According to the papers President Kennedy, during a meeting with his top advisors, expressed the view that "we should consider now a flat gurantee of the territorial itegrity of India". The meeting, held on May 9, 1963, was called after the then U.S. ambassador to India, Chester Bowles, had sent a memorandum to Kennedy saying, "We must agree to defend India in the event of a Chinese attack. [18]

یعنی ۱۹۶۲ء کی بھارت ۔۔۔چین جنگ میں امریکہ اس بات کا خواہاں تھا کہ وہ بھارت کی علاقائی سلامتی کو یقینی بنانے کی خاطر بھارت کی امداد کرے، تاہم جوہری اسلحہ کے استعمال کے خدشہ اور خطرہ نے اس کی عملی اجازت نہ دی۔ امریکی محکمہ خارجہ کی دستاویزات سے یہ امر معلوم ہوا ہے کہ ۹ رمئی ۱۹۶۳ء کو امریکی صدر جان ایف کینیڈی نے اپنی حکومت میں دفاعی مشیروں کے ایک اعلیٰ اجلاس میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ ہمیں بھارت کی جغرافیائی سالمیت کی خاطر واضح یقین دہانی کرانی چاہیئے ۔ یہ اجلاس نئی دہلی میں متعین امریکی سفیر چسٹر باولز کی اس یادداشت کی روشنی میں طلب کیا گیا تھا جو ''چین کے بھارت پر حملہ کی صورت میں امریکہ کو بھارت کے دفاع کی ضمانت دی جانی چاہیئے'' کی یادداشت کے یک نکاتی ایجنڈے کے لئے بلایا گیا تھا۔

یہ بھی کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ پنڈت جواہر لعل نہرو کے خطوط اور پیغامات کے جواب میں یہ امریکی بھروسہ تھا یا بھرم، البتہ ایک بات واضح ہے کہ یہ خطوط ۱۹۶۲ء میں اس وقت بھیجے اور بھجوائے گئے جبکہ غیر جانبدار تحریک تشکیل دیئے ابھی محض سات برس کا عرصہ ہی گزرا تھا ۔ حادثہ یہ ہے کہ دوسری طرف غیر جانبداریت کی بنڈونگ کانفرنس میں غیر جانبداریت کے جواز اور جائز ہونے پر پنڈت جواہر لعل نہرو کا کلام ملاحظہ کریں تو وہ لسانی بلندیوں (Lip service) کی انتہا پر ہیں ۔ حالت یہ ہے کہ روسی ایما اور تائید کے

Marfat.com

ہوتے ہوئے بھی وہ یہ کہہ رہے ہیں اور نہ جانے کیونکر کہہ رہے ہیں کہ:

The new movement was made up of nations which object to the lining up for the purposes of militray block, military alliances and the like. "We keep away from this and we want to throw our weight, such as it is, in favour of peace".[19]

یہ دفاعی اور عسکری بلاکوں سے گریز کا خطاب ہے، وعظ ہے اور تلقین ہی نہیں، یقین کی تنظیم کا ماٹو بتا رہے ہیں، اس رخ سے دیکھیں بھی تو اس سبب سے بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے زاویے اور زاپچے نظری کیا ہیں اور عملی کیا ہیں؟ کا ایک تحقیقی اور حقیقی جائزہ لیں، تو باہر سے بات کرنا ایک علمی کوشش ہی ہوگی، عملی تنقید و تنفیذ کے لئے بھارت کے گھر کے بھیدی اس سے کہیں بہتر شہادت فراہم کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں مسٹر کلدیپ نائر اپنے مشہور کالم "Between the Lines" یعنی بین السطور میں بھارتی خارجہ پالیسی پر ''ایک پالیسی کی ناکامی'' کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

> بھارت کی خارجہ پالیسی کا اندازہ لگانا ویسے ہی ہے جیسے دس اندھے کسی ہاتھی کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ہر آدمی ہاتھی کے بارے میں اپنا ہی نتیجہ اخذ کرتا ہے اس کہانی کا سبق (بلکہ ماحول) یہ ہے کہ یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ پکڑنے والے کی نگاہ میں سچائی درست ہے یا جھوٹ! ہماری خارجہ پالیسی بھی سچ اور جھوٹ کے درمیان پنڈولیم کی مانند گھومتی رہتی ہے۔[20]

تاہم جہاں تک بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں غیر جانبداریت کی بنیاد و نہاد کا تعلق ہے، اس معاملے میں خود کلدیپ نائر پنڈت جواہر لعل نہرو کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے تھوڑا سا سچ بھی بول جاتے ہیں کہ بھارت نے غیر وابستگی اور غیر جانبداریت کے نام پر اپنے قومی مفادات اور مقاصد کا حصول کس قدر سہل اور آسان بنایا ان کے بقول:

> ناوابستہ (غیر جانبدار) ممالک کی تحریک ایک ضرورت بھی تھی اور ایک اعلیٰ

Marfat.com

تخیل بھی! ضرورت اس لئے کہ بھارت کو مغربی اور مشرقی بلاکوں کی دشمنی کے دوران اپنی تعمیر کے لئے راحت کی ضرورت تھی اور تخیل اس لئے کہ یہ برداشت اور احساس کا ایک طریقہ کار تھا کہ دونوں بلاکوں میں کچھ سچائی مشترک تھی۔ نہرو ایک ایسی دنیا میں، جہاں سیاہ اور سفید کے سوا کوئی تیسری جگہ نہ تھی، ایک خاکی یا غیر جانبدار علاقہ قائم کرنے اور اسے وسیع کرنے میں کامیاب ہوئے تھے، لیکن انہوں نے ناوابستہ تحریک کو ایک چھاتہ بنا دینے کی غلطی بھی کی تھی جس کے نیچے کچھ آمر قسم کے حاکم بھی آزادی کا مطلب سمجھے بغیر محض اس لفظ کی رٹ لگائے ہوئے جمع ہو گئے تھے۔ اس تحریک کا ماسکو کی طرف جو جُھکاؤ ہوا، وہ بھی ایک غلطی تھی اور بھارت یہ غلطی کرتے ہوئے کئی بار پکڑا گیا۔[۲۱]

مسٹر کلدیپ نائر نے بھارت کی ہئیت حاکمہ کے نظریہ سازوں اور خاص طور پر غیر جانبداریت کی خارجہ پالیسی کے بھارت کے معمار اولین پنڈت جواہر لعل نہرو کو ناوابستہ (غیر جانبدار) ممالک کی تحریک اور اس کے حواری چند فوجی آمروں کے حوالے سے پنڈت جی کو تو آڑے ہاتھوں لیا اور ان کے روسی جُھکاؤ یا بہاؤ کی ''دھارا دھارا'' کی بھی کھلی نشاندہی کی ہے، مگر انہوں نے بھارت یا نہرو کے امریکہ سے درپردہ تعلقات اور خفیہ دستاویز کا بھی پتہ چلتا ہے جو بھارت کے بیک وقت روس اور امریکہ سے دفاعی، عسکری اور اقتصادی مفادات کا آئینہ دار ہے۔۔۔ مگر اس سے پہلے ایک انکشاف یہ ہے کہ:

> یہ عجیب بات ہے کہ بھارت نے ۱۹۵۱ میں امریکہ سے فوجی معاہدہ کیا جسے خفیہ رکھا گیا، مگر غیر جانبدار ملکوں کی تحریک میں ہندو کی ہوشیاری تھی کہ بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو پوری دنیا کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ کسی بھی ملک سے کسی بھی قسم کے فوجی معاہدہ کے ممبر نہیں ہیں، اور وہ بھی غیر جانبدار تحریک کے ممبران کی پہلی صف میں شمار ہونے لگے اور اس کے خود ساختہ ترجمان کا رویہ اختیار کر گئے۔[۲۲]

Marfat.com

البتہ اس سے خود مسٹر کلدیپ نائر کے بھارت کو غیر جانبداریت اختیار کرنے کی ضرورت کو بھارت کے راحتِ جاں بنانے کے تجزیے کی خود ان کی ضرورت کا بھی بخوبی علم ہوتا ہے۔ ذرا ان کے تجزیے کے قومی مطلب و مفاد کا رنگ و آہنگ ملاحظہ کریں۔ وہ بتاتے ہیں بلکہ سوجھاتے اور سمجھاتے ہیں کہ:

> سرد جنگ کے خاتمے کے بعد ناوابستہ تحریک اور بھارت دونوں ہی بے معنی اور بے مطلب ہو کر رہ گئے ہیں۔ اگر ہم نے امریکہ سے فاصلہ برقرار رکھا ہوتا، تو ہم نے اسے کم از کم یہ پیغام تو دے دیا ہوتا کہ ہم ایسے لوگ نہیں کہ جن کا سورج غروب ہو چکا ہے اور اب شفق کی روشنی میں زندہ ہیں کیونکہ سویت یونین کو گہن لگ گیا۔ اس مقصد کے لئے ہمیں کچھ قربانی کرنا پڑتی اور کچھ تکلیف برداشت کرنا پڑتی، لیکن ہم ایک باوقار قوم کے طور پر ضرور کھڑے ہوتے۔ ۲۲

آخر کلدیپ نائر جیسا دھیمے سُروں کا صحافی اپنے ملک کی خارجہ پالیسی کے غیر جانبدارانہ چال چلن بلکہ غیر جانبدار تحریک میں پنڈت جواہر لعل نہرو کے کردار پر اس قدر برہم کیوں ہے؟ بات صرف روس کی طرف جھکاؤ سے بڑھ کر اگر امریکہ سے بھارت نے فاصلہ برقرار رکھا ہوتا، کا مرحلہ اور مقصود کیا ہے؟ کی طرف جھک کر دیکھنے کی ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا رہا ہے۔ وہ راز کھولتے ہیں اور بولتے ہیں کہ:

> امریکہ کے ہاتھوں بھارت کی جو بے عزتی ہو رہی ہے اس کے لئے نئی دہلی کی سرکار ذمہ دار ہے۔ ہمیں جب محسوس ہوا کہ میخائیل گورباچوف نہ اشتراکیت بچا سکتے ہیں، نہ سوویت یونین کو، تو ہم امریکہ کے دروازے پر جا کھڑے ہوئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ امریکہ کو بھی ہماری ضرورت تھی، لیکن وہ سرد جنگ سے پہلے کی بات تھی۔ ۲۳

وہ ضرورت کیا تھی؟ اس کا نام کلدیپ نائر کی زبان میں ''مواصلاتی رابطہ'' ہے اور یہ سرد جنگ سے پہلے اور کیسی بات تھی؟ وہ بتاتے ہیں کہ:

> اس وقت ہم ماسکو کے ساتھ مواصلاتی رابطہ کا کام دے سکتے ہیں جس کی

Marfat.com

واشنگٹن سرکار کو اکثر ضرورت رہتی تھی ۔اب جبکہ روس خود امریکہ کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے کسی ایلچی کی ضرورت باقی نہیں رہی ۔ہم نے بہت دیر سے یہ چیز محسوس نہیں کی اور اگر کی بھی تو ہماری زیادہ تر خواہش یہی رہی کہ امریکہ کے ساتھ تعلقات ٹھیک کیے جائیں۔[۴۴]

بھارت کے غیر جانبدار ہونے یا فی الوقعہ ہونے کا راز تو رہا ایک طرف، خود پنڈت جواہر لعل نہرو کے عالمی تناظر میں غیر جانبدار تحریک کے لئے کوشاں ہونے یا رہنے کا صاف مطلب اور مقصد بھی واضح ہوتا ہے۔اس سے جواہر لعل نہرو کے افکار اور کردار کو بیک وقت دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔تاہم بھارت کے خارجہ امور پر ماہرین کا ایک موثر قلمی اور علمی گروہ ہے جو پنڈت جواہر لعل نہرو کو گاندھی جی کے عدم تشدد کے فلسفہ کی سان پر کس کر عالمی اور علاقائی سطح پر دانشوری کے نمونے اور افکار عالیہ کے حامل شخص کا سا روپ سروپ سجانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا کہ بھارت بلحاظ آبادی دنیا بھر کی سب سے بڑی جمہوریت ہے اور خارجہ اور داخلہ دونوں محاذوں پر اس کی صورت گری میں پنڈت جواہر لعل نہرو کا شہ دماغ کارفرما رہا ہے۔سچ تو یہ ہے کہ بات کا بتنگڑ بنانا اردو اور ہندی زبانوں کا معروف محاورہ ہے۔اس محاورہ سے یہ باور کرانا مقصور ہے کہ خود بھارت کے مطلب اور مفاد کا قومی آہنگ (National Interest) کیا ہے؟

نئی دہلی کا سہ روزہ Radiance اپنے ۱۳ تا ۱۵ ستمبر ۱۹۹۸ کے اداریے میں غیر وابستہ تحریک کے بارہویں سربراہ اجلاس منعقدہ ڈربن (جنوبی افریقہ) کے بارے میں اس کے چیئرمین ڈاکٹر نیلسن منڈیلا کے بیان پر رقمطراز ہے کہ:

> The non-aligned movement (NAM) summits which have, of late, become a non-event, turned to an event this time, when its chairman, Mr. Nelson Mandela, referred to Jammu and Kashmir in his inaugural speech at Durban on September 2. "All of us remain concerned that the issue of Jammu and

Marfat.com

Kashmir should be solved through peaceful negotiations and should be willing to lend all the strength we have to the resolution of this matter". The unpreceduented statement was unacceptable, and the Prime Minister, Mr. AB. Vajpayee shot back "Let me say this loud and clear: there is no place for any third party involvement in this process (of resolving diferences with pakistan under the Simla Agreement), how so ever well intentioned. The state of Jammu and Kashmir is, and will remain, an integral part of India. The real problem there is one of cross-border terrorism. [25]

اٹل بہاری واجپائی شاید بھولتے ہیں کہ یہ پنڈت نہرو ہی تھے جنہوں نے تقسیم ہند کے حتمی اعلان سے پہلے جون ۱۹۴۷ء کے گروپ وار منصوبے پر بمبئی میں بیان دے کر اور پریس کانفرنس کر کے برعظیم کو پاکستان اور بھارت کی حتمی تقسیم پر برانگیختہ کیا تھا اور جس پر کانگریسی متحدہ قومیت کے ترجمان اور پنڈت جی سے پہلے کانگرس کے پردھان مولانا ابوالکلام آزاد بھی نوحہ کناں رہے ہیں اور پھر تقسیم ہند کو قبول نہ کرنے کی ہذیانی کیفیت میں کشمیر پر شب خون مار کر ابھی تک یہ مسئلہ برعظیم جنوبی ایشیا کے لئے جنگوں کا محاذ ہی نہیں، ماحول بھی ہے جو بدستور بنا اور تنا ہوا ہے۔ حالت یہ ہے کہ غیر جانبدار تحریک کے تیرہویں سربراہ اجلاس میں اسی کشمیر کے تذکرے پر بھارتی غیر جانبداریت بال کھولے رو رہی ہے۔ایک بھارتی سفیر کے مطابق:

Another feautre of the Kualalampur summit was the use of the NAM platform to settle

Marfat.com

the Kashmir issue by pakistan. Drawing inspiration from what Zia-ul-Haq had done during the 7th NAM summit at New Dehli, General Prevez Musharraf raised the Kashmir issue to the utter enbarrassement of the host country.[26]

لووہ بھی کہہ رہے ہیں

حادثہ یہ ہے کہ غیر جانبداریت کے سرخیل بننے کے باوجود، اکیسویں صدی میں غیر جانبدار تحریک کی ممکنہ ناکامی کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک بھارتی پروفیسر نے بھارت کا اپنا گریبان جھانکے بغیر یہاں تک کہہ دیا ہے کہ:

Some of NAM member states, recipient of political and military assistance from the great powers, continue to be its members in violation of the existing criteria of its membership. Pakistan is the most distinguished example of it. It is suggested in the best interest of the NAM that such practices be stopped forthwith.27

اس پر ادبی زبان میں ادب سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ

ع دامن کو ذرا دیکھ ، ذرا بندِ قبا دیکھ

تاہم خود بھارت کے دارالحکومت میں بیٹھے فہمیدہ اور سنجیدہ حلقے اس امر کی کھلی نشاندھی کر رہے ہیں کہ غیر جانبداریت اور غیر جانبدار تحریک کی ناکامی کے اسباب وجوہات کیا ہیں؟ دوغلی پالیسی کا ہی بدیہی المیہ اور

Marfat.com

انجام ہے۔نئی دہلی کا ممتاز جریدہ ''دعوت'' لکھتا ہے کہ:

ناوابستہ (غیر جانبدار) تحریک خود داخلی انتشار سے دوچار (رہی) تھی، کیونکہ اس سے وابستہ ممالک کسی نہ کسی صورت میں امریکہ یا روس کے نہ صرف زیر اثر تھے، بلکہ ان کا تعلق امریکہ یا روس کے خیمے سے بڑا گہرا تھا، وہ اپنی مختلف گھریلو ضرورتوں اور دوسرے امور میں امریکہ یا روس کے محتاج تھے۔ان کے سربراہ جب ناوابستہ تحریک میں بیٹھے تھے تو ایک زبان ہو کر بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کی مذمت کرتے تھے اور جب یہاں سے اٹھ جاتے تھے تو اُن ہی کے اشاروں پر ناچتے نظر آتے تھے۔ان کے اس رویہ نے ناوابستہ تحریک کی حیثیت کو بری طرح مجروح کر کے رکھ دیا۔ ۲۸

اس تجزیے میں بھارتی غیر جانبداریت اور اس کا واقعاتی تجزیہ ایک آئینہ ہے جس میں بھارت کی خارجہ پالیسی میں غیر جانبداریت کا چہرہ صاف نظر آتا ہے کہ صدیوں کا معاشرتی ہندو تجربہ بھی یہی ہے۔

ع گنگا گئے تو گنگا رام، جمنا گئے تو جمنا داس

حوالہ جات

1. V.P. Dutt, *India's Foreign Policy, New Delhi,* Vikas Publishing House, 1984. p.2.
2. Jaswant Singh, *Defending India*, London, 1999, p.22.
3. Ibid., p. 32.
4. Kuldip Nayar, *Distant Neighbours,* New Delhi, Vikas Publishing House, 1972, p. 160.
5. Nirad C Chaudhry, *The Times*, London, 21-12-1971.

۶۔ ماہنامہ طلوع اسلام، لاہور، جنوری ۱۹۸۱ء

7. Surjit Man Singh, *India's Search for Power,* New Delhi, Sage Publications, 1984, p.16.
8. J. Bandyopadhyaya, *The Making of India's Foreign*

Marfat.com

Policy, Bombay, 1980, p. 32.

۹۔ اداریہ، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۳۰ راگست ۱۹۹۲ء

10. Altaf Gohar, Ayub: *Pakistan's First Military Ruler,* Lahore, Sang-e-Meel Publications, 1993, p. 449.

11. Ibid.

12. Sudhir Ghosh, *Gandhi's Emissary, Bostan,* Hugnton Miffinco, p. 500.

13. The Time of India, New Delhi, 26-12-1996.

14. *The Poineer, New Delhi, 26 August, 1996.*

15. *The Hindustan Times,* New Delhi, 22 August, 1996.

16. Mohammad Jahangir Tamimi, "*Towards Punjabi Suba*", *Journal-South Asian Studies, University of the Punjab, Lahore. Vol. III, No. 2, July 1986, p.53.*

17. *The Times of India,* New Delhi, 25 August, 1999.

18. Stephen Carr, "A Look Back at Banduang", *Khaleej Times, Dubai,* 9 September, 1992.

۱۹۔ کلدیپ نائر، بین السطور، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۳ راگست ۱۹۹۳ء

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ سید سبط الحسن ضیغم، غیر وابستہ ملکوں کا تیرہواں اجلاس روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۱۲ رمارچ ۲۰۰۰ء

۲۲۔ کلدیپ نائر، بین السطور، روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۳ راگست ۱۹۹۳ء

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ ایضاً

25. *The Rediance Weekly,* New Delhi, 19 September, 1998.

Marfat.com

26. Dr. L.K. Chaudhry, "Problem and Prospect of the NAM in the 21st Centuary", New Dehli, *Indian Quarterly Journal of International Affairs*, Jan-June, 2003. p. 122.

27. Ibid. p. 139.

۲۸۔ سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، ۴ر مارچ ۲۰۰۳ء

(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم گرما ۲۰۰۵ء)

Marfat.com

بھارت کے عالمی عزائم

پنڈت جواھر لعل نہرو بھارت کے پہلے وزیراعظم ہی نہیں بھارتی خارجہ پالیسی کے بھی معمار اولین ہیں وہ اس اعتبار سے بھی لائق تذکرہ ہیں کہ آزادی کے بعد سے اپنی حیات مستعار کے آخری لمحات تک کم وبیش سترہ برس تک وہ وزارت عظمٰی کے منصب جلیلہ پر فائز رہے اور خود ہی وزیر خارجہ بھی! ان کی سحر آفرین قیادت کا یہ کمال ہی کیا کم ہے؟ کہ چوتھی پشت تک انہیں کے خاندان اور نسل نے بھارت کو وزارت عظمٰی اور سیاسی قیادت کا تسلسل عطا کیے رکھا ہے۔ یہ محض اقتدار و اختیار ہی کا کرشمہ نہیں تھا بلکہ ان کی طبیعت اور سیاسی تربیت جن سانچوں میں ڈھلی اور بڑھی یہ سراسر اُس علمی حیثیت اور عالمی واقفیت کا اعجاز مسلسل ہے جو دماغ منور اور قلم مصور لیے ایک مدبر، سیاستدان، مصنف اور منتظم کے طور پر ایک ہمہ جہتی پیکر بنکر، بوقلموں انداز سے جلوہ گر رہے۔ ان کے نسلی ورثہ کی صورت بیٹی اندرا گاندھی اور نواسے راجیو گاندھی اور اب راجیو گاندھی کی بیوہ سونیا گاندھی تلک نے بھارت کے ساٹھ برس کے سیاسی سفر میں سیادت و قیادت کا جو جمہوری سنگم اور سفر طے کیا ہے، وہ سیاسیات کی خود اپنی جدید تاریخ میں جمہوری جلوؤں میں بادشاہت یا خاندانی ملوکیت (Dynasty) کا انوکھا اضافہ بلکہ منفرد مثال ہے، جسے بھارت کے گذشتہ ساٹھ برس میں ایک جماعت کانگرس ایک ہی نسل نہرو خاندان کی بیک وقت سیاسی اور جماعتی سیادت کو تاریخ کی زبان میں نہرو عہد کہہ لیں تو بات ایسی بے جا بھی نہیں ہوگی یا یہ کہ بھارت کے گذشتہ ساٹھ برسوں میں ۴۰ سال نہرو خاندان ہی کا راج رہا ہے جس میں علی الترتیب، پنڈت جواھر لعل نہرو (۱۹۴۷-۶۴)، اندرا گاندھی (۷۷-۱۹۶۴) اور پھر (۸۴-۱۹۸۰) جبکہ ازاں بعد راجیو گاندھی (۸۹-۱۹۸۶) اور اب سونیا گاندھی تک کانگرسی اقتدار اعلیٰ کے مناصب پر اپنا طرز حکمرانی اور انداز جہانبانی جہاں نسلی تسلسل کا حامل ہے، وہاں داخلی طور پر خاندانی طرز حکمرانی اور پارٹی مطلق العنانیت (Authoritarianism) کی جمہوری روش بھی معنوی ربط کے ساتھ ساتھ کارفرما رہی ہے۔ مگر پنڈت جواھر لعل نہرو جس وجہ سے زیادہ قابل ذکر ہیں وہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی تشکیل و تکمیل ہے جو اپنی فکری اساس اور عملی چھاپ ہر دو پہلو

Marfat.com

سے انہی کی مرھون منت ہے- جبکہ اس کی صورت گری (Formulation) سے لیکر اسے روبہ عمل لانے (Implementation) تک میں بھی ،اُن کی شخصیت مرکزی ہے،منفرد ہے بلکہ نمایاں بھی ! سچ تو یہ ہے کہ خارجہ حکمت عملی کے باب میں معاصر بھارت کا جو بھی طرۂ امتیاز ہے وہ سراسر، جواھرلعل نہرو کے ذہن رسا کا شہکار ہے، بلکہ کہنا چاھیئے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی تشکیل و تکمیل اور پھر اب تک اس کی تعمیل بھی جواھرلعل نہرو کے حسن دماغ اور سیاسی مزاج کا ہی پرتو بلکہ عکس جمیل ہے۔اس لیے بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں جواھرلعل نہرو کے عکس اور ان کے الفاظ کے نقش کا معنوی ابلاغ بھی اپنی بات بتانے اور بنانے میں بوقلموں اور کثیر الجہتی (Multi-dimensional) سا ہے- ان کی سیاسی شخصیت کا سحر اور علمی اور قلمی چابکدستی کا زہر جب بیک وقت اپنا کام کر جائے بلکہ اپنا کام دکھا جائے ،تو گویا ساز و آواز کے سنگ تاثر کی لہر میں بہہ جانا مقدر بن کے رہتا ہے۔مگر الفاظ کے پیچوں میں الجھنے کی بجائے ہدف اور صدف پر نظر رہے تو اصل کی تہہ تک بآسانی پہنچا جا سکتا ہے۔اس ضمن میں پنڈت جواھرلعل نہرو کی دو کتب تلاش ہند (Discovery of India) اور اتحاد ہند (Unity of India) کی حسین زبان اور بلیغ بیان کا بالاستعاب مطالعہ اس رخ سے انہیں دیکھنے اور پرکھنے کیلئے کافی ہے۔جس میں برصغیر پاک و ہند کے جدید جغرافیائی نام جنوبی ایشیا کے ممالک کا الحاق و انسلاک (Confederacy) کا تصور پیش کر کے بھارت کو اس کے فطری قائد کے طور پر اجاگر کیا گیا ہے۔خاص طور پر تلاش ہند (The Discovery of India) کا اختتامیہ (Epilogue) ان کی امنگوں اور آشاؤں کا ایک سندر آکاش ہے۔جس میں بھارت کے مستقبل کا ستارہ بتدریج

اولاً ہندی--------پھر افرو

ایشیائی سے-------عالمی افق تک کو

کیسے اور کیونکر؟ مفتوح کر کے طلوع ہوتا ہے۔اس میں الفاظ کی کہکشاں میں معنی اور مقاصد کا سماں جس قدر عاجزی سے گم ہے اُسے بھارت قدیم کی روایت میں سادھو کے سنکھ کا الاپ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ذیل کے سادہ سے جملے میں بھارت کے مستقبل کی عملی راہوں کا بیان ہے کہ

"She will go forward with confidence, rooted

Marfat.com

in herself and yet eager to learn from others and co-operate with them". 1

اس حسن تعاون پر مبنی بھارتی خارجہ حکمت عملی کے مستقبل پر تشریح کے لحاظ سے جواھر لعل نہرو کے علاوہ متعدد بھارتی شہ دماغ ایسے بھی ہیں کہ جن کی فکری کاوش اور عملی روش انہیں بھارت کی خارجہ سیاست میں گراں قدر شخصیات کا درجہ دیتی ہے۔ جن میں ڈاکٹر کے ایم پانیکر (K.M.Pannikar) خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو ایک مفکر اور مدبر ہی نہیں بلکہ سفارت کاری کے بھارتی برگ و بار بھی انہی سے وابستہ اور پیوستہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ تاہم یہ بات طے ہے کہ پنڈت جواہر لعل کی شخصیت ان میں مرکزی ہے، بعینہ چاند کے گرد ہالہ کی طرح، جن کی لَے، سُر اور تال کی دھنیں اور دھڑکنیں بہر حال ایک سی ہیں۔

خارجہ حکمت عملی کے بھارتی آکاش پر اس چندا کے گرد چکوری کے علاوہ یہ بڑے نام اور پھر بے پناہ فکری اور علمی کام، ادھر اختیار و اقتدار کی بلندیاں، اُدھر سفارت کاری کے معمر تجربے، سیاسی تدبیر و تدبر کی اڑان گھاٹیاں یہاں تک کہ لفاظی کے دوش پر بوقلموں طریقہ اظہار بلکہ سفارتی آداب مانع نہ ہوں تو ڈپلومیسی کہ جسے ادبی زبان میں ہی نہیں دلی کے غالب کے کلام میں

ع غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟

کہنا زیادہ مناسب ہوگا جس کی تہہ اور کُہنہ تک جانا اور جاننا، اس قدر آساں اور سہل نہیں کہ بھارت اس شعبے میں بھی اسلحے کی طرح خود کفیل اور سفارت کاری کی طرح ثقیل واقع ہوا ہے۔ جس پر غیر جانبداریت، غیر وابستہ اور آزادانہ خارجہ پالیسی کا سہ رُخا عنوان گویا ایک تمثیل ہے، جس میں فکری یکسانیت کا قومی آھنگ (Nationalism) کا دامِ ہم رنگ زمین ایسا ہے کہ عقابی نظر سے ہی اس کے تار و پود دکھائی دیتے ہیں ورنہ خوبصورت عنوانات کے جلوؤں میں اس کی ماہیت تک جانا نظر بہ ظاہر محال ہے۔ کہ تصوراتی دماغ کا نہرو اور سیاسی مزاج کا نہرو بظاہر دو مختلف حیثیتیں ہیں، البتہ جب یہ گنگا جمنا اپنے سنگم الہ آباد پر (الہ آباد ہی جواہر لعل نہرو کا آبائی مسکن ہے) ایک ہی روپ کا درشن بن جائے تو علمی اور عملی ہر دو طریق سے ان کی طبیعت اور نیت کا افق اور عمق دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے، اور پر تلاش ہند (The Discovery of India) کے اختتامیہ میں پنڈت جی کے ایک سادہ سے جملے میں بھارت کی خارجہ سیاست میں مستقبل کی جن راہوں کا عملی عجز بیان زیر بحث آیا ہے۔ ان راہوں کا تعین جس منزل کے حصول کو اپنا ہدف اور صدف جانے ہے وہ بھی ایک ساتھ رکھ

Marfat.com

لیں ،تو پنڈت جواھر لعل نہرو، فکری اور نظری ہر دو اعتبار سے خارجہ حکمت عملی کے فراز سے دنیا اور خاص طور پر پڑ وس کے نشیب پر طائرانہ نظر کا ادراک سمیٹے کیا کہہ رہے ہیں، یہی کہ

"It was India's way in the past to welcome and absorb other cultures". [2]

مگر پنڈت جی اپنی خارجہ حکمت عملی کیلئے جس عاجزانہ اظہار کو عالمانہ ادراک تک میں سمونے کے یہ جتن کیے دیتے ہیں اس کے لئے پنڈت جواھر لعل نہرو کے نہاں خانہ دل کا مستور جھانکنا ہوگا خاص طور پر بھارتی خارجہ حکمت کے مقاصد اور مدعا کا اصل منشور کیا ہے، یہ ذرا ۱۹۴۵ میں دوسری عالمی جنگ کے اختتامی لمحات کا ہندو ادراک ہے، گویا بھارت کے آزاد ملک بننے سے صرف دو سال قبل خود پنڈت نہرو بول رہے ہیں۔

"ہندوستان جیسا کہ فطرت نے اس کو بنایا ہے، عالمی امور میں ایک ثانوی درجے کا رول ادا نہیں کر سکتا، وہ یا تو عظیم قوت تسلیم کیا جائے گا یا پھر کچھ بھی نہ ہوگا۔ کوئی درمیانی چیز میرے لیے جاذبیت نہیں رکھتی اور نہ ہی بیچ کی کسی صورت حال کو میں ممکن سمجھتا ہوں"۔(۳)

مگر تاریخی سچ یہ ہے کہ فکری اور نظریاتی تصورات کے اس جواھر لعل نہرو کو سیاسی اور نظری پلیٹ فارم پر آزاد بھارت کے پہلے وزیر اعظم اور بھارت کے طویل ترین حکمران اور اس کی نسلی اور معنوی وراثت اندرا گاندھی، راجیو گاندھی بلکہ حکمران جماعت کانگرس کے پردھان (سترہ برس کے) کا تسلسل سے یہ بیان ہی اس قدر ے واضح ہے کہ صرف اس عملی پہلو سے بھی جواھر لعل نہرو گویا ایک طرح سے لازم وملزوم ہیں بلکہ بھارت کا تذکرہ جواہر لعل نہرو کے بغیر یقیناً ادھورا سا لگتا ہے۔ ممتاز بھارتی صحافی کلدیپ نائر نے سچ کہا ہے کہ

"No account of Modern India policy is possible without continuing reference to Nehru, for it was he who moulded India's political policy in terms of the comity of

Marfat.com

nations". [4]

نتیجتاً پنڈت جواہر لعل نہرو کے دماغ ومزاج اور پھر ان کے منصب کی معراج سے بھی بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا حقیقی ادراک اصطلاحات سے تشریحات تک اور پھر تصریحات سے توضیحات کا ابلاغ، مکمل طور پر فراہم ہوتا ہے۔ اس لیے تدریجاً بھی دیکھا جائے تو آزادی سے اب تک بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا اظہار وابلاغ جن الفاظ اور انداز سے سامنے آیا ہے اس میں جواہر لعل نہرو کا سربراہ حکومت کے ارتقاء سے کہیں پہلے آزادی کے ہیرو کے طور پر اور پھر تعمیل وپیروی کی حد تک آج بھی یہ اثاثہ اور روایت پنڈت جی سے شروع ہوتی ہے اور انہیں پر ختم ہو کر رہ گئی ہے، خود خارجہ امور کے بھارتی ماہرین اعتراف کرتے ہیں کہ

In respect of foreign policy little original and vital thinking has emerge in India since the achievement of national independence since 50 years. On much that is being said on this subject not only by the representatives of the ruling party, but also independent minded leaders of thought, there is unmistakably the stamp of Nehru's personality and utterances. For it is he who is regarded as the architect of India's foreign policy". [5]

ظاہر ہے کہ اس مقام اور مرتبہ تک آنے میں جس سیاسی پس منظر سے جواہر لعل نہرو بتدریج ابھرے ہیں اس کا بھی ایک نظر جائزہ لیں تو یہ امر باور ہوتا ہے کہ بھارت کی آزادی اگست ۱۹۴۷ء سے کہیں پہلے ان کے دورۂ یورپ اور برسلز کانگرس (برطانیہ) پھر ماسکو میں انقلاب اکتوبر کی تقریبات میں شرکت کے بعد ۱۹۲۷ء میں ہندوستان مراجعت تک، کا حاصل تجربہ وہ عملی اور اساسی تہہ منظر ہے جس کے باعث وہ حصول آزادی تک انڈین نیشنل کانگرس میں خارجہ امور کے تنہا ماہر، اور موثر ومتحرک علامت بنے رہے، مگر تاریخی طور پر

Marfat.com

جو بات لائق توجہ ہے، وہ گاندھی جی کی اشیر باد ہے بلکہ یہ سراسران ہی کی ایجاد ہیں جو معاصرانہ چشمک کے زیر عنوان ان کے ایک معترف اور سیاسی موید مسلمان مصنف کے بقول یہ گاندھی جی کا شکار بنکر کیونکر شہہ کار بنے وہ گاندھی ازم کے اس رویے سے معلوم ہوتا ہے کہ

" گاندھی جی مہاتما ہونے کے باوجود کانگرس میں اپنے کسی حریف کو برداشت نہیں کرتے تھے "۔(٦)

مگر وہ خود کانگرس میں کیسے موثر طور پر داخل اور بالآخر مالک بنے کہ جس کے حسنِ انتخاب کا نام پنڈت نہرو ہے۔ یہی مصنف بتاتے ہیں کہ

" مہاتما گاندھی نے گوکھلے اور تلک کو شہ مات دی، گاندھی جی کو کلکتہ کانگرس میں کوئی مندوب بنانے کیلئے تیار نہ تھا۔ وہاں وہ ڈیلی گیٹوں کے بیت الخلاء صاف کراتے رہے آخر ایک دن کانگرس کے مالک ہو گئے۔ حتی کہ کانگرس ان کے بغیر کچھ نہ تھی۔ کبھی ان کیلئے دو آنے کا ممبر بننا مشکل تھا، اب وہ چار آنے کے ممبر نہ تھے۔ لیکن کانگرس کے باپو تھے۔ حکومت سے کانگرس کی ٹھنتی تو زمام کار ہمیشہ ان کے ہاتھ ہی ہوتی۔ وہ کانگرس ہائی کمانڈ کے سپریم کمانڈ تھے۔ پنڈت مدن موھن مالویہ ان کے ہم عصر تھے، انہیں " پوجیہ پاد " کا لقب دیا مگر کانگرس سے الگ رکھا۔ پنڈت موتی لعل (نہرو) معاصر تھے، لیکن ان کی انا کو اس طرح رام کیا کہ جواھر لعل کو اپنی جگہ کانگرس کا صدر بنا دیا اور یہ جواہر لعل کی عالمگیر شہرت کا نقطہ آغاز تھا۔ اس طرح گاندھی جی کانگرس کے مختار کل بن گئے "۔(٧)

اس معاصرانہ چشمک سے جواہر لعل نہرو، سیاسی طور پر کانگرس کے صدر سے بھارت کے وزیراعظم تک کے سفر کو کیونکر طے کر پائے؟ اس میں خود ایک خاندان اور اس کی سیاسی داستان کا جدید ہندوستان موجود ہے۔ ان کے معترف اور موید اس مسلمان مصنف ہی کا بیان ہے کہ

" ١٩٢٩ء میں لاہور کانگرس کے موقع پر اس کا ستارہ ابھرا اور پھر ١٩٦٤ء میں ہندوستان کے افق سے آفتاب کی طرح ڈوب گیا، پینتیس سال تک ان کا

Marfat.com

اقتدار رہا، بادشاہوں کی کہانیوں میں خاندانوں کی حکومت پڑھی ہے لیکن جمہوری نظام میں خاندان کی حکومت صرف نہرو خاندان ہی کا حصہ رہی ہے۔موتی لعل سے کانگرس کی صدارت جواہر لعل کے ہاتھ آئی اور وہ بار بار صدر بنتے رہے۔ ہندوستان آزاد ہو گیا تو وزیر اعظم ہو گئے ،موت تک وزیر اعظم رہے۔شاستری کے بعد یہ اختیار ان کی بیٹی اندرا گاندھی کو منتقل ہو گیا"ہ(۸)

مذکورہ بالا مصنف کی اپنی حیاتِ مستعار کا سفر یہاں تک ہے ظاہر ہے کہ اندرا گاندھی کے بعد یہ اختیار و اقتدار ان کے بیٹے اور جواہر لعل نہرو کے نواسے راجیو گاندھی کو منتقل ہوا اور یوں بھارت جدید کی سیاسی تاریخ کے چالیس برسوں میں ۳۸ سال نہرو خاندان کی حکمرانی کا سکہ چلتا رہا ہے جبکہ نوے کے عشرے میں پی وی نرسہماراؤ اور ۲۰۰۵ء میں ڈاکٹر من موہن سنگھ بھی کانگرس حکومت کے وزیر اعظم رہے۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو کے اپنے پس منظر کی حیثیت اور سیاسی شخصیت کا کانگرس کے صدر اور خاص طور پر خارجہ امور پر اظہار و ابلاغ کے واحد ترجمان بلکہ ودوان (ماہر) کا یہ تجرباتی پہلو یہاں تک کہ بھارت کے حتمی مراحل آزادی کے عشرہ ۱۹۴۰ء میں کانگرس کی خارجہ امور پر قراردادیں اور بیانات کی تحریر و تسوید سراسر جواہر لعل نہرو کے قلم و علم کا شہ کار ہیں۔اس میں ستمبر ۱۹۴۵ء کانگرس کی قرارداد جس آورش کا آکاش دکھائی ہے،اس کے مطابق

"ایک آزاد ہندوستان ،ناگزیر طور پر---چین، برما، ملایا، انڈونیشیا اور سیلون کے ساتھ دفاع ،تجارت ،معاشی اور ثقافتی ترقی کے دوائر میں مشترک پالیسیاں اختیار کرنے کی کوشش کرے گا"۔۹

یہ مشترکہ پالیسیاں اور باہمی تعلقات میں تعاون و ترقی کے دوائر کیا ہیں؟ اس کے حصول کا طریق کار جن راہوں پر چلنے کو کہتا ہے انہیں جاننے سے خود آزاد ہندوستان کا یہ عندیہ اور عزم علاقائی ممالک کے ساتھ اقتصادی تعاون محض الفاظ کی بزم آرائی ہے مگر اس کی تہہ میں بھارتی قومی مفادات (National Interests) کو اس سے کہیں پہلے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں پنڈت جواہر لعل نہرو کی طرف سے پیش کردہ قرارداد میں ذیل کے الفاظ پڑھیں،تو وہ بتاتے ہیں کہ بھارت کی ہمراہی اور ہمسائی اقوام

Marfat.com

جو بھارت کی حلیف و رفیق ہوں گی ان کی سربراہی کا ''شرف'' بھارت کو حاصل ہوگا۔ان کے الفاظ میں

" ..... and give these nations who ally India would be the moral and spiritual leadership of the world".[10]

حالانکہ سن چالیس کے عشرہ میں دوسری عالمی جنگ کی ہڑبونگ میں یہ قرارداد ہندوستان کو آزاد کرانے کی اس احتجاجی تحریک کے تہہ منظر سے اُبھری ہے جو ہندوستان چھوڑ دو کی کانگرس تحریک کا حاصل تھی۔۱۹۴۲ء کے اجلاس کی یہ قرارداد (Quit India) تحریک کے مقاصد کو بھی واضح کرتی ہے کہ برطانیہ کو جنگ کے باعث خود لندن میں محصور جان کر ہندوستان سے انہیں بھگانے پر مجبور کرنے کا اصل کام اور نام ہی یہ تحریک تھی۔انڈین نیشنل کانگرس کی قراردادوں میں جواہر لعل نہرو کو عالمی تناظر کے معاصر و معروضی احوال و آثار پر غلام ہندوستان میں آزادی کی کوشاں جماعت کے ترجمان کا نام دینا کوئی نئی بات نہیں ہوگی مگر بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے متعدد ماہرین کا اس پر اتفاق ہے۔ایک ممتاز بھارتی مصنف کا یہ اقرار قابل ذکر ہے کہ

" ..... Nehru himself gave direction to the International policy of Congress, formulated most of the Congress resolutions and international questions, and finally shaped the foreign policy of India". 11

تاہم علمی انداز کا تحقیقی تعاقب، بھارتی خارجہ حکمت عملی کے ایک روسی ماہر نے کیا ہے جس میں وہ جواہر لعل نہرو کی خارجہ امور پر فکری اڑان کی نشاندہی میں سن وسال کا حتمی تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

" At the end of 1927, after his return to India, Nehru took an active part in formulating the foreign policy of the Congress party". (12)

بلکہ جواہر لعل نہرو کی خارجہ حکمت عملی کا ابلاغ، بھارتی خارجہ حکمت عملی کا ہم معنی ہو کر رہ گیا ہے۔

Marfat.com

یہی روسی ماہر تو یہ کہنے پر مجبور ہے کہ

" It is fairly widespread notion that India foreign policy was Nehru's 'Pritvate Monopoly'". (13)

پنڈت نہرو کے کینیڈین سوانح نگار نے بھی اس امر کی تائید کی ہے کہ کانگرس میں خارجہ امور کے ماہر اور اس کے بارے میں اظہار و ابلاغ کی متاعِ گراں کا نام صرف جواہر لعل نہرو ہے۔

"From the mid thirties onwards he was the acknowledged Congress spokesman of foreign affairs. Infact, it was he alone who made the party conscious of world politics during the struggle for independence".(14)

غالباً کیا؟ یقیناً یہی سبب تھا کہ تقسیم ہند کی عبوری حکومت (۱۹۴۶ء) کی نگران کابینہ میں خارجہ امور کا شعبہ بھی جواہر لعل نہرو ہی کے سپرد کیا گیا، جبکہ آزادی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد بھی وزیر اعظم کے ساتھ ساتھ خارجہ امور کا قلمدان ان کے پاس تھا۔ تاہم نکتہ آغاز کے طور پر خارجہ پالیسی کی صورت گری میں ان کی فکری نہج کو جن الفاظ کا لبادہ میسر ہوا وہ ان کا ایک باضابطہ نوٹ ہے جو آزادی سے کہیں پہلے لکھا گیا۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ آزاد بھارت کی خارجہ پالیسی یہ ہوگی کہ

"It contains the seed of the policy of non-alignment for non involvement or positive neutrality, which was to become a rubust tree and under which many a state in Asia and Africa was to shelter from the storms and stresses of a divided world, and

Marfat.com

روش(pragmatic attitude) کا تسلسل اور تعمل ہی تو ہے، اور یہی بھارت کا نیشنلزم بھی ہے۔اس کی تشریح وتائید خود پانیکر ہی کے اپنے الفاظ میں واضح تر ہے کہ

"The most significant feature of India's nationalism is the attempt to create a synthesis between the old and the new".

(20)

مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہندویت(Hinduism) اور غیر جانبداریت (Non-alignment)اصل میں دونوں ایک ہیں؟ تاہم قدیم وجدید کے اس امتزاج ہی کو بھارت کی ریت اور رواج (Tradition) کہنا پڑے گا۔ اور قدیم سے جدید تک کے اس سفر ہی کو ہندومت کہتے ہیں کہ جس کا اصول اور گُر یہی تو ہے کہ دیگر اقوام اور تہذیبوں سے اخذ واستفادہ کو مستقل روش اور پالیسی کی حکمت عملی بنا کر چلا جائے۔اس رُخ سے دیکھیں ہندومت کے تسلسل کا جدید نام غیر جانبداریت بھی رکھا جا سکتا ہے- پنڈت جواہر لعل نہرو، ہندی روایت کو جس خلقی اور جبلی ذہن ہندی (Indian Mind) کے لیے انگریزی زبان کے لفظ (Inherent) کا ابلاغ واظہار کرتے ہیں یہ اسکی عملی روش کے طریقہ کار (Methodology) کا تذکرہ و تبصرہ ہے جو پانیکر ہی نے اپنے طور بیان کر دیا ہے-اس ضمن میں انڈین نیشنل کانگرس، اپنی تشکیل سے حصول مقاصد کی تکمیل تک اس روایتی اخذ واستفادہ کے ساتھ کن مراحل سے ہوگذری ہے یہ آگے چل کر زیر بحث آئے گا، سردست پنڈت جواہر لعل نہرو کی شخصیت اور طبیعت کا اپنا رُخ کس قدر سہ رُخی (three-dimensional) ہے۔ وہ ان کے معترف اور موید، ایک مسلمان مصنف کا تجزیاتی اور ذاتی تعارف یہ بتاتا ہے کہ وہ مزاجی اعتبار سے کیا تھے؟ اور سماجی اور فکری اطوار میں کیسے تھے وہ بتاتے ہیں کہ

پنڈت نہرو کیا تھے؟

"ان کے علم پر یورپ کے خیالات کی چھاپ لگی ہوئی تھی، وہ اردو بولتے، انگریزی میں لکھتے اور ہندی چاہتے تھے، ان کا سیاسی نظریہ کئی نظریوں کا مجموعہ تھا، وہ جمہوری بھی تھے اور اشتراکی بھی۔ چین سے انہیں بہت انس تھا، چین آزاد ہوا تو اس چین سے ان کی ٹھن گئی"۔(۲۱)

Marfat.com

یہی عین وہ مرحلہ اور مقام بھی ہے۔ کہ جہاں قومی مفاد (National Interest) کا ادعا اپنے اثرات واثاثہ کے ساتھ زیر بحث آ کے رہتا ہے۔ بات واقعاتی اور معروضی ہی نہیں بلکہ ماضی قریب کی ہے کہ بھارت کی ہندو قوم برطانوی ہند (۱۹۴۷-۱۸۵۷ء) کے دور استعمار سے جو اخذ و استفادہ حاصل کر پائی آج یہی اس کا اوجِ کمال ہے، گویا بھارتی نیشنلزم ہو کہ اس کی تحریک آزادی کا حاصل بھارت! یہ بہر حال اور بہر طور برطانوی ورثہ اور ترکہ (British Legacy) ہی تو ہے۔ اس کا اعتراف خود پانیکر کے اپنے تجزیاتی ملخص سے بھی ہوتا ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ

> "۱۵ اگست ۱۹۴۷ء برعظیم پاک و ہند میں حقیقتاً ایک انقلاب (Revolution) تھا جو صدیوں بعد برپا ہوا اور جمہوری اکثریت کے اصول پر صدیوں بعد ہی ایک آزاد و خود مختار اور مقتدر ریاست (بھارت) کا قیام ممکن ہوا - جسے فوجی قوت اور خاص طور پر بحریہ کا جدید ترین ترکہ اور سائنس اور ٹیکنالوجی کا فنی اور یورپی ورثہ ملا - جبکہ معاشرتی طور پر مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی اقلیتیں بیک وقت ہندو سماج اور راج (بھارت) کو میسر آئیں"۔(۲۲)

اس انقلاب اور اس کے ترکہ و اثاثہ کے حاصل یا وصول کا تذکرہ ہی تو بھارت ہے۔ مگر عجب بات یہ ہے کہ اپنے اس اثاثے کو خود برطانیہ سالوں بعد تک اسے اپنا قائمقام بنانے میں منہمک و مصروف رہا ہے، مسئلہ، محض لارڈ مونٹ بیٹن کی گورنر جنرل کے طور پر تقرری کا نہیں بلکہ اس تہذیبی اور سامراجی ترکہ کے برگ و بار کی جانشینی کا اہتمام گویا بھارت کا علاقائی مقام (Regional Power) ہو گیا تھا۔ اور تو اور آزاد بھارت کی خارجہ حکمت عملی اور اس کے آغاز و نفاذ کے عمل اور عملہ تک میں برطانوی طرز حکومت کا ورثہ اور ترکہ ہی نہیں بلکہ بذات خود برطانوی نژاد اور برطانوی افراد شامل چمنِ آرائی تھے۔ یہاں تک کہ مارچ ۱۹۴۹ء تک بھی، بھارت (آزاد) کی وزارت خارجہ میں ۷۴۳ میں سے ۵۶۰ افسران برطانوی تھے - جبکہ آئی سی ایس افسران کی لاٹ (Lot) بھی تو اصلاً برطانوی پیوند کاری کے مقامی پھولوں کی بہار تھی۔ یہی صورت حال ۱۹۵۰ء تک بھی ریکارڈ پر ہے کہ بھارت میں متعین اس دور کے امریکی سفیر نے اپنی ایک رپورٹ میں بھارت کے انتظامی ڈھانچے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

Marfat.com

"One reason the new Congress party Government took up the ruins ofices so Service inherited smoothly in 1947 was from the British.(23)

یہ تو ایک عمومی سا تبصرہ اور تاثر آزاد بھارت کے اولین ماہ وسال کی انتظامیہ اور خارجہ پالیسی اور ماہرین کے اس موروثی ڈھانچے پر ہے، مگر خارجہ امور کی وزارت میں برطانوی نژاد اور افراد بلکہ افسران کے عمل، دخل کا عالم یہ تھا کہ جیسے برطانوی استعمار کا انخلاء نہیں بلکہ اس کے سامراجی خلاء کو پُر کرنے کا ہنگامی اہتمام ہو! بھارتی خارجہ حکمت عملی کے ایک روسی ماہر نے برطانوی اثرات کی گہری چھاپ، پر خود گرفت کی ہے کہ

"It should be recalled in this connection that Indian foreign policy in the early year after independence was unavoidably subject to British influence".(24)

اس لئے یہ کہنا علمی ہی نہیں عملی لحاظ سے بھی تاریخ کا سچ ہے کہ ہندومت، اپنے مطلب ومفاد کے لئے دوراندیشی کی پالیسی اختیار کرنے کا نام ہے اور عملی کام ہے۔ اس اعتبار سے پرکھیں تو یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہونا چاہیئے، بھارتی سوچ کے اعتبار سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کوئی غیر علمی اور غیر تحقیقی حامل کا مطالعہ نہیں ہوگا۔

غیر جانبداریت فی الواقعہ ہندومت کا تاریخی تسلسل قرار پائے گا۔ المختصر (In sum) یہ کہ بھارت (جدید) کی ریت اور روایت بھی یہی ہے کہ وقت کی رفتار اس کے قومی تقاضوں کی پکار ہے۔ جس کیلئے بھارت کے داخلی ماحول کے تقاضے (Domestic Compulsions) وہ قوتِ متحرکہ بلکہ ہتھیار ہے کہ جس کے بل بوتے پر بھارت کہیں غیر جانبدار، کہیں برسرپیکار اور کہیں اسلحے کے کاروبار میں ملوث اور مصروف دیکھائی دیتا ہے۔ بلکہ ظاہری طور پر مصلحتی اور غیر جانبدارانہ روش اس لئے کہ دوسروں کو بے عمل اور غیر جانبدار رکھا جائے، جبکہ دراصل اپنے تاریخی تعصب اور قومی مفادات کے مطابق عملی اقدامات میں خود مصروف ومنہمک رہنا ہے کہ طاقت کی پوجا اسکا محور ہے اور کمزور پر حکمرانی اسکا مدعا ہے۔

گویا بھارت قدیم کو خارجہ حکمت عملی کے محاذ پر پرکھیں تو یہ ہندومت ہوگا اور بھارت جدید

Marfat.com

کی خارجہ حکمت عملی کے محاذ پر پرکھیں تو یہ غیر جانبداریت کہلائے گی۔ یہی وہ تاریخی روایت (Tradition) اور داخلی ماحول کے تقاضے (Domestic Compulsions) ہیں جسے صدیوں پرانی روش کا حال (Present) اور نتیجتاً فردا (Future) بنایا جاتا ہے، اس ہندومت کا موجودہ نام غیر جانبداریت رکھ لیا جائے تو یہی تو عقلِ عیار اور اس کے "سو بھیس" بنا لینے کا تاریخی عمل ہے۔ اس کی جدید صورت گری میں جس ذہین اور ذہنیت کو عمل دخل حاصل ہے۔ وہ پنڈت جواہر لعل نہرو ہیں۔ جن کا اس ضمن میں نام بھی نمایاں ہے اور کام بھی عیاں ہے۔ بھارت کے ایک سابق وزیر خارجہ مسٹر وائی بی چاون کا یہ کہنا، گویا ایک اعتراف بھی ہے اور ہدیہ سپاس بھی کہ:

"After India attained independence, in the first seventeen years, Jawaharlal Nehru gave concrete shape to Gandhi's Universality and humanism. Having formulated creatively, definitively the fundamental premises which governed India"s responses to international events, Nehru become the acknowledged architect of Free India"s foreign policy". (25)

گویا پنڈت جواہر لعل نہرو، اپنی سیاسی حیثیت، علمی شخصیت اور بھارت کے قومی افق پر، اپنی طبیعت کے اعتبار سے جس طرح جلوہ گر رہے ہیں، ان پر، گاندھی کے پرتو یا پیرو ہونے کا مسئلہ تو مسٹر چاون کا سیاسی تجزیہ ہے۔ البتہ خارجی افق پر بھارت کی حکمت عملی میں انکا نام اور کام اس قدر واضح ہے کہ بھارت کے قومی ہیرو کے ساتھ ساتھ علم و قلم کا ناطہ بھی ان کی پہچان ہے۔ مگر ان تمام امور کے باوصف ان کی شخصی سطح کا باطنی تجزیہ فی الجملہ اس کی ظاہری شان کا بت توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ یہ ایک تجربہ بھی ہے اور مطالعہ بھی کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے اس کے چہرے سے نقاب سرکا دیا ہے۔ پنڈت نہرو کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"A Peter Pan, 'a literary figure who should

Marfat.com

have been an English professor, not a politician, an arrogant Brahmin who covers his Hindu chicanery under veneer of western education". (26)

بس یہ تعارف اور پہچان ہی اس قدر واضح ہے کہ ہندوستان کے سترہ برس وزیراعظم، اور انڈین نیشنل کانگرس کے متعدد بار صدر رہونے کے علاوہ عالمی اور علاقائی امور میں قدآور شخصیت تک کے تمام سفر میں پنڈت جواہر لعل نہرو اس ایک ہی جملے میں بند نظر آتے ہیں۔ جہاں تک بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی تشکیل و تکمیل کا تعلق ہے۔ اس پہلو سے بھی پنڈت جواہر لعل نہرو، بھارت قدیم کے پس منظر کو اپنے قومی مفاد (National Interest) کے پیش منظر میں جس طرح سمو پائے ہیں اس کی ترتیب (Formulation) اور پیش کش (Implementation) دونوں میں وہ ذہنیت بدرجہ اتم کارفرما ہے۔ جس کا تذکرہ قائداعظمؒ کے جملے کا حاصل ہے۔ درحالانکہ ہندومت اور غیر جانبداریت بظاہر دو الگ نام اور عنوان ہیں جسے بھارتی خارجہ حکمت عملی کا جدید رجحان بتایا گیا ہے۔ حالانکہ اسے بھارت قدیم کی روایت کی روشنی میں پرکھا جائے، تو ہندومت (Hindu Mentality) ہے ہی یہی کہ خوشنما اور دلآویز پردوں میں اپنے قومی مطلب و مفاد (National Interest) کو ترجیح دینا ہی ہندو کا قومی ورثہ ہے۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے بھارت جدید کی جو خارجہ حکمت عملی بنائی، بتائی اور چلائی ہے وہ ہندومت کے تاریخی تسلسل اور تعمل کی پذیرائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک طرح سے آواگون اور تناسخ (دوسرا جنم) ہے۔ مگر اس انداز سے کہ پہلے جنم میں اگر کوئی کسر باقی رہ گئی تھی، تو اسے پورا کرنے کا تجزیہ وعندیہ بھی شامل ترکیب ہوگا گویا بھارت (ہندویت) کی ریت وروایت بھارت (جدید) کی خارجہ حکمت عملی کو بھارت کے مقبول عام فلمی گانے میں پیش کریں تو یہی کہنا پڑیگا کہ

ع لینا ہوگا جنم ہمیں کئی کئی بار

وجہ حقیقتاً تاریخی روایت بھی ہے اور داخلی ماحول کا تقاضہ بھی کہ وقت کی رفتار کا ساتھ دینا، عقل و مت کا تقاضہ ہی نہیں، ہندومت کی پکار بھی ہے! اس کی توجیہہ خود بھارت کے خارجہ حکمت عملی کے مدبرین اور ماہرین کے ہاں واضح تر ہے جس میں وہ یہ بتاتے ہیں کہ

Marfat.com

"The compulsions of history, geography and past experience, there were important formative influence of the formulation of India's foreign policy". (27)

اس لئے یہ امر طے پایا کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے معمار اور بانی، مبانی پنڈت جواہر لعل نہرو ہیں جو اسکی تشکیل کے مصور بھی ہیں اور اس کی تعمیل کے محور بھی، البتہ جہاں تک اس خارجہ حکمت عملی کے اصل رُخ اور اس کی اولین ترجیحات کا معاملہ ہے۔ وہ سراسر بھارت میں (ہندویت) کی تاریخی روایت اور اس کے داخلی ماحول کے تقاضوں کو سمونے کی کوششوں کا جدید ایڈیشن ہے جس کا نام غیر جانبداریت، (Non-Alignment) رکھ لیا گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو غیر جانبدار تحریک کے بانی رکن اور روح رواں بنے نظر آتے ہیں۔ عالمی بساط سیاست کی دھڑا بندی میں بظاہر غیر جانبدار مگر ایک نیا دھڑا (Block) اور اس کی سرداری کا شوق و شرف اگر بھارت کو مرکز نگاہ بنا دے تو یہ بھارت کا عالمی اور علاقائی مقام بتایا جاتا ہے۔ اس غیر جانبدار تحریک کے دیگر بانی ارکان اور ممالک کی حیثیت عرفی کا تجزیہ کیا جائے، تو یوگوسلاویہ کے مارشل ٹیٹو اور مصر کے کرنل جمال عبدالناصر بظاہر غیر جانبدار مگر ایک بلاک (روس) کے جانبدار ہی تو تھے، جبکہ پنڈت جواہر لعل نہرو بذات خود سوشلسٹ افکار و نظریات کے پرچار کے بعد سویت یونین کے طرفدار تھے، مگر خارجہ حکمت عملی کے بھارتی پہلو کو جس بات پر فوقیت حاصل تھی وہ اس کی تاریخی ذہنیت اور اس کے بیوپار کا روایتی مزاج تھا، جس نے خارجہ امور کے شعبے میں بھی ذاتی آواز سے قومی اغراض کا حصول اپنا لیا۔ غیر جانبدار تحریک کے تمام قواعد اور ضوابط نیز اہداف (Targets) کے حصول میں پنڈت جواہر لعل نہرو کا عمل، دخل جس قدر تھا۔ اسکی تہہ میں ان کے قومی مقاصد (National Interest) کا ظاہری رنگ و روغن حد درجہ وابستہ اور پیوستہ نظر آتا ہے۔ بھارت کے سابق وزیر خارجہ مسٹر یشونت راؤ چوآن کا یہ کہنا بے جا تو نہیں ہے کہ

"The contents of India's Foreign Plolicy, with non-Alignment as its creed, in the trinity of peaceful co-existence, self-rliance, and

Marfat.com

co-operation with immidiate neighbours. The non-alignment movement is against colonialism and racialism in all forms". (28)

بھارتی خارجہ حکمت عملی میں غیر جانبداری کا چہرہ مسٹر چوآن کے اس بیان کی تائید نہیں کر پاتا، تاہم غیر وابستگی کی پاک دامنی بلاشبہ ایک حسین تخیل کو جلا بخشتی ہے، مگر الفاظ کی مینا کاری اور خارجہ تعلقات کی سفارت کاری میں جو عملاً فرق اور معناً تضاد ہے وہ چنداں محتاج بیان نہیں، البتہ اس کی صریحاً وضاحت درکار ہو تو یہ کہنے میں کیا حرج ہے کہ بھارت کی غیر جانبداریت عالمی بساط سیاست میں بظاہر غیر جانبدارانہ مگر اپنے علاقائی ماحول میں حد درجہ جانبدارانہ ہے- بھارت کی سفارتی تحریک اور سیاسی تاریخ اس کا عملی ثبوت بھی ہے اور واضح ریکارڈ بھی -یقیناً یہی وجہ ہے کہ بھارتی سفارت کار ہو کہ خارجہ امور کا مصنف، غیر جانبداریت (Non-Alignment) کیلئے اپنے تئیں حسین الفاظ (سندر شبدوں) کا چناؤ کرتا نظر آئیگا کہ عالمی ماحول کا الاؤ ان کی علاقائی قیادت (Regional Leadership) کا گویا " بھاؤ تاؤ " ہے ۔تا کہ خطے کے چھوٹے اور پڑوسی ممالک پر، اس کی سیاسی اور جغرافیائی ہیئت اور عالمی امور میں اس کی منفرد اور ممتاز حیثیت کی دھاک بیٹھ جائے، خاص طور پر بھارت کی علاقائی اہمیت کا احساس اس طرح اجاگر ہو کہ چھوٹے ہمسایہ ممالک اس کی اشیر باد اور مرضی بلکہ منظوری کے بغیر کسی باہر یا قریب کے کسی بھی بڑے سے تعلقات اور روابط میں محتاط رہیں، دوسرے یہ کہ عالمی طاقتوں کی علاقائی آویزش میں ایک نمبردار (Police Man) ہونے کے باعث خطے میں اس کی خواہش کے برعکس کوئی سی عالمی دھڑے بندی اپنے قدم نہ جما سکے اور خطے میں بہت بڑے کے طور پر سودا کاری کا حق محض اپنے لئے اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے محفوظ کرا کے رکھے !اس کے بعد عالمی افق پر ہندی ستارہ نمودار ہوگا۔

یہ نہ الزام ہے نہ قیاس آرائی بلکہ ایک تجربہ اور مشاھدہ ہے کہ بھارت کے قومی مقاصد (National Interest) کا آہنگ باوجود ھیمی سروں کے جلترنگ بھی ہے کہ اس کی جنگی طاقت اور فوجی قوت کے اندازے ہی نہیں مظاھرے تک دیکھے جا سکتے ہیں جس کی زد سے اس کا کوئی سا ہمسایہ ملک شاید ہی محفوظ رہا ہو، خواہ یہ عوامی جمہوریہ چین جیسا بڑا ہمسایہ ہو کہ پاکستان۔ یہاں تک کہ سری لنکا اور بنگلہ دیش جیسے چھوٹے ہمسایہ ممالک تک بہرحال اس کی فوجی یلغار کے لذت آشنا ضرور ہیں۔ جبکہ نیپال، بھوٹان اور

Marfat.com

مالدیپ پر ثقافتی سیاسی اور تجارتی مار کا اثر کوئی محتاج بیان معاملہ بھی نہیں ہے۔خود بھارت کے مدبرین کے تجزیے اور پالیسی اموراس روش پر معنوی صاد کرتے ہیں خود دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر وی پی دت کا یہ کہنا اس خارجہ حکمت عملی کا توضیحی پہلو ہے۔جس میں انہوں نے غیر جانبداریت کی اہمیت وضرورت کو بھارت کیلئے کیونکر مطلوب ومقصود بتایا ہے۔اس کی تہہ میں اترنے کیلئے ذیل کا ارشاد ایک وضاحت بھی ہے اور ایک وکالت بھی، جس میں یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ غیر جانبداریت، غیر وابستگی اور آزادانہ خارجہ حکمت عملی کے سہ رُخی (Trinity) عنوان اور نام سے بھارت نے کیونکر کام لیا ہے۔پروفیسر دت لکھتے ہیں۔

"Non-Alignment become the logical framework of India's Foreign Pollicy. An independent foreign policy responded to the conscious and sub-conscious urges of the people, imparted a sense of pride and belonging and help cement the unity of the country, for this foreign policy secured a consensus and was taken out of the ambit of day-to-day politiking. The intrusion of foreign policy into domestic policy would have vitiated the domestic situation, divided the people and created new tensions in country". (29)

سچ تو یہ ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں غیر جانبداریت کے نام پر، خارجہ اور داخلہ دونوں محاذوں پر جو تشہیری اور وضاحتی مہم کا سا انداز تحریر ملتا ہے اس کی معنویت پر غور کریں تو یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ بھارتی خارجہ حکمت عملی کے واضعین (Founders)، اس سے کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں، اور کیوں حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کا عملی ثبوت بھی اس روش سے میسر ہے جو غیر جانبدار تحریک میں پنڈت جواہر لعل

Marfat.com

نہرو کے متحرک اور موثر کردار سے وقوع پذیر ہے۔ پروفیسر دت ہی کا کہنا ہے کہ

"This was especially so because India was right at the centre of the non-Aligned Movement and Jawaharlal had helped fashion the cut and thrust of the movement and promote the unity of purpose and action". (30)

اور یہی بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے معنوی اظہار کا ایک بین ثبوت، کُھلا تجزیہ اور واضح رُخ ہے۔ مگر اس میں بھی سہ رُخ ہیں جس میں حقیقتاً بھارت کا قومی رُخ کیا ہے، یہی تو مقصودِ مطالعہ ہے مگر یہ اظہار (غیر جانبداریت کے پردے میں) علاقائی طاقت اور عالمی قیادت کا بیک وقت ادعا سمیٹے ہوئے ہے وجہ معروضی بھی ہے اور تاریخی بھی کہ پروفیسر وی پی دت کے تجزیہ پر ہی نظر رکھیں تو وہ مزید تائید کرتے نظر آتے ہیں۔ ویسے بھی خارجہ حکمت عملی کو تاریخی تناظر اور قومی تقاضوں سے الگ کر کے سمجھا اور پرکھا نہیں جا سکتا، کیونکہ دونوں کا آپس میں گہرا تعلق اور چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یعنی جس میں اپنا مقصد و مطلب نظر آیا پالیا۔ جہاں صرف نظر کرنا ہو یا مسترد کرنا مقصود ہوا، وہاں یکسر مسترد کر کے آزادانہ خارجہ پالیسی کی آڑ لے لی۔ ورنہ اس کی تہہ میں جو مقصد اور مدعا کارفرما ہے، وہ تاریخ کی رفتار اور وقت کی پکار کا آمیزہ بلکہ ملغوبہ ہی تو ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"Foreign policy of any country is the product of a complex interplay of history, geography, past experience, present requirments, perceptions of the ruling elite of national interests and ideological consensus, if one exists in the country, and if not of the leaders of the Government. It is

Marfat.com

also shaped and moulded by the domestic balance of forces, the regional balance of forces and the international balance of forces". (31)

اس تمام تر فکر و فلسفہ کا حاصل یہ ہے کہ بھارت کسی طور علاقائی طاقت بننے کے بعد عالمی امور میں ایک طاقت کے طور پر اپنا لوہا منوا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے خاطر، کبھی غیر جانبدار، کبھی امریکہ کا تزویراتی ساجھے دار (Strategic Partner) بن جاتا ہے۔ گویا عالمی طاقتوں (Super Powers) کے مابین توازن کے نام پر ابھرتی ہوئی طاقت (Rising Mini Super Power) اگر بھارت خود ہو جائے تو بات بن جائے! کہ یہی مقصود مت بلکہ ہندو مت ہے! بلکہ حقیقتاً بھارت کو بین الاقوامی بساط سیاست میں یہ اعزاز اور سہولت حاصل رہی ہے کہ وہ بیک وقت دونوں عالمی طاقتوں (روس اور امریکہ) سے اپنے قومی مطلب و مفاد بلکہ منفعت کیلئے تجارتی سامان سے لیکر سامان حرب تک میں یکساں سلوک اور رویے کا سزا وار ٹھہرا ہے اور اس طرح اردو زبان کے روزمرہ کے مطابق اس کی سب سے بنتی ہے، صرف ہمسایوں سے نہیں بنتی کہ یہ نہ بنا کر رکھنی ہی حکمت عملی ہے۔ جس نے بھارت کو قدیم اور جدید سے مربوط اور منسلک کر رکھا ہے۔ اور اس کے قومی مقاصد اور مفادات بلکہ مصالح (National Interest) اصلا وہ مرکز اور محور ہے کہ جس کے گرد بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے دوائر اور ظواہر دونوں ڈھلتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ اس روش کو آزادانہ (Independent) خارجہ حکمت عملی کا نام دیکر، نظر بہ ظاہر ایک وسیع الظرف نقطہ نظر کا تانا بانا بُنا گیا ہے، تاکہ بادی النظر میں اس کے تار و پود دیکھائی نہ دے سکیں دلچسپ امر یہ ہے کہ مسلم ہند (۱۸۵۷۔ ۱۲ء) کی سرکاری زبان کا یہ شعر بھارتی خارجہ حکمت عملی پر، پائجامے اور شیروانی کی طرح فٹ بیٹھتا ہے۔ کہ

ع بہر رنگ کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

ترجمہ :- تو جس رنگ اور ڈھنگ کے لباس میں ملبوس اور مستور ہو جائے، کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں، تجھے، تیرے قد اور قامت سے ہی پہچان لیتا ہوں۔

Marfat.com

علاوہ ازیں یہ بھی طے پایا کہ برعظیم پاک وہند سے برطانوی سامراج کے انخلا کی معنوی جگہ لینے یا اس کا سامراجی خلاء (Vacuum) پُر کرنے کیلئے تیار شدہ (Ready Made) قوت ہندویت یا بھارت ہے، جس کے برطانوی ثمرات (British Legacy) ھندو ایک منظم قوم، اور بھارت ایک ملک (دیش) اور پھر سیاسی، سماجی اقتصادی طاقت (Regional Power) ہی تو ہے، کہ جسے بحریہ کی قوت اور سائنس وٹیکنالوجی کے عطیے برطانوی راج سے بطور تحفہ نہیں بلکہ ان کی دوسری قوموں کے اخذ واستفادہ کی روایتی حکمت عملی کے باعث حاصل ہوئے ہیں اور یہی ہندو مت ہے۔ یا ہندو کی مت ہے کہ جس کے تحت وہ اپنے قومی مطلب ومفاد کیلئے حد درجہ چوکنارہ کر وہ کچھ حاصل کر لیتا ہے، جو عام طور پر جذباتی نوعیت کی دوسری بڑی مذہبی قوم خاص طور پر برعظیم کی مسلم قوم دُور اندیشی سے سوچ بھی نہیں سکتی۔ بھارت کے علاقائی مقام، اور توسیع پسندانہ اقدام کی راہ میں اگر کوئی طاقت مزاحم اور حائل ہے تو وہ پاکستان یا عالم اسلام ہے جو بحری اور بری دونوں راستوں پر سدِ راہ بنا ہوا ہے۔ جس میں پاکستان (بطور مسلم قوت) تجربہ ایک موثر اور بڑی رکاوٹ ہے۔ جسے بنگلہ دیش کی صورت میں دو لخت کرنے میں بھارت کا ڈھکا چھپا ہی نہیں بلکہ جارحیت کا عریاں کردار ماضی قریب کا واقعہ اور سانحہ ہے۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے ساتھ جنگ اور سقوط ڈھاکہ کے عین دو سال بعد، ۱۹۷۳ء میں بھارت کے ایک فوجی ماہر کا تجزیہ آئینے کے طور پر اسی تاریخی روش اور معاصر فکر کا عسکری زاویہ ہے کہ

"India, the only ex-coloniol nation that possessed both the political and demographic potential to assume regional leadership, was effectively stiffed. Pakistan was deliberately set up on a counter-measures to offset India's power potential; and for the next twenty years or so this country was forced to confine its purview to that of a minor power".(32)

Marfat.com

یعنی پاکستان کو اپنی فوجی جارحیت سے دولخت کرنے کے بعد ابھی بھارت کے جارحانہ عزائم کی ہوس پوری نہیں ہوئی ، بلکہ اس کے تحفظ اور سلامتی کیلئے پاکستان ایک مستقل اور موثر خطرہ ہے ، اس کا (نعوذ باللہ) مکمل خاتمہ، بھارتی خارجہ حکمت عملی کا اصل اور حتمی ہدف ہے کہ بھارتی خارجہ پالیسی کے ایک اور نامور مصنف کا کہنا بھی یہی ہے کہ

"پاکستان کی تخلیق ہندوستان کیلئے ایک عظیم خطرہ ہے، اس سے ہندوستان کی جغرافیائی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے ۔ اس غیر فطری تقسیم نے ہندوستان کو بہت کمزور کر دیا ہے ۔ اور یہ صورت حال اس کی آزادی کو خطرہ میں ڈال سکتی ہے ۔ تعمیری ڈپلومیسی اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ اس تقسیم کا خاتمہ کر دیا جائے ، یہی وہ صورت ہے ۔ جس میں ہندوستان ایک عظیم قوت کی حیثیت سے اُبھر سکے گا (فوجی نقطہ نظر سے اور خارجہ حکمت عملی سے بھی) ۔ معیشت ، تاریخ ، تمدن اور جغرافیہ کی رو سے ہندو مسلم قوم کا دوبارہ متحدہ ہونا ناگزیر ہے" (۳۳)

اس پاکستان کے وجود و شہود کو ملیا میٹ کرنے اور مٹانے کیلئے ضروری اقدامات تو کرنے پڑتے ہیں کیونکہ بھارت اس خطے (Region) سے برطانوی سامراج کے انخلاء کے خلاء کو پُر کرنے کا موقع اور مقام ہی کیا؟ بذات خود ایک ملک و قوم اور پھر برطانیہ کا "قائمقام" ہی تو ہے! جس کی رفتار کو تیز تر کرنے کا پیٹرول وہ تاریخی روایت اور داخلی ماحول کے تقاضے کا اصلی نام اور مقام ہے، جو محض آگ دیکھانے کا توشہء تاریخ ہے اور پھر توسیع پسندانہ عزائم اور ان کی تعمیل و تکمیل کی خاطر بالادستی کے اقدامات ہی وہ حکمت عملی ہے ۔ جس کی تاریخی اور واقعاتی ہی نہیں علاقائی اور جغرافیائی مزاحمت کا نام "مسلم قوم" یا "مسلم خوف" بن گیا ہے! کے ایم پانیکر سے معلوم کریں تو اس علاقے میں بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا جو نسخہ وہ پیش کرتے ہیں ۔ اس میں روک اور رکاوٹ کی باصلاحیت قوت (مسلم قوم) ہی ٹھہری اور کھڑی ہے کہ اسے بھارت کے جوع الارض (Hegemonistic) کے توسیع پسندانہ اقدامات کی راہ میں دیوار بھی کہا جا سکتا ہے ۔ جو بھارت کیلئے سدِ سکندری ہے، سدِ جارحیت ہے ۔ یہی قوت اس کے علاقائی اور عالمی عزائم کی راہ میں رکاوٹ ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ

Marfat.com

جنوبی ایشیاء میں بھارتی بالادستی کے اعلانیہ عزائم

بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے طویل المدت اور قلیل المدت منصوبہ بندی کا ہدف (Target) یہ ہے کہ

"قلیل مدت کیلئے بھارت (جدید) کی پالیسی یہ ہونی چاہیئے کہ بحرہند (Indian Ocean) پر اقتدار اور قبضہ میں اولاً برطانیہ سے تعاون کرنا چاہیئے جبکہ طویل المدت حکمت عملی یہ ہونی چاہیئے کہ پورے بحرہند پر اسکا قبضہ اور کنٹرول ہو"۔(۳۴)

بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل اور بالادستی کے اقدامات کیلئے قلیل المدت اور طویل المدت منصوبہ کے لائحہ عمل کا مزید کھوج لگائیں، تو اس آئینہ میں بھارت اپنے ماضی کی روایت اور اپنے داخلی ماحول کے تقاضے (Domestic Compulsions) کا مستقل چہرہ لیے مستقبل کی جھلک صاف دکھاتا ہے۔

"اس لیے جب تک دور دراز کے مقامات بھی، جیسے سنگاپور، ماریشس، عدن اور سماٹرا، مکمل طور پر ہمارے تسلط میں نہ ہوں، اور ہماری فضائیہ اور بحریہ اتنی ترقی نہ کرے کہ ہم ان علاقوں کا پورا تحفظ نہ کر سکیں، ہندوستان کی حفاظت اور اس کی سلامتی کا سوال پیدا نہیں ہوتا - ہندوستان کی آزادی کا تحفظ اسی طرح ممکن ہے کہ ہم مضبوطی کے ساتھ طے کر لیں کہ ان تمام علاقوں کے دفاع کی ذمہ داری ہم اٹھائیں گے، ہمارے تحفظ کیلئے ضروری ہیں"۔(۳۵)

برعظیم پاک و ہند میں برطانوی استعمار کے معنوی وارث کے طور پر طویل اور قلیل المدت منصوبہ بندی کے اقدامات اور اس کیلئے منظم مسلسل اور مربوط انداز کیوں ضروری اور لازم ٹھہرا اس کا شافی جواب پانیکر ہی کے لفظ صدیوں بعد ایک جواب بھی ہے اور دلیل بھی کہ ہندومت کا تسلسل (ان کے نقطہ نظر سے) مسلم ہند (۱۸۵۷-۷۱۲ء) میں پیہم معطل اور مفلوج ہو کر رہ گیا تھا - وہ تو بھلے کو برطانوی غلامی میں یہ موقع ملا کہ اس کی جگہ لیکر

Marfat.com

۱-ایک تو ہندومت کی تاریخی روایت کا یہ تعطل دور ہوگیا-وہاں

۲-برطانوی حاصلِ غلامی ایک تجربہ کے طور پر بڑا کام کرگیا-یہاں

ع صدیوں بعد ملے ہوں میرے بھارت

کا طرح مصرع ہی تو حاصلِ مشاعرہ ہے۔جس پر غیر جانبداریت، غیر وابستگی اور آزادانہ، خارجہ حکمت عملی کا تاریخی تسلسل اور داخلی تقاضوں کے برطانوی ثمرات کو یکجا کر کے پرکھیں، تو کے ایم پانیکر کی سنگت میں ایک اور نامور پالیسی ساز داس پٹیل بھی ہیں۔جو اس طرح مصرع کے سُروں کی سانجھ لیے بھارت کے اردگرد کس طرح کا مشاعرہ یا یدھ رچانے کے اہتمام وانصرام کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔اس سے وہ مقاصد اور مطلوبہ مقام ملاحظہ کرنے میں کچھ زیادہ دقت نہیں ہوتی کہ بھارت اپنے ماضی سے لیکر حال تک جس مستقبل کی آرزوؤں کا متمنی اور خواہاں بلکہ کوشاں ہے۔اس کی غیر جانبداریت اور غیر وابستگی نیز آزاد خارجہ حکمت عملی پردے میں بھی عریاں ہے کہ یہ بھارت (جدید) کی بحریہ فضائیہ اور بری افواج کی قوت اور وسعت ہے جس کے بل بوتے پر بھارت کے اکناف واطراف کے علاقوں بلکہ ممالک پر حاوی اور حملہ زن ہونے کے ثقافتی تجارتی نیز افواج برائے امن Peace Keeping Force کے تمام تر اقدامات ایک قومی دفاع ہے۔ایک قومی حکمت عملی ہے۔علاقائی سے عالمی طاقت کا مربوط منصوبہ ہے۔

اگر منظم، انداز میں بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا حقیقی منشور ملاحظہ کرنا مقصود ہو، تو جامع مگر مختصر طور پر اپنی تاریخی رفتار اور روایتی افکار کے ساتھ یہ گردوپیش پر گویا ایک یلغار ہے-

بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے توسیع پسندانہ منصوبے

۱- ''جغرافیائی عوامل ایک فیصلہ کن چیز ہیں-اس لیے بھارت کا خصوصی مفاد ان علاقوں میں ہے جو اس سے قریب ہیں-پس نیپال، پاکستان، افغانستان، برما، ملایا، ملائیشیا اور سری لنکا، انڈونیشیا، ہندوستان کے مقاصد کیلئے بے حد اہم ہیں''-

Marfat.com

۲- ''لہذا ہندوستان کیلئے ضروری ہے کہ سنگاپور اور سویز پر اس کا قبضہ ہو، جو ہندوستان کیلئے صدر دروازے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر کوئی مخالف قوت ان پر قابض ہو تو ہندوستان کا وجود اور آزادی خطرے میں پڑ جائے گی''۔

۳- ''ایک مدت تک افغانستان، ہندوستان کا حصہ رہا ہے ..... دور جدید میں تیل کی ضروریات کی بنا پر ایران، ہندوستان کیلئے بہت اہم ہے۔ اس لیے ہندوستان کا مفاد اس علاقہ سے وابستہ ہے''۔

۴- ''اس طرح ہندوستان کی تیل کی ضروریات، اسے عرب میں دلچسپی لینے پر مجبور کرتے ہیں یہی صورت عراق کی ہے''۔

۵- ''برطانیہ کے چلے جانے کے بعد پورے علاقے میں ایک سیاسی خلاء واقعہ ہو گیا جسے پُر کرنے کی ضرورت ہے''۔

۶- ''بھارت کیلئے عظیم بحری قوت ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ بحر ہند، سنگاپور سے لیکر نہر سویز تک اس کی جھیل کی حیثیت رکھے''۔(۳۶)

حاصل مطالعہ یہ ہے کہ توسیع پسندی کا یہ منضبط منشور ہے کہ جس کے اقدامات میں مزاحم اور حائل قوت صرف اور صرف مسلمانان عالم اسلام (یا پاکستان) ہی کیوں؟ وجہ معروضی ہی نہیں تاریخی بھی ہے کہ یہ مسلم قوت (یا اسلام کی تہذیبی قوت) تجزیۂ اور تجربۂ اس خطے میں صدیوں سے ہندو تہذیب سے نبرد آزما ہے- اور پانیکر سے لیکر نہرو تک کے ذہنی افق پر بحری اور بری راستوں پر مزاحم، ماحول کو عالم اسلام کہا جاتا ہے- داس پٹیل ہی کا تتمہ حقیقتاً خارجہ حکمت کا بھارتی تیر بہ ہدف نسخہ ہی تو ہے جس میں مسلم تہذیبی قوت (یا مسلم ممالک) کا سدِ راہ ہونا باور آیا ہے۔ اس لیے برعظیم پاک و ہند سے برطانوی استعمار کے انخلاء کو بھارت بطور خلاء پُر کرنے کا قومی مقصد (National Interest) بھارتی خارجہ حکمت عملی کا مرکز و محور رہا ہے۔ مگر اب عالمی اڑان بھرنے کے لئے سلامتی کونسل کے مستقل ممبر (استھائی سدس) کے روپ، سروپ کے لئے عالمی امور میں بڑھ چڑھ کر، اپنے منصب و مقام کے دعویدار کے طور پر تیار کھڑا ہے۔ یہ بڑی سوچی سمجھی سکیم کے بعد ہوا ہے کیونکہ یہی سلامتی کونسل کے مستقل رکن کے طور پر اپنے یہ علاقائی اور عالمی عزائم کو یکجا کر کے ایک عظیم طاقت (مہاشکتی) کے روپ میں ابھرنے کے اعلانیہ جتن ہیں۔ یہی ۱۹۴۵ء سے پنڈت جواہر لعل نہرو کے اس

Marfat.com

مدعا کا عملی چارٹر ہے کہ ہندوستان ناگزیر طور پر ایک بڑی طاقت تسلیم کیا جائے گا، اس سے کم کسی بھی طور کی بھارت کے لئے عالمی مقام کی صورتحال کو وہ ممکن نہیں سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ بھارت کی خارجہ پالیسی ایک قومی اور سرکاری پالیسی کے طور پر منظم، مسلسل اور مربوط، منصوبہ بندی کے ساتھ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ اور اب تو ۲۰۲۰ء میں بھارت کو ایک ترقی یافتہ (وکست دیش) ملک بنانے کا عزم ظاہر کر دیا گیا ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد برطانوی استعمار کی جگہ لینے اور جگہ پانے کی کہانی بھارت کے شہ دماغوں کی زبانی معلوم کریں تو بھارت سے اکھنڈ بھارت اور پھر اکھنڈ بھارت سے مہا بھارت تک کا ہندی افروایشیائی اور عالمی، آورش اور عندیہ اس کی تصویر بلکہ تائید و تصدیق ہے کہ برطانیہ کی جگہ ایک علاقائی طاقت کا خلاء پُر کرنا ہی تو بھارت ہے یہ تو بدیہی اور معروضی حقیقت ہے حالانکہ پانیکر ہی ان برطانوی برکات کا حاصل تو یہ بتاتے ہیں کہ بھارت کو اس ضمن میں جو ثمر ملا ہے وہ ہے نظریہ تصادم و ترقی! یعنی جدید دفاعی قوت کا حصول اور معمول بھی ساتھ ہے۔ جو بیلونیوی سے چاندی پور (اڑیسہ) کے لاچنگ پیڈ سے جدید ترین مزائلوں کا ٹیسٹ اور آئے دن ان کی چاندماری ہے۔ اس لئے اب برطانیہ کی نہیں بھارت کی باری ہے۔

"(Approach to modern sciences and conception of defence)"

یہی کے۔ ایم پانیکر ہی کے اپنے الفاظ گویا یہ اخذ و استفادہ ہے جو برطانوی استعمار کی دین اور بھارت کا جدید مقام ہے- تاہم برطانیہ تو عالمی طاقت ہے، سلامتی کونسل کا مستقل رکن اور ویٹو پاور، ہے اور یہ ہی تو معاصر بھارت کی متحرک سفارت کاری ہے جو بڑے زور اور شور سے جاری و ساری ہے۔ جو پہلے خفیہ سفارت کاری تھی، جو پچھلے ایک عشرے میں نمایاں کوششوں کے بعد اب جرمنی اور جاپان سے کھلی سودا کاری بن کر سامنے آ گئی ہے کہ سلامتی کونسل کے مستقل ممبر (استھائی سدس) کے طور پر بھارت ان کی وکالت اور حمایت کرتا ہے، اور جواباً جرمنی و جاپان، بھارت کی حمایت اور دلالت کریں گے۔ آبادی اور جمہوریت کے نام پر بھارتی استدلال کو بعض عالمی طاقتوں کی ڈھکی چھپی تائید و حمایت بھی حاصل ہے، مگر پورا براعظم افریقہ، اور عالم اسلام اپنی عالمی آواز میں ابھی صحراؤں کے سراب سے نکل نہیں پا رہا، جبکہ عالم اسلام میں پاکستان کا کردار واقعتاً ''قائداعظمؒ'' ہے اور یہی مقدر و تقدیر نظر آتا ہے، صرف اور صرف حب الوطنی (Patriotism) اور

Marfat.com

اسلامی قومیت (Islamic Nationalism) کے دو نکاتی پروگرام کو مقصد اور منزل بنا کر، داخلی سطح پر پوری پاکستانی قوم، دیانت اور امانت کو معیارِ زندگی بنا لے، تو عالمی امور میں پاکستان ایک مستقل اور موثر کردار ادا کرنے کے لائق ہے اگر مفکرِ پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ ہی سے مدد لیں تو انکا ارشاد بھی یہی رہنمائی کرتا ہے کہ

ے نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حال ہی میں یورپی یونین نے بھی ہندوستان کو امریکہ کی طرح اپنا سٹریٹجک پارٹنر بنا لیا ہے۔ ۸/نومبر ۲۰۰۴ء کو ہیگ (ہالینڈ) میں امریکی صدارتی انتخابات کے بعد یہ یورپی یونین کا پانچواں سربراہ اجلاس تھا جس میں امریکہ، کینیڈا، روس اور جاپان کے علاوہ چین کو یہ درجہ پہلے سے حاصل ہے۔ البتہ

''تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ یورپی یونین ہندوستان کو ایک ابھرتی ہوئی طاقت تصور کرتی ہے جس میں عالمی طاقت بننے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے جسے نظر انداز کرنا درست نہیں ہوگا''۔(۳۷)

اور یہی بھارت کے عالمی عزائم کا مقصود و موجود ہے اور عالمی بساطِ سیاست میں یہی بھارت کا مطلوب ہے۔

یہی سبب ہے کہ بھارتی قیادت سیاسی اور ڈپلومیسی کے محاذ پر عالمی طاقتوں کے سامنے سرخرو ہونے کے لئے اپنے گردا گرد علاقائی تنازعات پر بات کرنے پر آمادہ ہوئی ہے کہ وہ اپنی علاقائی تنازعات کو خود باہمی طور پر متعلقہ ممالک سے ملکر اپنی مرضی سے حل کر کے دکھا سکے، اور یوں جنوبی ایشیاء کے ایک سب سے بڑے ملک کے طور پر آبادی کی اکثریت اور جمہوریت کے قصر کے ساتھ عالمی ادارے میں اپنی راہ پا سکے، مگر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مستقل نشست کا مستقبل سرِ دست ڈانواں ڈول سا ہے۔ وجہ معروضی ہے کہ:

''۲۰۰۴ء میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے عالمی ادارے میں اختلافات اور دنیا کو درپیش خطرات سے نمٹنے کے لئے نئے قواعد و ضوابط کی جس ۱۶ رکنی کمیٹی کو یہ کام سپرد کیا تھا، اس نے تھائی لینڈ کے سابق

Marfat.com

وزیراعظم آنند پانیاراچن کی سربراہی میں یہ رپورٹ مسٹر کوفی عنان کو سونپ دی ہے۔اس کمیٹی میں سولہ ممالک کے وزرائے خارجہ اور سفارتکار شامل تھے،اس اعلیٰ سطحی کمیٹی نے ۹۵ صفحات پر مشتمل اپنی رپورٹ میں ۱۰۱ تجاویز پیش کی ہیں جن پر مارچ ۲۰۰۵ء میں مسٹر کوفی عنان اپنی رائے پیش کریں گے۔جس کے بعد اس رپورٹ پر کوئی فیصلہ کیا جاسکے گا۔تاہم اس رپورٹ میں سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کی تعداد بڑھانے کی سفارش کی گئی ہے، مگر انہیں ویٹو پاور دینے سے یکسر انکار کیا گیا ہے، ظاہر ہے اس سے ان ممالک کو حد درجہ مایوسی ہوئی ہے جو سلامتی کونسل میں مستقل نشست کے لئے ایک عرصہ سے مہم چلا رہے تھے، جس میں بھارت سرفہرست ہے''۔(۳۸)

سلامتی کونسل کے مستقل ارکان بننے کے لئے بھارت کے علاوہ جرمنی و جاپان کے علاوہ برازیل بھی کوشاں ہیں۔ جہاں تک بھارت نے اعلان کیا ہے کہ وہ ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل کی نشست نہیں لے گا۔ گویا بھارت نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مستقل نشست کے لئے دھرنا دینا شروع کر دیا ہے۔یہاں تک کہ بھارت کے سابق سیکرٹری خارجہ شیام سرن نے اپنے موقف اور مقام کے لئے بڑی وضاحت سے یہ اعلان کر دیا کہ بھارت ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل کی مستقل نشست قبول نہیں کرے گا۔نئی دہلی سے تازہ ترین خبر یہ رہی ہے کہ:

''نئی دہلی (آن لائن) بھارت نے ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل کی مستقل نشست قبول کر لینے کی رپوٹوں کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارت ویٹو پاور کے بغیر مستقل نشست کسی صورت قبول نہیں کرے گا۔ یہ بات بھارتی سیکرٹری خارجہ شیام سرن نے انٹرویو میں کہی، انہوں نے کہا کہ بھارت ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل کی مستقل نشست قبول نہ کرنے کے اپنے سابقہ موقف پر برقرار ہے، انہوں نے کہا کہ ویٹو پاور کے بغیر مستقل نشست قبول کرنے کے بارے میں اطلاعات میں کوئی حقیقت نہیں، اور نہ ہم یہ نشست قبول کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ ہمارے موقف سے اچھی

Marfat.com

طرح آ گاہ ہے"۔(۳۹)

روسی صدر کا انکار پھر اقرار

روس کے صدر ولادیمر پوٹن دسمبر ۲۰۰۴ء میں بھارت کے دورے پر آئے تو سلامتی کونسل کے مستقل ارکان کی تعداد بڑھانے کی مجوزہ رپورٹ سامنے آ چکی تھی، نئی دہلی میں اخباری نمائندوں نے ان سے اس بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے

> "ہندوستان کے موقف کی تائید کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ انہوں نے بھارت کو مشورہ دیا کہ اس معاملے میں ضد سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ لچکدار انداز اختیار کرنا چاہیئے"۔(۴۰)

تاہم ہندوستان نے اس بارے میں حد درجہ تاسف کا اظہار کیا بلکہ انہوں نے روسی صدر پر بباطن احتجاجی رُخ اپنایا یہی سبب ہے کہ بالآخر روسی صدر کو دورہ بھارت کے دوران ہی اپنے اس موقف سے دست بردار ہونا پڑا اور پھر انہوں نے اپنے اس بیان کی وضاحت کر ڈالی۔ نئی دہلی کا موقر جریدہ سہ روزہ دعوت کا بیان ہے کہ:

> "روسی صدر ولادیمر پوٹن نے دورہ ہندوستان کے پہلے دن دیئے گئے اپنے بیان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ وہ یعنی روس ہندوستان کو نہ صرف سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت دیئے جانے کے حق میں ہے بلکہ وہ ہندوستان کو ویٹو اختیارات دیئے جانے کے مطالبے کی تائید بھی کرتا ہے۔ بعض حلقوں نے ان کے پہلے بیان کو روس۔ ہندوستان دوستی کے تقاضوں کے منافی قرار دیا تھا"۔(۴۱)

کیونکہ بھارت کی ساٹھ سالہ سفارتی اور تزویراتی (Strategic) کمائی روس سے دوستی کے معاہدات و معاملات ہی تو تھے، گویا

ع جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

وجہ تاریخی ہی نہیں، ساٹھ سالہ ڈپلومیسی کا حاصل وصول بھی تھا، ایک تجزیہ نگار کا یہ نقطۂ نظر قابل ذکر ہے کہ:

> "ماضی میں جب پاکستان فوجی معاہدوں میں شریک ہوا تو اس وقت بھی

Marfat.com

پنڈت جواہر لعل نہرو نے شدید احتجاج کرتے ہوئے نہ صرف سوویت یونین کی طرف اپنے جھکاؤ میں اضافہ کردیا، بلکہ سرد جنگ میں امریکی اثر و رسوخ کو مجروح کرنے کے لئے غیر جانبدار تحریک کے نام سے ایک تنظیم کی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور عملی طور پر سوویت یونین کی عالمی حکمت عملی کو آگے بڑھانے میں مدد دی۔ انہیں تعلقات کو بہانہ بنا کر پنڈت نہرو نے تنازعہ کشمیر کے حوالے سے اپنے عالمی وعدوں کو توڑا اور پاک، امریکہ تعلقات کی آڑ میں سویت یونین سے جدید اور بھاری اسلحہ اونے پونے داموں خرید کر علاقائی طاقت بننے کی کوشش کی''۔(۴۲)

مگر اب تو معاملہ علاقائی نہیں عالمی طاقت بننے کا ہے، اس پر سمجھوتہ کیونکر ہو، روس نہیں تو امریکہ ہے۔ برطانیہ اور فرانس پہلے ہی ہم نظر ہیں۔ باقی بچا ہی کیا ہے۔ مستقل نشست تو مل رہی ہے، مگر ویٹو پاور کے ساتھ ابھی دو ہاتھ لب بام رہ گیا ہے، اس بارے میں مورخین کے ساتھ مل کر ایک سفارتی محاذ گرم کرنے کی تیاریاں جارہی ہیں۔ بھارت کے سابق وزیر خارجہ کنور نٹور سنگھ اپنے عالمی عزائم کو اپنی سفارتی کوششوں سے مربوط اور منظم کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ نئی دہلی سے ایسوسی ایٹڈ پریس نے خبر دی کہ

''ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل کی نشست قبول نہیں کریں گے۔ نٹور سنگھ۔

نئی دہلی (الف پ پ) بھارت کے وزیر خارجہ نٹور سنگھ نے کہا ہے کہ بھارت ویٹو پاور کے بغیر سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت قبول نہیں کریگا۔ انہوں نے یہاں اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس سلسلے میں ہمارا موقف بالکل واضح ہے، ہمارے وزیر اعظم پہلے ہی کہ چکے ہیں کہ سلامتی کونسل میں کسی قسم کا امتیازی سلوک ہرگز برداشت نہیں کرینگے۔ نٹور سنگھ نے مزید کہا کہ بھارت کو مستقل رکنیت کے لئے عالم اسلام سے اومان، متحدہ عرب امارات اور بحرین کی حمایت حاصل ہے۔ مزید ملکوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ان ملکوں کا دورہ کرونگا۔ واضح رہے کہ برطانیہ، فرانس اور روس بھی بھارت کے حامی ہیں۔ وزیر خارجہ نے کہا کہ

Marfat.com

اس مقصد کے لئے جاپان، برازیل اور جرمنی کے ساتھ بھی رابطے کیے جا رہے ہیں''۔(۴۳)

بھارت کے عالمی عزائم کا نقشہ بالکل واضح اور صاف ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ عالمی بساطِ سیاست میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی تشکیل جدید، کن خطوط پر استوار ہوتی ہے۔ پہلے کے پانچ مستقل ارکان ویٹو پاور کے ساتھ، مستقل رہیں گے یا پھر علاقائی بنیادوں پر نئے ارکان کو مستقل مگر ویٹو کے بغیر رکنیت دینے کی بات منظور ہوتی ہے۔ بہر حال بھارت اپنے عالمی عزائم کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ چکا ہے۔ باقی مراحل دھیمی رفتار مگر وقت کی پکار کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں۔

تاہم امریکی دارالحکومت سے ایک استدلال اور اشارہ واشنگٹن پوسٹ کی ۴ رجنوری ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں سامنے آیا ہے، جس میں بروس فین نے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ:

''بھارت کی معاشی اور جغرافیائی اہمیت اپنی جگہ لیکن کشمیر کے مسئلے پر سلامتی کونسل کی دو قرار دادیں اقوام متحدہ کے ایجنڈے کا حصہ ہیں اور ان قراردادوں کی موجودگی میں بھارت سلامتی کونسل کا مستقل رکن نہیں بنے گا''۔(۴۴)

ظاہر ہے کہ جو ملک بین الاقوامی سطح پر اپنے قول و قرار کا پاس نہیں رکھتا اور نہ ہی عالمی ادارے کی قراردادوں کو اہمیت دیتا ہے، اس کی اس ادارے کے بھی اہم ادارے سلامتی کونسل میں داخلے سے عالمی انصاف کے فاصلے بڑھیں گے، جو طاقت کے حصول کا سفارتی ہتھکنڈہ تو ضرور ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ طاقت کا خاصہ ہے کہ یہ خوف پیدا کرتی ہے، جب کہ خوف کا خاصہ یہ ہے کہ یہ بالآخر مزاحمت کو جنم دیتا ہے، جس سے طاقت کا غرور و گھمنڈ، خاک میں مل جانے کی متعدد تاریخی سچائیاں، عالمی افق پر ابھی تک چھائی ہیں۔قرآن نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ

''اللہ کے حکم سے قلت، کثرت پر غالب آ جایا کرتی ہے''

وما علینا الا البلاغ ○

Marfat.com

حوالہ جات

1. Jawahar Lal Nehru, *The Discovery of India*, Calcutta, The Signet Press,1946, p. 498.
2. Ibid. p. 500.
3. Jawahar Lal Nehru, op.cit., p. 50.
4. Kulip Nayar, *India After Nehru*, New Delhi, Vikas Publishing House, 1975. Title Back Page.
5. Madhu Limaye, *Problems of India's Foreign Policy*, Delhi, Atma Ram & Sons, 1984. p.33.

۶۔ آغا شورش کاشمیری، ''بوئے گُل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل''، (سوانح) لاہور، مطبوعات چٹان، ۱۹۷۲ء، صفحہ ۴۱۵۔

۷۔ ایضاً، صفحہ ۴۱۴

۸۔ ایضاً، صفحہ ۴۱۰

۹۔ پروفیسر خورشید احمد، ''بنگلہ دیش اور جنوبی ایشیاء کی سیاست''، کراچی، نورس پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۲۳

10. Jawahar Lal Nehru, *The Discovery of India*, op.cit., p. 500.
11. N. V. Raj Kumar, *The Background of India's Foreign Policy*, New York, ASIC, 1951, p. 2.
12. Yuri Nasenko, *Jawhar Lal Nehru and India's Foreign Policy*, Starling Publishers, New Delhi, 1977, p. 3.
13. Ibid. p. 12.
14. Micheal Brecher, Nehru: *A Political Biography*,London,

Marfat.com

Oxford University Press, 1959. p. 565.

15. Jawahar Lal Nehru, *India's Foreign Policy*, New Delhi, Ministry of Information and Broadcasting, 1961, p. 80.

16. Micheal Edwardes, Nehru: *A Political Biography*, London, Penguin press,1971, p 268.

17. H.k. Chhabra, *Relation of Nations*, New Delhi, Surjeet Publisher, 1980, p.1.

18. Jawar Lal Nehru, *The Discovery of India*, op.cit, P. 500.

19. K.M. Panikkar, *Common Sense About India*, London, Victor Gollaneg, 1960, p.8.

20. Ibid. p.7.

۲۱۔ آغا شورش کاشمیری، ''بوئے گُل، نالۂ دِل دودِ چراغ محفل'' (سوانح) حوالۂ مذکور، صفحہ ۴۰۹۔

22. K. M. Panikkar, op.cit., p. 13.

23. Chester Bowls, *Ambassader's Report*, London, Victor Gollancz, 1954, p. 85.

24. Yuri Narenko, *Jawahar Lal Nehru and Foreing Policy*, New Delhi, Sterling Publishers, 1977, p. 9.

25. Y. B. Chavan, *India's Forign Policy*, New Delhi, Somarya Publications,1979, (Introduction) p. xiii.

26. Lurry Collins and Dominique Lapirre, New Delhi, *Freedom at Midnight*, Vikkas Publishing House, 1976, p. 102.

27. V. P. Dutt, *India's Foreign Policy*, New Delhi, Vikkas Publishing House,1984. p. 3.

28. Y. b. Chavan, op.cit, p. 179.

Marfat.com

29. V. P. Dutt, *India's Foreign Policy*, New Delhi, Vikkas Publishing House, 1984. p. 4.

30. Ibid. p.7.

31. Ibid. p. 1.

32. Major General. D. K. Palit (R) *The Hindustan Time*, New Delhi, January 23, 1973.

33. S. R. Patial, *Foreign Policy of India*, Bombay, Penguin, 1960, p. 29.

34. K. M. Panikkar, *India and the Indian Ocean*, Mysore, Mysore Publishing House, 1945, p.p. 92-95.

35. Ibid.

36. Dr. Satyavrata. R. Patial, *Foreign Policy of India*: Inquiry and Critisim, Bombay, Penguin, 1960. p.p. 13,22.

۳۷۔ اداریہ سہ روزہ، ''دعوت، نئی دہلی''، ۱۴ر نومبر ۲۰۰۴ء

۳۸۔ سہ روزہ ''دعوت، نئی دہلی''، ۷ر دسمبر ۲۰۰۴ء

۳۹۔ ''روزنامہ جنگ''، لاہور، ۲۱ر دسمبر ۲۰۰۴ء

۴۰۔ سہ روزہ ''دعوت''، نئی دہلی، ۷ر دسمبر ۲۰۰۴ء

۴۱۔ سہ روزہ ''دعوت''، نئی دہلی، ۱۰ر دسمبر ۲۰۰۴ء

۴۲۔ نذیر ناجی، ''سویرے سویرے''، روزنامہ جنگ، لاہور، ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۴ء

۴۳۔ ''روزنامہ جنگ''، لاہور، ۴ر جنوری ۲۰۰۵ء

۴۴۔ بروس فین، ''واشنگٹن پوسٹ''، ۴ر جنوری ۲۰۰۵ء

(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم سرما ۲۰۰۵ء)

Marfat.com

بھارتی خارجہ پالیسی۔۔۔غیر جانبداریت سے جانبداریت تک

بھارت نے اپنی آزادی 15 راگست 1947 کے بعد خارجہ حکمت عملی کیلئے جس مدعا کا اظہار و اعلان کیا' وہ غیر جانبداریت کا فلسفہ تھا۔اسی غیر جانبداریت کو لے کر بھارت عالمی اور علاقائی امور میں غیر جانبدار تحریک (Non-Align Movement - NAM) کے پلیٹ فارم پر متحرک اور نمایاں کردار ادا کرتا رہا بلکہ غیر جانبدار تحریک کے سرخیل کے طور پر خود پنڈت جواہر لعل نہرو قائدانہ کردار ادا کرتے رہے۔ 1947 سے لے کر 1964 میں اپنی موت تک کم وبیش مسلسل 17 برس وہ ہندوستان کے وزیرِ اعظم کے علاوہ وزیر خارجہ کا قلمدان بھی سنبھالے رہے۔یہی سبب ہے کہ بھارت کی خارجہ پالیسی کا تمام تر اثاثہ پنڈت جواہر لعل نہرو سے شروع ہوتا ہے اور تقریباً انہی پر ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

پنڈت جواہر لعل نہرو کی یہ خارجہ پالیسی کیا کوئی منجمد اصول ہیں یا متحرک اقدامات؟ ان ہی کا جائزہ لینا مقصود ہے کہ بظاہر ''غیر جانبداریت' آزادانہ اور غیر وابستگی'' کے اعلان کے باوجود عملاً ایسا ہے بھی کہ نہیں بلکہ بھارت کسی کا طرفدار ہو یا نہ ہو' صرف اور صرف خود اپنا طرفدار ضرور ہے اور یہی بھارت کی خارجہ پالیسی کا مرکز' محور اور مقصد ہے کہ ان کی ناوابستگی بھی ایک طرح کی وابستگی ہے، مگر ہے بھی اور نہیں بھی! عالمی امور میں قوموں اور ملکوں کے مابین معاملات ہی نہیں' سرد جنگ کے برسوں میں دو بڑے فوجی بلاکوں سے بظاہر آزادانہ روش کا اعلان واظہار مگر بباطن ہر ایک فوجی بلاک سے اپنے مطلب ومقصد کے لئے حد درجہ وابستگی کا معاملہ ایسا ہے کہ بھارت یہ کام کرتے ہوئے کئی مرتبہ پکڑا گیا ہے۔اس بارے میں روس ہو کہ امریکہ' بھارت دونوں سے اپنے قومی مطلب ومفاد (National Interest) کے نام پر وہ سب کچھ وصول کرتا پایا گیا ہے جو ہر دو بلاکوں سے بظاہر وابستہ ممالک تک حاصل نہیں کر پائے۔اسی خوبصورت عنوان غیر جانبداریت کے جلوؤں میں بین السطور یہ جانبداریت ہی بھارتی خارجہ پالیسی کا کمالِ فن ہے جس کی تہہ میں بھارت کے قومی مفادات کا حصول اور اس کے عالمی اور علاقائی مقام اور منصب کے لئے پیش رفت کا ایک ایسا طریقہِ کار اپنایا گیا ہے جو وقت کی پکار پر ہر مسئلے اور معاملہ پر پورا اترتا ہے۔یہ فلسفہ ہے یا نظریہ' تصور ہے کہ طریقِ کار؟ اِسے بھارتی خارجہ پالیسی کی اٹھان سے مربوط کر کے ہی جانچا جا سکتا ہے۔ جسے بھارت کے پہلے ڈپٹی قائدِ ایوان (ڈپٹی

Marfat.com

وزیرِاعظم نہیں) مولانا ابوالکلام آزاد (اس دور کے وزیرِ تعلیم) نے لوک سبھا میں خارجہ پالیسی کی قرارداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ

''ہماری خارجہ پالیسی غیر جانبداری پر مشتمل نہیں، بلکہ ناوابستگی پر مبنی ہے۔ اور ہم مسائل کے بارے میں آزادانہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کسی ایک طاقت سے وابستہ نہیں ہیں۔''(1)

اس قرارداد کی وضاحت کرتے ہوئے پنڈت جواہر لعل نہرو نے کہا کہ:

''ہماری پالیسی ناطرفداری کی ہے تو ہمارا یہ مطلب فوجی بلاکوں سے ناوابستگی کا ہوتا ہے۔ یہ ایک منفی پالیسی نہیں، مثبت پالیسی ہے۔ لیکن جہاں تک آج کے فوجی بلاکوں اور سرد جنگ کا تعلق ہے ہم اپنے آپ کو کسی بلاک سے وابستہ نہیں کرتے۔ یہ پالیسی بذات خود ایک ایسی پالیسی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی دانست میں بہتر فیصلے کرتے ہیں تا کہ ان مقاصد اور اصولوں کو فروغ ملے جو ہمارے ہیں۔ ان کے دوسرے مثبت پہلو دنیا میں آزادی کو فروغ' نوآبادیات کو آزاد و خودمختار ملکوں میں بدلنا اور قوموں کے درمیان وسیع تر پیمانے پر باہمی تعاون پیدا کرنا ہے۔(2)

بھارت کے خارجہ امور پر اس پالیسی بیان کو اگر بھارت کی بیان کردہ غیر وابستگی اور غیر جانبداریت کے پیمانے پر پرکھیں تو یہ منظر اپنا حقیقی روپ لئے سامنے ہے، جس پر یہ امر باور ہوتا ہے کہ عالمی اور علاقائی سطح پر بڑا بننے کے لئے یہ غیر جانبداریت سراسر ایک عنوان ہے جس کی چھتر چھایا تلے عملاً یہ صورتِ حال ہے کہ بظاہر غیر جانبدارنہ پالیسی کے اعلان و اظہار کے باوصف جس مرحلہ، مسئلہ، معاملہ اور مقام پر اپنا قومی مفاد اور مطلب درپیش ہوا' اس کے مطابق راہ اپنالی' راہ بنالی اور ساتھ ہی کہہ اٹھے کہ ہم تو آزاد' غیر وابستہ' اور غیر جانبدار ہیں۔ گویا ہم صرف اور صرف اپنے طرفدار ہیں کہ روایتی بنیئے کی طرح جس پلڑے میں زیادہ وزن ہوا، زیادہ فائدہ ہوا' وہی پلڑا پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ دیرینہ تعلقات اور دوستی سے آنکھ چرانا ہی کیا؟ پہلو چھڑانا ہو تو کوئی بات ہی نہیں، کہ دوستیاں اور دشمنیاں بہرحال بدلتی رہتی ہیں۔ کیونکہ بھارت صرف اور صرف اپنے قومی مفادات کا دوست ہے۔ یہ بھارت کی غیر جانبداریت کے محاذ پر جانبداریت کا وہ مسلسل سفر ہے جہاں

Marfat.com

پہلے روس تھا، اب امریکہ آ گیا ہے۔ جبکہ عملاً نہ امریکہ سے پہلے دوری تھی نہ سوویت یونین سے' البتہ وقت کے تقاضے تو بدلتے رہتے ہیں، اس اعتبار سے بھارت کی خارجہ پالیسی کے واضعین (Founders) کے ذہن اور ذہانت کی داد دینی چاہیئے کہ انہوں نے کتنے فلسفیانہ انداز میں اپنے قومی مطلب و مفادات کی نگرانی کا اہتمام کر رکھا ہے کہ اِسے اس ایک مصرع میں بیان کیا جا سکتا ہے کہ

ہے میری وقت کے خاموش تقاضوں پہ نظر

بھارتی غیر جانبداریت کا مقصد و مفہوم

غیر جانبدارانہ پالیسی کے بظاہر خوبصورت عنوان اور نام کے جلوؤں میں بھارتی خارجہ حکمت عملی کے مقاصد اور مطلوبہ مقام کے لئے جو تار و پود اور تانا بانا بُنا گیا ہے' وہ حسین جال اور سفارتی چال دونوں کا منطقی استدلال ہے۔ مگر اس کی اصل' تہہ اور کہنہ میں اس کے عزائم کا جو ٹھاٹھیں مارتا سمندر (ساگر) اور اُس میں جوار بھاٹا کے بھاؤ' تاؤ بظاہر کچھ اور ہیں۔ خود بھارتی خارجہ پالیسی کے ماہرین (ودوان) اس کی تہہ در تہہ پرتوں (Variations) کو ساڑھی کی سِلوٹ کی طرح خود کھولتے بھی ہیں اور بولتے بلکہ لکھتے ہیں کہ بھارتی خارجہ پالیسی میں غیر جانبداریت کا مفہوم اور مقصد بظاہر کیا ہے اور اصل میں کیا ہے؟

The Significance of this policy - the policy of a potentially great Asian power-lies not so much on its peace - strengthening capacities as in its sincere desire to continue to live as a sovereign state within a society of independent sovereign nations. A large power, such as India, pursuing such policies, should be aware that it must need to use its influence in a particular cause, should the need to arise, that it should be ready and willing to shoulder

Marfat.com

even the burden of war in pursuite of their larger aims". (3)

تاہم اس علاقائی اور عالمی بلند مقام کی چوٹی سر کرنے کے لئے بھارت کا غیر جانبداریت کا یہ جال تا حال وہ مقاصد اور مقام حاصل نہیں کر سکا جس کے لئے یہ تار و پود بکھیرے گئے تھے' جس کے لئے سویت یونین کے زوال کے بعد اب امریکہ سے تزویراتی سانجھ (Stratigic Partnership) کا جال ہے۔ تاہم اس کی پیش بندی کر دی گئی تھی جسے باور کرانے کے لئے' تائید مزید کا لہجہ بھی بدستور' شعور کی پکار بھی ہے اور عزائم کی پھنکار بھی کہ بھارتی خارجہ پالیسی کے ایک ماہر نے واضح طور پر کہہ دیا کہ:

Non-alignment, since 1947, has served these purposes well enough, even these have indicated our contention that by being non-aligned, we have been able to serve ourselves and the world. But it is not inconceivable that a policy of alignement may, in future, become necessary to serve the same end. It is these ends we need to keep remembering. (4)

مگر غیر جانبداریت اور جانبداریت کے تنے رسے پر تناؤ کے ساتھ بیک وقت گرم اور ٹھنڈی پھونکیں مارنے کا عمل دراصل سفارتی چالبازی کا عندیہ ہے، عزم ہے۔ اس کے دوسرے قدم پر پھر جانے اور پھرنے کا نرت بھاؤ کوئی پنڈت جواہر لعل نہرو سے معلوم کرے کہ وہ غیر جانبداریت کے سرخیل اور اس کا افرو ایشیائی جرنیل بننے کے ساتھ ساتھ اگر امریکی سامعین کا سامنا ہو تو ان کے دلائل اور استدلال کا اَور چھور کیسا ہوتا ہے؟ وہ اپنے عزم و ارادہ کا عندیہ واضح کرنے سے بھی نہیں چوکتے' اے پی رانا سے لے کر کلدیپ نائر تک اس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ:

Nehru must have had something of this in

Marfat.com

mind when, before an American audience, he declared: "where freedom is menaced or justice threatened, or where aggression take place, we cannot and shall not be neutral....." (5)

سفارتی زبان میں یہ درپیش صورت حال اور مسئلے میں یہ میرٹ پر فیصلہ کیا جائے گا' کہلائے گا' مگر امرِ واقعہ یہ ہے کہ یہ پالیسی نہیں' اپنے مقاصد پانے کی متحرک دماغی کروٹیں ہیں۔ کیا موقع پرستی ہے کہ غیر جانبداریت گویا بظاہر سیمیں مرغ ہے' مگر درحقیقت شتر مرغ کی طرح ہے کہ کہا شتر (اونٹ) ہو تو بوجھ اٹھاؤ۔ کہا نہیں مرغ (پرندہ) ہوں میں کیسے بوجھ اٹھاؤں! کہا تو پھر اُڑو' کہا نہیں میں تو شتر (اونٹ) ہوں' اُڑ نہیں سکتا! اپنے مقصد اور مطلب کے لئے نام جتنے حسین رکھ کر یہ باور کرانا ہو کہ بظاہر ملائم عنوان ہے مگر عزائم تو بھیانک بھی ہو سکتے ہیں! البتہ امن کی دیوی کے چرنوں میں جنگ اور بارود' اسلحہ اور بربادی بطور شردھا کے پھول نچھاور (ارپد) کرنا پڑیں تو گریز کیسا؟ اور خاص طور پر علاقائی امن کے نام پر اپنے علاقائی مقام کو باور کرانے کے لئے ہمسایوں سے جنگ کا اعصابی تناؤ محض سرد جنگ کی لہر نہیں' بلکہ جنگ اور امن کی بربادی کا قہر بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہوتا! ذرا اندازِ سفارت ملاحظہ ہو' حکمتِ عملی ہو تو ایسی کہ

We value peace more, no doubt, than some of our neighbours, but this does not justify the claim we often make that peace is above all our objectives. The military clashes with China and Pakistan revealed these objectives to be different. No doubt we may not have been the first to provoke, the first to invade: we fought in self-defence. Nevertheless, we took arms

Marfat.com

for an objective we regarded as being infinitely more precious than peace. And in the Goa incident we did not even make that pretence.....(6)

پنڈت جواہر لعل نہرو نے علاقائی مقام کو باور کرانے کے لئے اور قومی مفادات اٹھانے کے لئے امن کو ہتھیار بنالیا یہاں تک کہ اپنے پڑوسی ممالک سے اس کے تعلقات کی داستان کچھ اور ہی داستان سناتی ہے' خود بھارت کے دانشور اس پہلو سے نکتہ چین ہیں۔ کلدیپ نائر جیسے صائب الرائے شخص نے لکھا ہے کہ:

What has India done since Nehru's death? It has not been able to keep even good relations with its neighbouring Countries.(7)

امن و جنگ کے بیک وقت ماحول اور موقف میں بھارت کے قومی مقاصد و مصالح کا آہنگ اس لہجے اور سے دید کے قابل ہوتا ہے جب وہ اپنے مفادات کے لئے امن کی دیوی کے چرنوں کو چھونے کی بجائے اسے چرنوں سے پکڑ کر زمین پر دے مارتا ہے' جس سے امن کی دیوی کا بت تو چور چور ہوتا ہی ہے، امنِ عالم اور امنِ علاقہ دونوں بھی دُور، دُور ہو جاتے ہیں۔ ان حالات و کوائف میں ان کی قومی مفادات کی سرحد کب کھلتی اور کب بند ہوتی ہے؟ یہ فیصلہ بھی انہیں خود ہی کرنا ہوتا ہے اور عجیب اتفاق ہے کہ بھارت اور اسرائیل دنیا کے وہ واحد دو ممالک ہیں جن کی سرحدیں جنگ سے پھیلی' بڑھی ہیں' بلکہ سراسر جارحیت کے نتیجے میں مقبوضہ علاقے ان کے جغرافیے کی تصویر ہیں جسے وہ ببانگِ دھل اپنا ''اٹوٹ انگ'' بھی کہے دیتے ہیں۔ حالانکہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اسے ایک سے زائد مرتبہ ''متنازعہ علاقہ'' قرار دے چکی ہے اور بھارت ہے کہ اِس سلامتی کونسل کا مستقل ممبر بننا اور ویٹو پاور کا حصول اس کی منزل مراد ہے۔ اسے بھارتی خارجہ پالیسی میں قومی مطلب و مفاد کہتے ہیں۔ اس قومی مطلب و مفاد کے لئے پنڈت نہرو ہی بتاتے ہیں کہ:

Nehru repeatedly maintained that peace to us was necessity and an ideal. No one can deny the sincerity of these utterances. yet,

Marfat.com

every time in our brief history, when there was a clash between the "pursuit of peace", we did not hesitate to take up arms to defend our territories. At such critical moments, our political leaders told us that we value peace, but not at the expense of our territorial integrity.(8)

یہ 1962 میں نیفا کے محاذ پر عوامی جمہوریہ چین اور 1948 میں کشمیر پر قبضے کے بھارتی فوجی اقدام کا معنوی مطلب بلکہ جواب ہے۔ دہلی کی سفارتی تاریخ اور فوجی تحریک دونوں کے لئے اس طریقِ کار کی خوبصورت وضاحت کرتا ہے :

شب کو مئے خوب سی پی لی ' صبح کو توبہ کر لی
رند کے رند رہے ' ہاتھ سے جنت نہ گئی

اس ضمن میں یہ کوئی الزام نہیں ہے بلکہ بھارتی خارجہ حکمت کے واضعین کی طے شدہ پالیسی کے طلوع وغروب اور تار و پود بلکہ تانے بانے کی دنیا میں گویا طے شدہ دماغ ہیں اور طے شدہ منصوبے کہ بھارت کو بالآخر ایشیاء کی قوت سے عالمی طاقت (Super Power) کی منزل طے کر کے رہنا ہے۔ اس بالادستی کے لئے اولاً عالمی سفارتی محاذ پر سرگرم رہنا' دوم پڑوسی ممالک کو دبانے کے حربے اور تیسرے دنیا کے قائدانہ رول ادا کرنے کے جتن بہر حال اور بہر طور بھارت کے خارجہ امور کا بدستور بہتا دھارا رہا ہے۔ یہ گنگا الٹی بھی بہتی ہے اور گنگا' جمنا کا سنگم بھی ہو جاتا ہے۔ کبھی جمنا سے مٹک مٹک کر مٹکی بھری جاتی ہے اور کبھی گنگا جل کا اشنان پاپی برہمن کو پوتر بھی کر دیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہے کہ یہ کہہ دینے میں کیا حرج ہے کہ اے رام! تیری گنگا میلی۔

بھارت کے عالمی امور کے ودوان پنڈت جواہر لعل نہرو عالمی امور اور بین الاقوامی معاملات پر کس سوچ بچار کے حامی ہیں؟ انہی سے سننے کی چیز ہے۔ ایک ہی جملے میں بین الاقوامی امور میں ان کی سوچ کا زاویہ کیا ہے؟ ان کے نزدیک بین الاقوامی تعلقات کی تشریح وتعریف یہ ہے کہ

Marfat.com

One can never be dead certain, and the friends of today might be enemies of tomorrow.(9)

یقیناً یہی فکری زاویہ تھا جس نے بھارت کو اپنے قومی مقاصد اور بالادستی کے عزائم کی خاطر غیر جانبداریت کے بہاؤ اور بچھاؤ پر عمل پیرا ہونے کا راستہ سُجھایا۔ اس بارے میں بھارتی خارجہ حکمتِ عملی اور خاص طور پر اس کی غیر جانبداریت کے موضوع پر ماہرین کا نقطہ نظر دیکھیں تو ان کی وضاحت کا آہنگ یہ استدلال سامنے لاتا ہے کہ

"Thus non-alignment whilst protection a state from the hegemonial tendencies of a hegemonial power, help also in putting pressure of that state which in its fight against the hegemonial power might feel obliged to become hegemonial itself. It posses both the "Neutral" hegemonist and the "helpless" one, and this especially necessary become today that fight between the two is a battle of Titans involving the fate of every past of the world. (10)

یہ امر تو بھارت کے خارجہ امور کے ادراک کا طے شدہ حصہ ہے کہ طاقت کا توازن ہی خارجہ حکمتِ عملی کی منزلِ مراد ہے جہاں کوئی بھی ملک اپنے قومی مقاصد کے حصول کو اپنے حق میں مسلسل اور مستقل رکھنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ طاقت کا یہ توازن سفارت کے محاذ پر دیگر بڑی طاقتوں یا بلاک کے ساتھ وابستگی اور عدم وابستگی یا دونوں صورتوں کے تعلقات کا حاصلِ حالات ہوتا ہے مگر اس سے کہیں بڑھ کر اسلحہ کی قوت اور خاص طور پر ایٹمی طاقت ایک طرح کا کابوس (Night Mare) ہے جو دوسروں پر رعب جمانے' خوف

Marfat.com

طاری کرنے کا ازلی ہتھیار ہے کیونکہ طاقت کا خاصہ ہے کہ وہ خوف پیدا کرتی ہے۔ظاہر ہے کہ خوف پھر ردِ عمل بھی پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ ہر دو محاذوں پر بھارت شروع دن ہی سے کیا؟ 1945 سے بھابھا ایٹمی ریکٹر کی تنصیب سے عمل پیرا ہے۔ یہ اٹھان روس سے ملی کہ امریکہ سے پروان چڑھی یا پھر برطانوی استعمار کے برِ عظیم سے دمِ واپسیں پرورش کی صورت میں یا پھر آزاد بھارت کے گذشتہ ساٹھ برسوں میں روس' کینیڈا اور امریکہ' برطانیہ بلکہ فرانس کے ساتھ ساتھ جنوبی افریقہ اور اسرائیل کے تعلق وتعاون سے مضبوط اور مربوط ہوئی ہے؟ یہ ایک الگ موضوع اور الگ داستان ہے مگر سرِ دست بھارت کی غیر جانبداریت اور غیر جانبدار تحریک کے سرخیل ہونے کے ان کے قومی مقاصد کا آہنگ اور رنگ و روغن ضرور سامنے آتا ہے۔ بھارت کی غیر جانبداریت کا ادراک ملاحظہ کریں، تو اس کی جڑیں جس سوچ اور فکر سے پھوٹتی ہیں' وہ یہ ہیں کہ

> Non-alignment is a product of the cold war and particularly of the nuclear "balance of terror". But it is to present non-alignment fully if it is projected as a policy of abstention from power-politics or as a refusal to follow the old bad ways of the balance of power. This would be utterly incorrect. It is not merely the aligned world which indulges in a balance of power policy. (11)

مگر اس تجزیہ وتاثر میں خود بھارت کی خارجہ حکمتِ عملی میں غیر جانبداریت کی تبلیغ وتلقین اور بظاہر اہتمام کے در پردہ ہے کیا؟ یہ بھارت کے اپنے ماہرین بتائے دے رہے ہیں' سنائے دے رہے ہیں جس سے بھارتی غیر جانبداریت کو جاننے کے لئے عقل کی کوئی زیادہ مقدار درکار نہ ہوگی:

> Indian non-alignment is a very facet such a policy - although it seeks to be a normative one. What is baffling about our conduct of

Marfat.com

international affairs is not what we practice, but what we preach.(12)

بلکہ بھارت کی خارجہ حکمتِ عملی میں غیر جانبداریت کے عنوان وعنصر کا اصل ہدف یہ ہے کہ طاقت کے حصول کو توازنِ طاقت سمجھتا ہے جو بالآخر توازنِ ہیبت کا مقام ومرتبہ ہے کہ طاقت ہی اصل اسلحہ ہے' خواہ یہ ایٹمی ہی کیوں نہ ہو۔اس رُخ سے بھارت اپنی آزادی کے روز اول سے ہی کوشاں ہے۔جس کی خاطر حصولِ طاقت کی پالیسی ان کی خارجہ حکمت عملی کا مرکزی نکتہ اور محور ہے۔یقین کریں کہ:

India, on the other hand, was starveling in 1947. Yet nuclear technology made all the differences to these starveling. It gave India almost all the power she needed to manoeuvre effectively in foreign relations and to pose some things like a "threat" to both the alliance structure war having become unthinkable non-alignment has become possible.(13)

یہی توازنِ طاقت ہے جو مطلوب ومقصود ہے' جس کی بنا پر بھارت توازنِ طاقت کے حصول کی پالیسی پر گامزن رہا ہے۔صاف بات یہ ہے بلکہ حقیقی بات یہ ہے جو سامنے آئی ہے کہ

It is the realities of nuclear technology that have made possible and effective our balance of power policy.(14)

غیر جانبداریت کے نام پر اور غیر جانبدار تحریک کے کام پر اصل مقاصد عالمی امور میں اپنا آپ منوانے اور اس کے ساتھ ایٹمی توانائی کے حصول پر گامزن رہ کر' اپنا لوہا منوانے کا مقام پانا مقصود ہے' جو کامیابی ملنے کے بعد اصل چیز بھارت کا دنیا کے امور میں ایک عالمی طاقت کا مقام حاصل کرنے کا عندیہ اور عزم ہے۔

Marfat.com

ایک بڑی طاقت یا ایشیا کی ایک بڑی علاقائی طاقت ہونے اور منوانے کے چلن اور جتن اس تمام تر تگ و دو کا نشانہ ہے۔ یہی خواب ہے' بھارت کی آشاؤں کا سندر آکاش ہے کہ

Sooner or later we shall to accept the responsibilities of a great power status in Asia.(15)

اس کی عملی کوششیں جاری ہیں کہ بھارت کو سلامتی کونسل کا مستقل ممبر بنایا جائے، ویٹو پاور کے ساتھ۔ یہ آشاؤں کا بھارتی سندر آکاش' ستاروں کی کہکشاں غیر جانبدار تحریک کے سہارے تاریک سفر کا حامل تھا' یا روشنی صبح کا حاصل؟ یہ فیصلہ وقت کی رفتار پر آن پڑا ہے۔ بھارت کے خواب سندر آکاش سے اردو کے ''کاش'' تک کب کے آن ملے ہیں؟ یہ بھارتی ڈپلومیسی کے لئے بے خبری بھی نہیں ہوگی۔

بھارت کی خارجہ حکمتِ عملی میں غیر جانبداریت کے مقصود و مدعا کی معنویت پر ذرا گہرائی سے غور کریں تو اس کے مظاہر و مقاصد کا ٹھاٹھیں مارتا متلاطم سمندر اپنے عزائم کی لہروں کو چھپائے نہیں چھپتا کہ کسی طرح سے برِ عظیم جنوبی ایشیا میں سب سے بڑا ہونے کے طور پر عالمی اور علاقائی سطح پر جانا جاؤں' پہچانا جاؤں۔ بس اس ایک ہی ہدف (لکش) کی خاطر اتنے بڑے نام اور اہتمام کے ساتھ' غیر جانبدایت کے اہتمام اور پھر غیر جانبدار تحریک کے پلیٹ فارم سے یہ کاروائی اور کاروائیاں محض اس ایک مقام کی خاطر تھیں اور یہ بات کوئی راز بھی نہیں کہ غیر جانبداریت کے بھارتی شارحین بصد شوق اس کا اظہار خود کرتے ہیں' اس کی وضاحت فرماتے ہیں! یہاں تک کہ دفاعی اور عسکری ماہرین بھی اس ضمن میں تائید و تصدیق کئے دیتے ہیں' ٹی این کول تک کا یہ کہنا ہے کہ:

Non-alignment, as Jawaharlal Nehru, the Architect of that concept, never tired of repeating, was in itself not a policy, only part of a policy. It meant in 1947 that India would not align herself with the Great Power Military Blocks. This did not mean a

Marfat.com

neutral or negative approach to international affairs. The policy, free India Chose to adopt, was non-Involvement in military or political grouping or blocks, but involvement, as fully as her circumstances permitted, in world affairs in the furtherance of world peace and freedom of colinial territories. (16)

گویا غیر جانبداریت کا بھارتی نظریہ ان کے اپنے قومی مقاصد' ماحول اور ان کے اپنے اغراض کے تابع ہے۔ وہ صحیح معنوں میں نہ غیر جانبدار ہے' نہ جانبدار بلکہ سراسر خود اپنا طرفدار ہے۔ جب اور جہاں اور جیسے اسے مناسب اور اپنے تئیں معقول نظر آیا' جو من چاہا رویہ اپنایا' لبادہ اوڑھ لیا' وضاحت کر ڈالی' مجبور کیسا؟ اس سمت دنیا کی توجہ امن وسلامتی کے ماحول اور دنیا کو جنگ اور تباہی سے بچانے کی دلیل اور اپیل کا چلن اور رواج رائج کر کے خود بڑے اہتمام اور زور وشور سے ایٹمی اسلحہ کی تیاری میں محو ومست ہو کر' امن کا راگ اونچے سُروں بلکہ موسیقی کی اصطلاح میں کھرج لَے میں الاپنے کا مقصد بھی یہ ٹھہرا کہ دنیا کو امن کی لوری سناتے رہو تا کہ وہ اس کی تھپکی میں سوئی رہے مگر خود ایٹم بم اور ہر نوعی میزائل کی تیاری میں مسلسل مگن رہو' کہ پھر دنیا کو بتانا ہے کہ

ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں ذرا دیکھ کے چل!

یہ روش اور طریقۂ واردات ہے' جو غیر جانبدار کانفرنسوں کے انعقاد اور بلغراد سے شروع ہو اور 1964 میں پنڈت نہرو کی موت تک جاری رہا۔ دونوں عالمی طاقتوں روس' امریکہ کو امن وسلامتی بلکہ بھارتی اصطلاح میں شانتی شانتی اور ہاتھ جوڑ کر نمسکار کے دھیمے سُروں اور جُھکے سَروں کا پرنام فی الحقیقت مکار ہنود اور عیّار برہمن کا روایتی ہتھیار عالمی بساطِ سیاست کو بھی مات دے گیا' گھات میں بیٹھ گیا۔ ذرا غیر جانبدار کانفرنس کے نتائج اور اخذ واستفادہ کا بھارتی نتیجہ (پرنام) ملاحظہ ہو کہ ٹی این کول ہی اس کے ارتقاء پر تبصرہ کرتے ہیں:

An event of major importance in the

Marfat.com

evolution of the concept of Non-Alignment was the Conference of Non-Aligned Nations in Belgrade in September 1961. The Chief outcome of the conference from India's point of view, was the declaration on the danger of war and an appeal for peace and the joint appeal made to the USA and USSR against resumption of Nuclear Weapon Test... The close rapport and friendship between President Tito, late President Nasser and late Prime Minister Nehru was the most significant factor in the evolutiuon of the Non-Alignment Movement during this period. (17)

روس کے اتحادی' مارشل ٹیٹو (یوگوسلاویہ) مصر کے جمال عبدالناصر اور بھارت کے پنڈت جواہر لعل نہرو گویا غیر جانبداریت کے سیاسی عناصرِ ثلاثہ تھے۔ یہ روسی ایماء واشارے کے بظاہر سوشلسٹ شرارے بھی کہے جاسکتے ہیں۔ تاہم امن وسلامتی کے عالمی ماحول کی دلیل اور اپیل کا یہ سیاسی تکون اپنا ترنگا اٹھائے' بھارتی غیر جانبداریت کا ڈھونگ بنڈونگ (انڈونیشیا) سے بلغراد (یوگوسلاویہ) کے بعد' اب دوسری غیر جانبدار تحریک کی کانفرنس منعقدہ قاہرہ (مصر) تک آ پہنچا' اس کی کمائی اور دوہائی یہی بتائی گئی کہ: پہلی کانفرنس کی طرح ایٹمی اسلحہ کی دوڑ کو دفع کرنے کا عندیہ ہی اعلان ٹھہرا۔

It was basically the same approach which India brought to the second conference of Non-Aligned nationsheld in Cairo in

Marfat.com

October 1964. A significant outcome of the Cairo Conference was enunciation of the principles of peaceful Co-existence which the Conference recommended to the U.N. General Assembly for adoption on the occasion of the 20th anniversary of the U.N. (18)

غیر جانبدار کانفرنس اور غیر جانبدار تحریک کے نام پر بھارت اور اس کی بظاہر غیر جانبداریت کے کام کا اصل مقصد و مدعا عالمی دھڑے کا سرخیل بن کر عالمی امن کے لئے کوشاں ہونا ہرگز نہیں تھا' نہ ہے بلکہ وہ عالمی امور میں اپنے مقاصد کے حصول تک دھیمی سُروں کی جلترنگ میں دوسری قوموں کو مدہوش رکھنے یا غیر فعال و غیر متحرک رکھنے کے درپے رہا تا کہ اس دوران میں وہ اپنی ایٹمی صلاحیت کی تکمیل کر کے اور بردئے کار لا کر' خود ایک ایٹمی طاقت کے بل بوتے پر عالمی رول ادا کرنے کا دعوی دار بن سکے اور اس طرح غیر جانبدار ممالک کی ایک کھیپ پہلے ہی سے اس کی راہنمائی اور ہمنوائی میں ایک پلیٹ فارم پر مجتمع تو ہے ہی' پھر اس شور و غُل میں تیسری دنیا کے کئی معاشی اور سیاسی طور پر مجبور اور مقہور ملک بھارت کی سربراہی میں عالمی امور' علاقائی بندر بانٹ میں اپنے لئے ایک سُپر پاور نہیں' تو ایک مِنی سُپر پاور کا کردار سنبھال سکے اور یہی مقصد بھارت نے آزادی کے حصول سے کہیں پہلے خود نہرو کی تحریر و تحریک میں متعین کر رکھا تھا۔ غیر جانبدار تحریک کی تیسری کانفرنس کا حامل اور بھرپور ماحول بھی بھارت کے انہی مقاصد کے آئینے میں آگے بڑھتا اور بڑھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ ذرا دیکھئے:

The third conference of Non-Aligned at Lusaka in 1970 was attended by 54 participants and nine observers. Its attention was focussed primarily on tensions inherent in the division of the

Marfat.com

world between "Haves" and "Have Nots" and the conference gave special emphasis to economic and security requirements.

India's efforts at these conferences were directed towards preventing the non-aligned group from becoming an inward-looking club and encouraging more nations to adopt the concept of non-alignment. The progressive shift in emphasis from the international reations has vindicated the continuing validity of the concept of Non-Alignment. The importance of the concept has always been its emphasis on the independence of action of the non-aligned countries and their right to a meaningful role in the world affairs. (19)

فی الواقعہ غیر جانبداریت بھارت کی کوئی مستقل پالیسی نہ ہے نہ تھی' بلکہ وقت کے تقاضوں کو ہی نہیں وقت کے تقاضے کو اپنے مفادات کے تابع کر کے چلنے کی ایک مستقل روش کا معنوی نام ہے جو نظر بہ ظاہر خوبصورت اصطلاح' منظم تحریک اور عالمی امن کے لئے کوشاں غیر وابستہ دھڑے کی کارگزاری اور کارکردگی کا نام ٹھہرا ہے مگر اصل ہدف (Target) بلکہ بھارت کی راشٹر بھاشا (قومی زبان) میں اسے ''لکش'' یعنی ہدف کہتے ہیں یہ لکش دراصل لکشمی ہے جو دھن' دولت کی حسین دیوی اور متعدد بازوؤں کے نرت بھاؤ اور بناؤ سنگھار کا پیکرِ جمیل بلکہ ہوش اڑانے کا تصور ہے' جو خیال کو حسین لمحوں کی مٹھاس اور پیاس کے حوالے کر کے عقل و خرد کو مات کر دیتا ہے۔ یہی ڈپلومیسی کا اشارہ اور استعارہ ہے جو ہوش و خرد کا شکار کرنے کا روایتی ہندو ہتھکنڈہ ہے جو

Marfat.com

قدیم بھارتی روایت میں ''وش کنیا (زہریلی لڑکی) کے ذریعے قومی مقاصد اور مفادات کا حصول ممکن بناتا ہے۔ اِسے جدید سفارتی زبان میں ''حسین حربہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس لکش (ہدف) کے حصول کے لئے لکشمی ایسی متعدد بازوؤں والی دیوی کے درشن میں نظر کھب جائے' اور خیال ڈوب جائے' تو پھر ہوش ٹھکانے کہاں رہتے ہیں؟ یہ ہوش کسی ملک کا ہو کہ مملکت کا یا اس کے کارپردازوں کا' اس سے بحث کیسی؟ بلکہ اسلام کی تعلیمات اور قرآنِ پاک سے رہنمائی اور بصیرت حاصل کریں تو آدم کے لئے حوا کا وجود تو ٹھیک' مگر اس کا شہود شروع ہو جائے تو جنت تو رہی ایک طرف' امن وسلامتی کے ماحول سے جہنم زار دنیا ہے جو حالتِ جنگ ہے کہ شروع ہو کے رہتی ہے' اس لئے بھارت کے شہ دماغوں کے نزدیک توازن میں تعلق کو بے تعلقی اور وابستگی کو ناوابستہ کہنے کا مقصد و مطلب سراسر اور صرف لفظوں کی بازی گری ہے' ساڑھی کی سلوٹ ہے۔ ایک اوٹ ہے یا آرٹ ہے۔ جو دوسری قوموں کی ''مت مارنے کا حربہ'' ہے تا کہ بڑی طاقتوں کی پیکار اور یلغار کے بیچوں بیچ اپنا راستہ بنا کر خود بڑا بننے کے حیلہ اور وسیلہ تلاشنے کا کام جاری رکھا جائے' یہی سفارت کاری کا بھارتی ہتھیار ہے اور ساتھ ساتھ اپنے ساتھ اپنے پاس اور بعض دیگر قوموں کو بے عمل اور غیر متحرک بنانے اور بنا کے رکھنے کی روش کا وطیرہ بھی! اس طرح خود ایک طاقت بننے کے لئے اسلحہ کے انبار اور اس میدان میں ہر لمحہ تیار رہنے کو غیر جانبدار بھارت کی پوری سفارتی تاریخ اور غیر جانبدار تحریک سے وابستگی کے احوال و آثار کے عمق میں بھارتی غیر جانبداریت سے مراد غیر جانبدار ہونا ہرگز ہرگز نہیں' بلکہ عملاً اپنے من کی پسند یا اپنے من کی لگن کے لئے عالمی سطح کے قوموں کے اجتماعی پلیٹ فارم پر اصل میں تگنی کا ناچ ہے بلکہ لکش اور لکشمی کے نرت بھاؤ ہیں کہ سٹیج سے اس رقص وسرور کے خمار آلود لمحوں میں دیگر قوموں کے دماغ اور دانشور نشہ وسرور حاصل کریں اور اس کے پس پردہ ہدایت کار اپنے قومی کاز (Cause) کے لئے کوشاں ہوں' جتن کرتے رہیں' جُتے رہیں! اور یہی سدا بہار طریقہ کار ہے۔

ع کہ انہیں پیار سے مصلوب کرو

پنڈت جواہر لعل نہرو کو غیر جانبداریت کا سرخیل کہلانے کا شوق اور شرف حاصل رہا ہے' مگر ان کے نہاں خانۂ دماغ کے پرتو بلکہ جلو میں مغرب اور امریکہ کے جلوؤں کی اہمیت کچھ کم تو نہ تھی۔ بھارت کے ایک نامور سفارت کار اور مسز اندرا گاندھی کے سابق پرنسپل سیکرٹری پی این ہسکر نے بھارت کی اس روایتی غیر جانبداریت اور نہرو جی کے تئیں اس کی تائید کے ضمن میں اپنے طور پر غیر جانبداریت کے بھارتی بھرم کا پردہ

Marfat.com

چاک کر ڈالا ہے۔ ان کا تو کہنا یہاں تک ہے کہ آزادی ہند 15/اگست 1947 ہی کو جواہر لعل نہرو بطور وزیرِ اعظم امریکہ ہی سے پُر امید تھے مگر عملاً ہوا یہ کہ مسٹر ہسکر کے الفاظ میں:

It was only normal and natural that India's first Prime Minister, Jawaharlal Nehru, should have visited the United States before visiting any other country beyond the frontier of the British Commonwealth. This was in 1949, Nehru returned from this visit with a deep sense of disappointment. The policy makers and the power elite of USA did not say to Nehru that United States and its people rejoice with the people of India in gaining her independence. (20)

اس رویّے پر جواہر لعل نہرو کے احساسات کو بیان کرتے ہوئے پی این ہسکر نے انکشاف کیا کہ:

Jawaharlal Nehru was disquieted by the fact that the policy makers and the power elite of the United States had not seen to have any feelings, let alone understanding, of the tumult and turbulence in the hearts and mind of millions of people in the continents of Asia, Africa, Latin America and else where.(21)

Marfat.com

جواہر لعل نہرو کا یہ احساس ان کے افریقہ' ایشیاء اور لاطینی امریکہ کے کروڑوں عوام کا بزعمِ خویش ترجمان ہونے کے ناطے ہوا ہے' البتہ ان کی طبیعت میں مزید شدتِ احساس اس لمحے ابھرتی دکھائی دیتی ہے' جب وہ سرد جنگ کے امریکی حربے سے انکاری اور فراری صورت اختیار کرتے ہیں۔ پی این ہسکر کا استدلال ملاحظہ کریں تو اس میں پی این ہسکر ایک ڈپلومیٹ اور بیوروکریٹ کے علاوہ کشمیری پنڈت کے ناطے اپنے بار ایٹ لاء ہونے کی وساطت سے وزیرِ اعظم نہرو کی وکالت کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

> Jawaharlal Nehru was equally disturbed by the thought that despite the events produced by the effect of atom bomb falling on Hiro Shima and Naga Saki, the world of clau-se-witz still dominated the policy makers of the United States.(22)

غیر جانبداریت کی اٹھان اور اڑان کی یکسر وجہ ہسکر کے ہاں یہ گردانی گئی ہے کہ جب امریکہ دوسری عالمی جنگ کے بعد خود بڑا بن گیا اور عالمی طاقت باور کرنے میں ہسکر ہی کے الفاظ میں:

> The policy makers in the United States seem to think that power by itself could help in overcoming the contradictions between right and wrong.(23)

پی این ہسکر نے اب امریکہ مخالف ہوا چلا کر یہ باور کرانے کی سعی کی ہے کہ غیر جانبداریت کا شہود اور وجود گویا امریکی رعونت کا ردِ عمل ہے یا امریکہ کی فکرِ گستاخ کا جواب آں غزل' لکھتے ہیں:

> As winds of change began blowing within creating fury, large number of countries began breaking out of thier colonial and non-colonial structure, of West European,

Marfat.com

British and American. In eveasinghy, each country declared itself to be non-aligned. Jhon Fastur Dulle's moral indictnet of non-alignment was mated. Non-alignment came to be acceptable in United States. However, there was a constant exhortation that the non-alignment sumble be genuine. This was based on the assumption that non-aligned countries, including India were titling in favorur of the Soviet Union.(24)

اسکی بدیہی اور معروضی مثال ہنگری کا اظہارِ آزادی اور افغانستان میں روسی فوجوں کی آمد کی صورتِ حال سے ہے۔اس بارے میں غیر جانبداریت کے ساتھ ساتھ روس کی جانبداریت کے حال اور بھارت کی حالت پر کلدیپ نائر نے بھی گرفت کی ہے'وہ کہتے ہیں کہ:

I do not recall any instance when we wished to act at a particular time and we had not vito. Instead, we prefered to stay silent when Hungary demonstrated that the desir for national freedom was stronger than any ideology. So was our equivocal stand at the time when the Russian Troops marched into Afghanistan.(25)

قومی خارجہ پالیسی

بھارت کے عالمی اور علاقائی مقام کے حصول کے لئے امنِ عالم میں اس کے کردار کا رخ اور رویہ

Marfat.com

محض روسی ہمنوائی یا ہمراہی تک کا نہیں' بلکہ اس پالیسی کو اپنا کر بھارت اپنے کام میں مگن ہے۔ بھارت کے سابق وزیرِ خارجہ مسٹر نٹور سنگھ جو پنڈت جواہر لعل نہرو کے ساتھ 11 برس تک براہ راست کام کر چکے ہیں' ممتاز بھارتی اخبار ''ہندوستان ٹائمز'' نیو دہلی کے زیرِ اہتمام ''بھارت کو سلامتی کونسل کا مستقل رکن بننا چاہیئے'' میں بولتے ہوئے یہ اعتراف کرتے ہیں اور کلدیپ نائر ہی رپورٹ کرتے ہیں کہ:

Natwar Singh was at least frank enough to admit at the Hindustan Times meet that no goverment had added even a comma to Nehru's policy.(26)

یہی سبب ہے کہ عالمی ایٹمی توانائی ایجنسی (IAEA) میں ایران کے ایٹمی تنازعہ کا مسئلہ سلامتی کونسل کو بھجوانے کے لئے بھارت کا ایران مخالف ووٹ دینا کانگرس کی حکومت اور اپوزیشن کی بھارتیہ جنتا پارٹی کا یکساں موقف بن کر سامنے آیا ہے جس کا باقاعدہ اعلان سابق بھارتی وزیرِ خارجہ جسونت سنگھ نے کیا ہے اور وہ بھی پارٹی کی پارلیمانی کمیٹی کے اجلاس کے بعد۔ یہی بھارت کی قومی پالیسی ہے۔

نہرو کی پالیسی پر اس تسلسل کا جو بھی نام رکھ لیں' بات وہی ہے کہ بھارت سلامتی کونسل کا مستقل رکن بن جائے اور وہ بھی ویٹو پاور کے ساتھ۔ برازیل' جاپان اور جرمنی کے ساتھ مل کر کوششیں رنگ نہیں لا سکیں تو اب اسرائیل کے ساتھ مل کر کوشاں ہونے کی تیاری ہے۔ اسرائیل سے شائع ہونے والے عبرانی اخبار ''ہارش'' کی اطلاع ہے کہ ''بھارت اور اسرائیل نے مشترکہ طور پر سلامتی کونسل کی رکنیت حاصل کرنے کی حکمتِ عملی وضع کی ہے''۔ اس بارے میں امریکہ جیسی واحد سُپر پاور کی رفاقت و رعایت یقیناً انہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ اس بارے میں بھارت اور امریکہ کے مابین ایٹمی توانائی سے متعلق تعاون کے سمجھوتے کو ایک نظر دیکھیں' تو بھارت کے وزیرِ اعظم ڈاکٹر موہن سنگھ کی یہ وضاحت بھارتی لوک سبھا میں ان کا بیان ہے کہ:

''ہندوستان نے امریکہ کے ساتھ ایٹمی توانائی سے متعلق معاہدہ کرتے ہوئے اپنی بنیادی ضروریات اور مفادات سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا''۔(27)

تو یہ ہے بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے غیر جانبداریت کا سفارتی سفر' اور یہی بھارت کی قومی پالیسی ہے جو مستقل ہے۔

Marfat.com

اس صورتِ حال پر بھارت کے فہمیدہ اور سنجیدہ صحافی حلقے بھی بھارت کی خارجہ پالیسی کے معنوی تسلسل کی تصدیق کیئے دیتے ہیں۔

امریکہ سے بھارت کے حالیہ ایٹمی تعاون کے سمجھوتے کی وضاحت بھارتی وزیراعظم کا لوک سبھا میں یہ بیان ہے کہ:

''وزیرِاعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ نے لوک سبھا میں کہا کہ امریکہ کے ساتھ حالیہ ایٹمی تعاون کا سمجھوتہ چین یا دیگر کسی ملک کی قیمت پر نہیں ہے۔ ہم نے ملک کے مفادات کو بالائے طاق نہیں رکھا ہے''۔(28)

بھارتی خارجہ پالیسی میں قومی مفادات کا حصول حقیقتاً ایک قومی پالیسی ہے۔ یہ کانگرس کی حکومت ہو یا کسی اور پارٹی کی' یہاں تک کہ ہندوازم کے احیاء کی علمبردار بھارتیہ جنتا پارٹی بھی اس قومی خارجہ پالیسی کے عین مطابق کام کرتے دیکھائی دیتی ہے۔ دہلی کے ایک مؤقر جریدے نے اپنے فکرونظر میں ''ایک ہی سکے کے دو رُخ'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

''1998 سے 2004 تک بی جے پی (مرکز میں) برسرِ اقتدار رہی۔ 2004 میں اس کی جگہ کانگرس نے لے لی' جسے مرکز میں پورا ایک سال ہو گیا ہے۔ بی جے پی اور کانگرس دونوں کے دورِ اقتدار کا مطالعہ کیا جائے تو دونوں میں کوئی خاص فرق دکھائی نہیں دیتا۔ فارن پالیسی میں امریکہ سے زیادہ قربت کا راستہ بی جے پی نے اپنایا تھا' کانگرس اسی راستے پر سرپٹ دوڑ رہی ہے جیسا کہ وزیرِاعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ کے حالیہ دورۂ امریکہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں انہوں نے امریکہ کے ساتھ نیوکلیئر توانائی کے میدان سمیت کئی انتہائی اہم اور حساس مسائل پر امریکہ سے سمجھوتے کیے ہیں''۔(29)

امریکہ سے ایٹمی ٹیکنالوجی کے امور میں باہمی تعاون بھی بھارت کی ''غیروابستگی'' کا بدیہی ثبوت ہے اور یہی بھارت کے قومی مفادات کے حصول کا دوسرا نام ہے۔ جبکہ روس سے دوستی کا معاہدہ 1970 کے عشرے میں دفاعی دوستی ہی کا شاخسانہ تھا جو بھارت کے قومی مفادات کی نگہداشت کرتا رہا ہے۔ تب بھارت کو

Marfat.com

مغربی طاقتوں کی طرف سے مفروضہ خطرات درپیش اور لاحق ہوئے تھے مگر اب خود امریکہ کے ساتھ ایٹمی تعاون تک کے سمجھوتے کو غیر جانبدار بھارت کا صرف اپنے جانبدار ہونے کا عصری رویہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہی حکمتِ عملی ہے جو روس سے قومی مفادات کے حصول کے لئے روا رکھی گئی تھی' یہاں تک کہ کلدیپ نائر ہی نے نشاندہی کی ہے کہ:

> Our Position on Kashmir was protected by the Soviet Union. Whenever the Western powers threatened any action, its Veto was there on our side. Moscow also came to our rescue during the Bangladesh war when Pakistan urgently needed a ceasefire to retain its foothold in its Eastern Wing.(30)

خلاصہ

یہ ہے بھارتی خارجہ پالیسی میں غیر جانبداریت سے جانبداریت کا سفارتی سفر' جس کے تحت بھارت خطے اور عالمی سطح پر ایک سُپر پاور اور سلامتی کونسل کے مستقل رکن بننے کے جتن کیے دیتا ہے جبکہ عسکری اور اقتصادی محاذ پر بھی بلندی کی طرف مائل بہ پرواز ہے۔ جس کی وجہ بھارت میں قومی جذبہ' اعلیٰ تعلیم اور قدرے منظم طریقے سے دھیرے دھیرے آگے قدم بڑھانا ہے۔ داخلی سطح پر اداروں کی منظم پیش رفت' جوہرِ قابل کی تلاش اور قدر' نیز عدلیہ' آئین' پارلیمنٹ اور جمہوریت کے تسلسل نے بھی بیرونی اور خارجہ محاذ پر بھارت کو عالمی سطح پر ''بڑھاوا دینے'' اور آگے بڑھنے میں یکساں مدد فراہم کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عملاً بھارت کے عوام 40 فی صد سے زیادہ غربت کی حد سے کہیں نیچے' بھوک' ننگ کا مستقل شکار ہیں۔ بھارت کے بڑے شہروں دہلی، بمبئی، کلکتہ اور چنئی کے فٹ پاتھوں پر کروڑوں بھوکے عوام زندگی بتانے پر مجبور ہیں جبکہ جُھگی، جھونپڑی کے علاوہ دیہی بھارت (گرامین بھارت) تو مزید بدحالی اور معاشی زبوں حالی کا شکار ہے۔ بھارت کیا ہے؟ گویا بھوک، ننگ کا سمندر ہے، یہ کوئی الزام نہیں بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو بھارت میں ہوٹلوں، ریلوے

Marfat.com

سٹیشنوں، ہوائی اڈوں اور مندروں' مزاروں کے باہر بھوکے اور سُوکھے جسموں کی دو وقت کی روٹی کے لئے التجا اور صدا کا منظر اور ماحول ایک مستقل معروضی صورتِ حال ہے، جس پر بجا طور پر بھارتی جمہوریت پر انسانیت کھڑی یہ احتجاج کرتی ہے کہ

آ گ لگے ، اِس جیو ن کو

نہیں تو تازہ ترین ، 4 / مارچ 2006 کی خبر ہے جو بھارت کے مرکزی وزیرِ زراعت شرد یوار کا پارلیمنٹ میں باضابطہ بیان ہے کہ

''مرکزی وزیرِ زراعت شرد یوار نے تسلیم کیا ہے کہ ملک میں پانچ کروڑ 30 لاکھ کنبے اس وقت خط افلاس سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں جن میں 75 فی صد دیہی علاقوں میں اور 25 فی صد شہری علاقوں میں ہیں اور گندم، چاول اور مٹی کا تیل بڑی مقدار میں راشن کی دُکانوں تک پہنچ ہی نہیں پاتے ہیں۔''

(31)

بھارت بلاشبہ اور بڑے شوق سے عالمی اور علاقائی طاقت بنے، مگر اس کا خارجہ امور کا چہرہ مہرہ حد درجہ قائدانہ ہونے کے باوصف داخلی سطح پر غریبانہ ہی نہیں، غربت و افلاس کا پس ماندہ ماحول اور معاشرہ ہے، زمین کے کام ڈھنگ سے ہو نہیں پائے اور چلے ہیں آسمان کی طرف اڑان بھرنے کو، شاید اِسے کہتے ہیں

ع دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ماہنامہ افکار ملّی نئی دہلی کے مدیر ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس کے مطابق بھارت بھر میں معاشی صورتِ حال یہ ہے کہ

''تیس (30) کروڑ سے زیادہ لوگ خطِ غربت (Poverty line) سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔'' (32)

Marfat.com

حوالہ جات

1۔ عارف عزیز'' ''ناوابستہ تحریک کی 21ویں صدی میں معنویت'' سہ روزہ 'دعوت' نئی دہلی 25اپریل 2005

2۔ ایضاً

3. A.P.Rana, *Indian Non-Alignment*, Boston, 1967,P.100.

4. Ibid.

5. Ibid.

6. Ibid. P.99.

7. Kuldip Nayar, *India's Flawed Foriegn Policy*, Dawn, Karachi, November 13,2004.

8. A.P. Rana, op.cit.,P.99.

9. Ibid P.94.

10. Ibid. P.96.

11. Ibid. P.97.

12. T.N.Kaul, *India's Foreing Policy objective*, New Delhi, Deep & Deep Publications, 1992.P.493.

13. Ibid. P.495.

14. Ibid. P.496.

15. Ibid.

16. Ibid.

17. Ibid.

18. P.N.Huskar, *India's Foreign Policy and its Problems*,

Marfat.com

New Dehli, Patriot Publishers, 1989, P.(viii).

19. Ibid.

20. Ibid.

21. Ibid.P. (ix).

22. Ibid.

23. Ibid.

24. Ibid.

25. Kuldip Nayar, *India's Flawed Foriegn Policy*, Dawn, Karachi, November 13, 2004.

26. Ibid.

27 ۔ سہ روزہ دعوت' نئی دہلی' 4 راگست 2005

28۔ سہ روزہ دعوت' نئی دہلی' 7 راگست 2005

29۔ سہ روزہ دعوت' نئی دہلی' 25 راگست 2005

30. Kuldip Nayar, op.cit.

31۔ سہ روزہ دعوت' نئی دہلی' 4 رمارچ 2006

32۔ ایضاً

(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، جلد ۴۹، شمارہ ۲۰، موسم سرما ۲۰۰۶ء)

Marfat.com

بھارتی خارجہ پالیسی۔۔۔۔تبدیلی یا تسلسل

بھارت کی خارجہ پالیسی میں نظری اور نظریاتی اتار چڑھاؤ کے سنجیدہ مبصرین کے لئے یہ اندازِ سیاست وسفارت بڑا دلچسپ اور فکر انگیز ہے کہ بھارت اپنے قومی مفادات ومصالح کے لئے کس قدر چوکنا' چوکس اور دھیمی رفتار سے ہر دم متحرک رہتا ہے۔ بعض مبصرین تو بھارتی خارجہ پالیسی میں پنڈت جواہر لعل نہرو کے شخصی عنصر کو بے حد اہمیت دیتے ہیں' اور خاص طور پر خارجہ امور میں پنڈت جواہر لعل نہرو کی اڑان گھاٹیوں کو نظریاتی رومانویت تک کا نام دیتے ہیں' جس کے دعوے پنڈت جواہر لعل نہرو کیا کرتے تھے۔ یہاں تک غیر جانبداری کا دعویٰ ہو کہ کشمیر پالیسی ہر دو موضوعات اور مسائل پر ان کے موقف اور معمول میں جھول اور بھول بھلیوں کے تار و پود کا نام بھارت کی آزادانہ خارجہ پالیسی بتائی جاتی ہے۔ نصف صدی قبل کشمیر کا مسئلہ خود بھارت اقوام متحدہ میں لے گیا اور وہاں کشمیریوں کے حق رائے دہی کو خود تسلیم کیا' یہاں تک کہ کشمیریوں کو اپنی قسمت کا خود فیصلہ کرنے کا اختیار دینے تک کی بات کی' مگر عملاً ایسا نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہی حال غیر جانبدار تحریک (Non-Alignment Movement-NAM) کے ساتھ بھارت کے احوال و آثار کا مظہر ہے کہ خود بھارت کے اندر حالات پر نظر رکھنے والے مبصرین تک کہہ اٹھے ہیں کہ:

''ہندوستان جو شروع سے ناوابستہ (غیر جانبدار) تحریک کا سربراہ رہا ہے اور ناوابستہ ممالک میں اس کی کافی قدر و منزلت ہے آج اس تحریک اور اس کی روح سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ خود بھارتی وزیر اعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ نے پارلیمنٹ میں بیان دے کر واضح کر دیا ہے کہ ملک کی خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں یعنی وقت و حالات کے مطابق اس کو ڈھالنے کے نام پر امریکہ نواز بنایا جا رہا ہے۔''(1)

اس بات کو لے کر ایک اور بھارتی مبصر' بھارتی خارجہ پالیسی کے رُخ کی تبدیلی کو لے کر کہہ رہے ہیں کہ:

''ناوابستہ تحریک کا بانی ملک (بھارت) اپنی خود مختاری کو امریکہ نوازی پر

Marfat.com

قربان کر چکا ہے۔ ترقی پذیر ممالک ہمیں شک کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اور ہمارا منافقانہ رویہ ہماری پہچان بنتا جا رہا ہے۔'' (2)

تاہم سرکاری سطح پر خصوصاً وزیراعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ' جو کہ فی الوقت وزارت خارجہ کا قلمدان بھی خود سنبھالے ہوئے تھے، یہ بات واضح کیے دیتے ہیں کہ ان کی خارجہ پالیسی سراسر پنڈت جواہر لعل نہرو ہی کے دماغ و مزاج کا عکس و نقش ہے۔ اس اعتبار سے پرکھیں تو پہلے روس اور اب امریکہ سے بھارت کے دفاعی' تجارتی اور سفارتی ہی نہیں تزویراتی (Strategic) تعلقات کا پلڑا کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر ہوتا ہے' تو یہ بھارتی خارجہ پالیسی کا بظاہر تبدیلی کا رُخ معلوم ہوتا ہے مگر بباطن یہ تبدیلی نہیں تسلسل ہے جو اِس پالیسی کے بانی مبانی پنڈت جواہر لعل نہرو کی کہانی ہے۔ ڈاکٹر من موہن سنگھ نے وزارت خارجہ میں نہرو بھون کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب 14 فروری 2006 سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"Panditji's idea of 'non-alignment' was also based on the principle that we were not aligned with anyone against anyone, but only with our values and national interest. Indeed, Non-alignment was neither an empty slogan nor a pretext to shirk the responsibility to define our own world-view based on national interest. Indeed, non-alignment was an expression of our enlightened national interest and continues to be so even today".(3)

اس سے اگلے ہی روز ''انڈین فارن افیئرز جرنل'' کی تقریب رونمائی سے خطاب میں ڈاکٹر من موہن سنگھ نے اس بات کی مزید وضاحت کی کہ:

"There are enormous opportunities. The

Marfat.com

world has changed a great deal in the last 15 years and in the process there are new opportunities, there are new challenges. I do believe that the outside world today is more receptive to India emerging as a major global power than at any time in the recent history and it is for us to seize those opportunities to ensure new pathways in which we can realise our chosen destiny".

(4)

عالمی تناظر (Global Trend) میں بھارت کی خارجہ پالیسی کا پنڈولم بظاہر دائیں گھومتا ہے کہ بائیں، سچ تو یہ ہے کہ اس کا جھکاؤ نہ دائیں ہے نہ بائیں بلکہ اس کا جھکاؤ لمحاتی اور واقعاتی فی الواقعہ تغیر پذیر امر ہے، مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں بھارتی خارجہ حکمت عملی جس گہرے شعور و ادراک سے مزین ہے وہ سراسر

ع ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

کی معنویت ہے، کہ بھارت کے عالمی منصب و مفاد بلکہ مقام کے لئے جو اس کا قومی ہدف اور مقصد بھی ہے، اس کے حصول کی خاطر ہر طرح سے تیار رہ کر جب جہاں اور جیسا بھی اپنا قومی مفاد نظر آیا وہ کر گزرے۔ کل روس تھا تو آج امریکہ کیوں ہے؟ یہ سوال سطحی نوعیت کا ہے، اصل بات قومی مفاد کا تقاضا ہے جو سراسر تبدیلی کو بھی ایک طرح کا تسلسل جان کر اور مان کر اپنا مطلب نکال رہا ہے۔ اس بات کی تہہ تک جانے کے لئے بھارتی خارجہ پالیسی میں پنڈت جواہر لعل نہرو کے شخصی عنصر کا مطالعہ مفید رہے گا۔ جس سے بھارتی خارجہ پالیسی میں تبدیلی یا تسلسل کا مسئلہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوگا۔

Marfat.com

بھارتی خارجہ پالیسی۔۔۔نہرو عہد کا شخصی عنصر

بھارت دیش کی آزادی تو بظاہر 15 راگست 1947 کا دن ہے مگر اس آزادی کے لئے انڈین نیشنل کانگرس کا کام کم وبیش نوے برس پر محیط ہے۔ 1857 کی جنگ آزادی کے بعد 1885 میں کانگرس کا قیام ایک انگریز افسر مسٹر ڈگلس ہیوم کا کارنامہ ہے' جس نے برطانوی فطانت سے مقامی لیڈروں کا ایک دیسی کلب سا قائم کیا۔ یہی سبب ہے کہ کانگرس کے اولین کئی ایک صدر انگریز ہی تھے۔ تاہم جدید ہندو تعلیم یافتہ طبقے نے اسے بخوشی قبول کیا' اور پھر جمہوری طرز کے یورپی سانچے کو اپنی منزل قرار دے کر' گوکھلے سے گاندھی تک ڈانڈی مارچ جاری تھا۔ ظاہر ہے برعظیم ہندو پاک کی غالب اکثریت ہندوؤں پر مشتمل تھی اور یورپی جمہوریت کے تحت اکثریت کا راج ہی جمہوریت کہلاتا تھا' اس لئے ہندو قیادت کو بھارت کو ایک جمہوری ملک بنانے اور عوام کی حکمرانی کے نام پر کام کرنے کا وہ سنہری موقع ملا کہ جس کے نتیجے میں بھارت آزاد ہوا' جس کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل بنے' وہ پہلی دفعہ عین عنفوانِ شباب میں لاہور کے کانگرس سیشن 1929 میں اس کے پہلے صدر بنے۔ آزادی کے بعد اپنی وزارت عظمیٰ کے عہد 1947 سے 1964 تک وہ بھارت کے پہلے وزیر خارجہ بھی رہے' انہی کی بنائی اور چلائی گئی خارجہ پالیسی آج معاصر بھارت کا طرہ امتیاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی تشکیل وتکمیل پر ایک ہی نام اپنی سیاسی حیثیت اور منصبی شخصیت کے اعتبار سے نمایاں ہے اور وہ ہے پنڈت جواہر لعل نہرو! بھارت کے پہلے وزیراعظم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے سترہ سالہ دور اقتدار میں وزارت خارجہ کا قلمدان ان ہی کے سپرد نہیں تھا بلکہ خارجہ امور پر تمام تر فیصلے اور فضا ان کی ذاتی پسند وناپسند کا دوسرا نام ہے۔ اس سلسلے میں بھارت کی خارجہ حکمت عملی پر کام کرنے والے مفکرین' مصنفین اور ماہرین تینوں کا کامل اتفاق یہ ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے افق پر ایک ہی ستارہ چمک رہا ہے' جسے وہ جواہر لعل نہرو کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بھارتی خارجہ حکمت عملی میں جواہر لعل نہرو کے عمل دخل کے اثر اور اثرات کو نہرو عہد کا شخصی عنصر نمایاں کئے ہوئے ہے' خود بھارت کے خارجہ امور کے ماہرین کا تجزیہ اور تصریح کا رنگ یہاں تک گہرا ہے کہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ:

"A politically strong and Chrismatic or semi-Chrismatic prime Minister may personally decide all major foreign and

Marfat.com

domestic policies, and cabinet may simply ditto his decisions. This is more or less the way in which Nehru's Cabinet functioned, as we have seen. When such a prime Minister is also his own Foreign Minister as Nehru was untill his death, the role of the Cabinet in the making of foreign policy may in fact be negligible, as it was in fact in India during Nehru era". (5)

اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ بھارت کی آزادی 15 اگست 1947 سے کہیں پہلے سن 1920 کے سیاسی عشرے سے ہی پنڈت جواہر لعل نہرو' انڈین نیشنل کانگرس میں خارجہ امور کے ترجمان اور ودوان (ماہر) کے طور پر سرگرم رہے یا اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ خارجہ امور' پنڈت جواہر لعل نہرو کا خصوصی شعبہ رہا ہے بلکہ ہندوستان کی آزادی کے ابتدائی سن وسال میں تو خارجہ امور پر پنڈت نہرو کی ذاتی گرفت کا یہ عالم رہا ہے کہ پچاس کے عشرہ تک خارجہ پالیسی کے محاذ پر نہرو کا نہ کوئی متبادل تھا نہ متنبیٰ ۔ وہ سراسر خود ہی خارجہ معاملات کے واحد نگہ دار اور ذمہ دار تھے' بندو ھوا پادھیائے نے اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"But in spite of somewhat unstable character of Nehru's leadership during the first three years after independence, (1950) his virtually monopolistic jurisdiction over foreign affairs remained unchallenged". (6)

اس بات کی تائید بلکہ تصدیق جواہر لعل نہرو کے کینیڈین سوانح نگار مائیکل بریشر نے بھی کی ہے' وہ لکھتے ہیں کہ:

"In no other state does one man dominate

Marfat.com

foreign policy as does Nehru in India. Indeed, so overwhelming in his influence that India's policy has come to mean in the mind of people everywhere the personal policy of Pandit Nehru". (7)

یہی سبب ہے کہ غیر جانبداریت کے نام اور نعرے کے ساتھ نہرو کا نتھی ہو جانا ان کے اس فکری رویے کا واضح اظہار اور غماض ہے۔ اس سلسلے میں ان کی فکر اور عمل دونوں کو اس نقطہ نظر سے ایک علاقائی' عالمی اور مقامی صورت ہی نہیں ملی' بلکہ اس نے آگے چل کر ایک تحریک (NAM) کا روپ دھار لیا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو عالمی بساط سیاست میں اس اعتبار سے بلاشبہ نہرو کا ایک نام رہا ہے۔ اس لئے ان کے بارے میں عام تاثر یہ دیا گیا ہے کہ نہرو نے غیر جانبداریت کو بین الاقوامی تعلقات میں راہ دینے کے لئے بڑا موثر کام کیا ہے' بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ:

"The general policy of non-alignment which has constituted the very foundation of Indian foreign policy and which is probably Nehru's greatest contribution to international relations". (8)

بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے تمام ماہرین اور مصنفین دونوں کا اس امر پر کلی اتفاق ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی اپنے تمام تر اثر اور اثاثے کے اعتبار سے پنڈت جواہر لعل نہرو کی ذاتی شخصیت کا عکس' خاصہ اور کمال ہے بلکہ اس کمائی کو تا حال بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا حاصل' خراج اور تسلسل بھارت کی خارجہ سیاسیات میں ایک طرح کی کمائی بھی قرار دی جاتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی پر جس پہلو اور زاویے سے بھی کسی مصنف نے کچھ لکھا ہے وہ اس حقیقت کا اعتراف کیے بغیر رہ نہیں سکا بلکہ اپنا خراج تحسین بھی پیش کرتا دیکھائی پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی دیکھیں تو ایم' جی گپتا کا ہدیہ سپاس یا اعتراف یہ ہے کہ:

"Nehru was also the first Prime Minister

Marfat.com

and first Foreign Minister of India. He wasmore - he, in a way represented the conscience of India and he was the sole architect of India's Foreign Policy". (9)

گویا پنڈت جواہر لعل نہرو بھارت کی خارجہ پالیسی کے معمارِ اولین بھی ہیں اور موجد اعلیٰ بھی' اور یہ روایت پنڈت جی سے ہی شروع ہوئی اور انہی پر ختم ہو کے رہ گئی ہے۔

یہاں تک کہ 2005 میں مستعفی ہونے والے بھارتی وزیر خارجہ کنور نٹور سنگھ تک کا کہنا یہ ہے کہ گذشتہ اٹھاون برس میں کسی بھی حکومت یا شخص نے نہرو کی خارجہ پالیسی میں ایک شوشے (Comma) کا بھی اضافہ نہیں کیا ہے۔ یہ محض ایک سابق بھارتی وزیر خارجہ کا اعترافِ حقیقت ہی نہیں' ایک ایسے منجھے ہوئے سفارت کار اور سابق سیکرٹری خارجہ کا بیان ہے' جسے بذات خود گیارہ برس تک پنڈت جواہر لعل نہرو کے ساتھ کام کرنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ بھارتی تجزیہ نگار کلدیپ نائر نے ہندوستان ٹائمز کے ایک مذاکرہ (Meet) نومبر 2004 میں نٹور سنگھ کی تقریر کا حوالہ دیا ہے۔ اس مذاکرہ میں سابق برطانوی وزیر اعظم جان میجر اور سابق امریکی وزیر خارجہ مسٹر ہنری کسنجر کے بعد اس دور کے بھارتی وزیر خارجہ نٹور سنگھ نے کہا اور مسٹر کلدیپ نائر رپورٹ کرتے ہیں کہ:

"Natwar Singh was at least frank enough to admit at the Hindustan Times meet that no government had added even a comma to Nehru's policy". (10)

سوال صرف یہ ہے کہ کیا ایسی لچکیلی اور نرم و ملائم کوئی سی خارجہ پالیسی' کیونکر ممکن ہے' جو وقت کی پکار پر اس کی رفتار سے ساتھ دیتی ہو؟ یہ فی الاصل ہندومت کا تاریخی تسلسل اور روایتی ذہن ہے' جو ہر عہد اور معاملے میں صرف اپنے مطلب اور مفاد (National Intrests) کے مطابق عمل کرتا ہے۔ نام کچھ بھی ہو' پالیسی یہی ہے۔ یعنی بھارتی خارجہ پالیسی کوئی جامد بت تو نہیں ہے۔ اس کی بنیاد اور نہاد میں صرف یہ فلسفہ پنہاں ہے کہ اپنے قومی مفاد و مطلب کے لئے ہر واقعہ اور وقوعہ میں اپنے لئے ہر طرح سے فائدہ کا حصول ممکن بنایا جائے

Marfat.com

اور یہی نہرو پالیسی ٹھہری ہے۔

البتہ ایم۔ جی گپتا کا خراج تحسین محض نظری ہی نہیں نظریاتی بھی ہے کہ جواہر لعل نہرو نے بھارت کے رواج و مزاج دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے بھارت کے قومی وقار و مصالح (National Intrests) کو جس قدر جامع انداز میں پرو کر اور سمو کر ان کی داخلی ماہیت کے تقاضوں (Domestic Compulsion) کا منتہائے مقصود حاصل کرنے کا ہدف (لکش) وضع کیا ہے۔ گپتا اسی وجہ سے پنڈت نہرو کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بھارت کی جو خارجہ حکمت عملی بنائی اور چلائی' اس کا مرکزی نکتہ قدیم و جدید رواج اور مزاج ہے' گویا ہندومت اور غیر جانبداریت دونوں قدیم و جدید کا سنگم اور ملاپ ہے۔ کیونکہ ہندومت یا ہندو کی مت (Mentality) میں صرف اپنا مطلب و مفاد ہی مقصود ہوتا ہے اور اس کے حصول کے خاطر وہ سنہرے حروف' خوبصورت اور چمکتے ظروف کے ساتھ' رنگوں کی وضعی علامات' پھولوں کی مالا اور عاجزی کے نمسکار ہی نہیں' زاویے بُنتے اور پہلو بدلتے ناز' نخرے' دونوں بندھے ہاتھوں کے ساتھ لجاجت کا جھکا سا جسم' متبسم سے ہونٹ یہ بھارتی سنکرتی (ثقافت) ہی نہیں' انداز سفارت اور معاشرتی چلن بھی ہے۔ اور یہی بھارتی خارجہ پالیسی کے احوال و آثار ہیں۔ مان لینا چاہیئے کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا تار و پود اور اس کی سفارت کاری کی دراز دستیاں تک بھی ملائم لہجوں کا اظہارِ عاجزی ہے' اور یہی روایتی ہندومت کا صدیوں پرانا وطیرہ بلکہ ''طریقہ واردات'' ہے۔ جی ایم گپتا کا پنڈت جواہر لعل نہرو کے لئے پر جوش خراج عقیدت اصل میں اس بنا پر ہے کہ خارجہ حکمت عملی اصل میں داخلی ماحول و معاشرے بلکہ ریاست کے قومی تقاضوں کی عکاس ہی نہیں غماز بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

" In India's cause, therefore, foreign policy, in the truest sence, is to extension of our domestic policy and the latter is a dimension of the former". (11)

گپتا اس لحاظ سے بھی واضح ہیں کہ وہ قومی مقاصد کا سماں عاجزی سے گُم نہیں کرتے بلکہ کُھلے لفظوں میں اپنا مطلوب (لکش) اور Target بیان کرتے ہیں۔ اگر ذرا صاف زبان میں بات کہنا ہو تو پھر یہ کہنے میں کیا حرج ہے کہ وہ ہندو ذہن کے مکاری کے اصل گُر بتا کر فارغ ہو جاتے ہیں کہ:

ع منڈی میں گلہ کاٹا' مندر میں چھری دھو لی

Marfat.com

اپنے قومی مفاد و مصالح کا حصول کس ملک وقوم کا مقصود نہیں ہوتا؟ یہ تو عالمی بساط سیاست (World Politics) اور بین الاقوامی تعلقات کا مضمونِ واحد ہے۔ اس پر اعتراض کیسا؟ مگر غیر جانبداریت کے شور وغُل میں فی الواقعہ غیر جانبدارانہ نظریہ اصل میں ہے کیا؟ اور اس میں بھارتی مقاصد کا بیان کیا ہے؟ وہ سراسر یہی ہے کہ اپنے قومی مفاد و مطالب کے لئے متحرک اور چوکس رہنا مگر انتہائی پرکاری اور عیاری سے' مگر حصولِ طاقت (Power Politic) ہی منزلِ مراد ہے بلکہ یہ منزل کیسے اور کیونکر حاصل ہوتی ہے' اس کے لئے عملی طریقہ کار یہ ہے کہ:

"The guiding principal of foreign policy, therefore, is national interest in terms of acquiring power, which may possible through peace, or war, or neuterality. It is the national interest which will determine the choice of friends or allies". (12)

اور اگر پنڈت جواہر لعل نہرو کو عالمی اور علاقائی امور کے اعتبار سے غیر جانبداریت کے نام پر غیر جانبدار تحریک کے کام پر پرکھیں تو یہ فی الواقعہ بھارتی قومی مطلب و مفاد کے رزمیہ بھجن ہیں جن کی جلترنگ بھی دھیمے سُروں کا دھرپد (Fixed Test) ہے۔ جو کومل سُروں کی سانجھ لیے چوکس دماغوں کی بظاہر دھیمی چال کا نظری دھوکہ ہے اور یہ دھوکہ محض ایٹمی دھماکوں تک ہی نہیں' ایٹمی اسلحہ کے انبار اور ایٹمی دھماکوں کی تکرار (1974-98) تک کر گزریں تو بھی خفت کیسی؟ ملامت کیونکر؟ عدم تشدد کے پرچارک صرف طاقت کے توازن کے حصول تک بھی آ ئیں' تو خیر ہے' کہ معروضی ماحول کسی کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ بلکہ عالمی سطح پر تجارتی اور غزواتی (War Hysteria) میزائل سازی میں چاندی پور (اڑیسہ) کی آئے دن چاند ماری بھارت کا معمول ہے۔ البتہ بات اس سے آگے بڑھ کر ہو کہ طاقت کا حصول چاہیئے کیوں؟ اس لئے کہ طاقت کا خاصہ یہ ہے کہ خوف پیدا کرتی ہے۔ اس لئے توازن طاقت (Balance of Power) کا نہیں توازن ہیبت (Balance of Terror) کا حصول مقصود ہے تا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ایشیائی قیادت کے نام پر ہی نہیں ایشیائی طاقت اور بڑی جمہوریت بلکہ آبادی اور ایٹمی صلاحیت کے نام پر اپنے لئے مستقل نشست

Marfat.com

(ویٹو پاور) کا مقام پا سکے۔ مگر اب یہ کام التجا سے بڑھ کر مطالبے کی دھیمی سُروں سے شروع ہوا ہے' اب ایک سفارتی مہم کا باضابطہ حصہ ہے کہ سلامتی کونسل میں بھارت کو مستقل نشست دینا ہوگی' یہ ہمارا حق ہے۔ جس کے لئے سفارتی پروپیگنڈے میں بھارت ایک ابھرتی ہوئی عالمی طاقت بھی کہا جا رہا ہے تاہم پنڈت جواہر لعل نہرو کی زیر قیادت اس خارجہ پالیسی کو دیکھیں تو اس کی ابتدا ہی بتا دیتی ہے کہ یہ پالیسی کیا ہے؟ بلکہ بھارت کی آزادی کے پہلے سال 1948 ہی کا آئینہ سامنے رکھا جائے تو سوشلسٹ روس کے طرفدار اور امریکہ سے دور بلکہ بیزار بھارت کا ''امریکہ نہ سہی روس سہی'' نہیں بلکہ امریکہ کے ساتھ ساتھ روس بھی کا رویہ کہ

ع روبل کی مار دھاڑ میں ڈالر بھی ہے شریک

ایک آغاز اور روایت ایک حکمت عملی ہے اور اسے کہتے ہیں بھارتی غیر جانبداریت جو اس کی داخلی حیات قومی میں ہندویت (Hinduism) ہے، کہ اپنا مفاد اور مطلب جب' جہاں اور جیسے بھی ہو پالیا نہیں تو ہتھیا لیا' سرد جنگ (Cold War) کے پورے عرصہ میں بھارت کی اپنے علاقائی اور عالمی مقام کے حصول کی خاطر اپنی طرف سے سرد جنگ کا منظر اور ماحول اس کی معنویت کو بے نقاب کرتا دکھائی دے گا۔ جنرل بی ایم کول' اپنی خودنوشت سوانح حیات' ان کہی کہانی (Untold Story) میں 1948 کے دوران کشمیر کی پہلی جنگ کا احوال بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''سر آینگر کو اقوام متحدہ میں ہندوستان کے وفد کا قائد مقرر کیا گیا تھا' نہرو نے مجھے کہا کہ میں کشمیر میں جنگ کرنے سے زیادہ سلامتی کونسل میں آینگر کے فوجی مشیر کی حیثیت سے ہندوستان کی خدمت کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں جنوری 1948 میں امریکہ روانہ ہو گیا۔ امریکہ روانہ ہونے سے قبل نہرو نے (کشمیر کی جنگ کو ابھی تین ماہ گزر رہے تھے) مجھے اور بھارتی فضائیہ کے کمانڈر انچیف ائر مارشل مکر جی کو شام کے وقت اپنی رہائشگاہ پر طلب کیا۔ انہوں نے اس ضمن میں مکر جی سے اپنی حالیہ بات چیت کا حوالہ دیا۔ جس میں انہوں نے طے کیا تھا کہ مجھے امریکہ سے مائیکل بمبار طیارے خریدنے کے سلسلے میں سلسلہ جنبانی کرنے کی ہدایت کی جائے۔ انہوں نے اس مقصد کے لئے امریکہ میں بھارتی سفیر آصف علی کے بجائے مجھے

Marfat.com

یہ خدمت انجام دینے کی ہدایت کی۔اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ میں نہیں بتا سکتا

!''(13)

وجوہات اور وجوہ اور کیا ہوں گی؟ یہ بھارت کی دفاعی اور سفارتی ''استادیوں'' (Diplomacy) کا معاملہ ہی ہوسکتا ہے یا ہوگا؟ تاہم نظر بہ ظاہر تو یہ ہے کہ آصف علی اس بھارتی راز داری سے محروم کیوں ٹھہرے؟ کہ وہ امریکہ میں بھارتی سفیر ہوکر بھی غیر متعلق اور بے خبر نکلے؟ اس سے متحدہ قومیت کے حامی اور علمبردار نیشنلسٹ مسلمانوں کا آزادی کے بعد کا ''بھاؤ و بھتہ'' ہی نہیں متحدہ قومیت کی اصلیت کا نمونہ بھی سامنے ہے۔قائداعظمؒ نے شملہ مذاکرات (1945) میں کانگرس کے اس دور کے صدر' مولانا ابوالکلام آزاد کو نمائشی گڈا (Show Boy) قرار دے کر' ہندو اور کانگرس دونوں کے اصل چہرے سے نقاب الٹا دی تھی اور کانگرس کے یہ مسلم ''شوپیس'' ابوالکلام آزاد کی آزاد ہند میں تعلیمات کی وزارت اور آصف علی کی ارونا (ہندو لڑکی) سے شادی کے بعد امریکہ میں سفارت کا مقام ملاحظہ کرنے کا مرحلہ بھی ہے کہ بھارت کا ایک مسلمان بظاہر سفیر ہوکر بھی بے خبر اور غیر ذمہ دار ہے کیونکہ بھارت کو امریکہ سے بمبار طیارے خریدنے کے لئے محاذ جنگ سے چھڑا کر' جنرل بی ایم کول کو امریکہ کے محاذ پر اسلحہ کی خریداری ایک قومی ذمہ داری قرار پائی تھی۔اور دوسری اہم بات یہ ہوسکتی تھی کہ امریکہ سے مائیکل بمبار طیاروں کی خریداری گویا بھارت کی غیر جانبداری کا وقتی بھرم نہ کھول دے یا پھر بھارت کی سفارت کاری میں عیاری ایک طرح سے قومی احتیاط کا تقاضہ اور مصلحت بھی قرار دی جاسکتی ہے۔یہی سبب ہے کہ بی ایم کول اپنی خودنوشت لکھتے ہوئے' اتنا بڑا راز تو افشا کیے دیتا ہے' مگر اس راز کا اصل راز کیا تھا؟ اسے پھر بھی مخفی رکھ کر یہ کہہ دیا کہ ''اس کی وجہ کیا تھی؟ میں نہیں بتا سکتا!'' ہندو ذہن یا ہندومت کے ان عصری رویوں پر اقبالؒ ہی کا ایک ہی مصرع ہندو ماتھے پر ''قشقے کی طرح سجا'' ہے کہ:

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

کا حسین پیکر سامنے آجاتا ہے ویسے بھی عقل اور شکل کے ساتھ دولت اور دھن کا ترنگا (جھنڈا) ہی نہیں تین مورتی ہاؤس یا بھارت کا تین منہ کا شیر کا قومی نشان بھی۔عقل عیار کے بیک وقت تین زاویوں کا سہ رخی محاذ بھی واضح کرتا ہے۔1948 ہی میں امریکہ سے غیر جانبدار بھارت ہی نہیں روس کے طرفدار اور بظاہر غیر جانبدار مگر رفتار زمانہ کے علمبردار بھارت کا انداز سفارت بی ایم کول کا ان کہا قصہ ہے جس میں اسلحہ کی خریداری اور راز داری بلکہ ذمہ داری ان کہی داستان (Untold Story) ہے! بھارت کو اکیسویں صدی میں داخل ہوتا

Marfat.com

دیکھیں تو اس کے داخلی ماحول کے تقاضے کیا دکھائی دیتے ہیں، بلکہ 2020 تک بھارت ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں شامل ہو' مگر اسلحہ کے انبار ہیں کہ اناج کے بھنڈار؟ اسے بھارت کے بھوکے ننگے عوام کی حالت زار سے دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ ساٹھ برس کی بھارتی خارجہ اور داخلہ حکمت عملی کا شہکار خود بھارت کے داخلی منظر کا واضح نقشہ بلکہ کھلا اشتہار ہے۔ شاید یہ بھارتی قومی مفاد و مصالح کا تقاضہ ہی ہو کہ' بھارت بھر میں 40 فیصد سے بھی زائد بھوکے اور مفلوک الحال عوام ایسے ہیں جو غریبی کی حد (Poverty Line) سے بھی نیچے زندگی بتانے پر مجبور ہیں۔ بھارت کے تمام بڑے شہروں' قصبات یہاں تک کہ دیہات تک کا ماحول و معاشرہ' حقیقت کی زبان اور سچ کے بیان میں تو بھارت ''بھوک' ننگ'' کا سمندر کہیں' تو بات ایسی بے جا بھی نہیں ہوگی البتہ عالمی اور علاقائی طاقت بننے کے حصول میں مست اور مصروف بھارت کے قومی مفادات کا رُخ داخلی تضادات سے ہم آھنگ کیوں نہیں؟ شاید اس لئے کہ گھر کی خیر ہے باہر کی خبر رکھنا یا بیرونی ممالک یا پڑوسی ممالک کی خبر لینا اور انہیں اپنی ہئیت و ہیبت کی معروضی خبر دینا اہم قومی تقاضا ہو! بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں اپنے بھوکے عوام کے لئے خوراک کا ذخیرہ (بھنڈار) کم ہو' تو ہو، البتہ اسلحے کے انبار اور ہتھیاروں کے بھنڈار کسی طور کم نہ ہوں' یہ چلن بھارت کی عالمی اور سفارتی حیثیت کا بدیہی ثبوت ہے ان داخلی حقائق کے باوجود بھارت کے جنگی جنون کی ہر لمحے تیاری اور ہر سمے ہمہ نوعی اسلحہ کی خریداری اس کی خارجہ حکمت عملی کی روش اور معمول کیوں ہے؟ ظاہر ہے اسے بھارت کے کروڑوں فاقہ کش اور بھوکے عوام کا نہیں بھارت کی سیاسی قیادت کے پیہم اور مسلسل عزائم کا آئینہ دار کہے بنا چارہ نہیں ہے۔ دنیا کی اتنی بڑی جمہوریت (لوک تنتر) بھارت کا عالمی اشتہار ہے گویا ووٹ کا سوال ہے بابا! یہ سیاسی جمہوریت ہے مگر روٹی کا سوال ہے بابا! دو وقت کی مسلسل صدا ہے جو بھارت کے گلی کوچوں کا مستقل منظر ہے، چلن ہے۔ یہ روٹی اور روزی کی رونق ہر کوئی بھارت جا کر' گھوم پھر کر با آسانی دیکھ سکتا ہے، سن سکتا ہے۔ بھوکے عوام اور غریب جنتا کی امیر حکومت' کا سارا دھن دولت روایتی اور غیر روایتی اسلحہ اور ایٹمی اسلحہ کی خریداری اور تیاری پر کیوں اُپلبھ (مختص) ہے۔ اسے بھارت کی قومی سلامتی کے نام پر علاقائی بالادستی (Hegemony) اور توسیع پسندانہ اقدامات کے جتن (Catalyst) اور عمل انگیز رویہ نہ کہیں تو اور کیا نام دیں؟ خارجہ امور میں طاقت کے توازن کا حصول ہی مطلوب ہوتا ہے، مقصود ہوتا ہے۔ اس میں اچنبے کی بات کیسی؟ مگر اپنے عوام کو فاقوں مارنے کا مقصد کیا ہے؟ کیوں ہے؟ کے سوالوں کا سامنا کریں تو سامنے جدید ترین اسلحہ کی خریداری اور اپنے تئیں ایٹمی اسلحہ کی تیاری

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ نرم لبوں پر لجاجت کا لہجہ' دھیمی سانس کی مقصدی آنچ کے سہارے خوبصورت لفظوں (سندر شبدوں) کا چناؤ' اظہار کے لئے دو ہاتھوں کو باندھے نمسکار کی رفتار میں اپنے عندیہ وعزم کی ''پھنکار'' کو لیے بھارت کی سفارتی چالبازیوں اور ڈپلومیسی کی ریشہ دوانیوں کا طلوع وغروب ہے بلکہ روایتی برہمن کا تاریخی ہتھیار اور اطوار ہے کہ

ع بغل میں چُھری' منہ میں رام رام

مگر علاقائی امن اور عالمی بھائی چارے کا بظاہر پرچار مگر بباطن عسکری اور حربی طور پر تیار رہا کہ اپنی فوجی طاقت اور ایٹمی صلاحیت کو عالمی بازار سیاست میں سوداگری کے ہتھیار کا ذریعہ اور زاویہ بنا کر توازن ہیبت کا صریح اندازِ سفارت' کوئی ڈھکی چھپی مہارت نہیں' بھارت کی خارجہ حکمت عملی کا اعلانیہ اقدام اور سفارتی مقام ہے جو اس کی سلامتی کونسل کی مستقل نشست کا اہتمام بن گیا ہے۔ جنوبی ایشیاء کے رقبے' آبادی اور وسائل کے اعتبار سے اتنا (ویشال) ملک (دیش) بھارت آخر کیوں یہ مقام، یہ رتبہ حاصل نہیں کر سکتا؟ بھوک' بیماری اور بے روزگاری دنیا میں کہاں نہیں ہے، کب نہ تھی؟ مگر کونسا بھارت؟ ایک تعارف ہو' تو ایسا ہو کہ بھارت اکیسویں صدی میں اپنا مقام دنیا سے کیا متعین کروائے گا' اس کا مقام متعین ہے' وہ اس کی حدود کے اندر ہے باہر ہرگز نہیں' اسے اپنی حدوں سے باہر جانے سے پہلے اپنا دامن' اپنا خرمن' اپنا گریبان اپنا ملک دیکھنا ہوگا' دنیا کو دِکھانا ہوگا! جس کی معیشت ومعاش دفاع کے بوجھ تلے ڈوبی نہیں تو کیا ہوا؟ بھارت بھر کے بھوکے عوام دو وقت کی روزی' روٹی کے محتاج کہاں؟ بھوک ونگ کے مستقل بوجھ تلے دبے ہوئے تو ہیں۔ دفاع کا حجم اور بجٹ اسے کروڑوں انسانوں کے بھوکے پیٹ سے کیا نسبت؟ بھارت کے اپنے داخلی ماحول کے تقاضے درحقیقت کیا ہیں؟ یہ تو بھارت کے خارجہ حکمت عملی کے پالیسی سازوں کا کیا قدیم کیا جدید؟ دونوں کا نظریہ ''تصادم وترقی'' ہے یا اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ بھوک ننگ میں ترقی کی رفتار اور اسلحہ کی بھرمار میں توازن بگڑ نہ جائے' لگتا ہے بھارت میں ذات پات کی تقسیم اور برہمن' بنیا کی برتری کی تجسیم اس میں مضمر ہے کہ ایک ارب انسانوں کے ملک بھارت میں 80 فیصد عوام فاقوں مریں' اور 20 فیصد برہمن' بنیا' راج کرے' بلکہ عیش کرے! منوسمرتی (منو قانون) نے ہندوؤں میں ذات پات کی مستقل تقسیم سے ہی معاشرہ طے کر رکھا ہے کہ اکیسویں صدی تک بھی بھارت میں کروڑوں انسان چُھو لینے کے لائق بھی نہیں' یعنی (Un-Touchable) ہیں' یہ حقیقت نہیں تو اور کیا ہے کہ روایتی بھارت کا 70 فیصد حصہ جانوروں سے بدتر

Marfat.com

زندگی بتانے پر مجبور ہے گویا بنی نوع انسان کا ایک معتدبہ حصہ روایتی بھارت میں انسانی حقوق (Human Rights) سے یکسر محروم ہے' یہ کوئی وقتی نوعیت کا معاملہ بھی نہیں ہے ایک مستقل معاشرہ اور معاشرتی روش اور روگ ہے جس سے باہر نہ کوئی جا سکتا ہے' نہ باہر سے کوئی ہندو معاشرہ کے اندر آ سکتا ہے۔ ہندو قوم اور مزاج ورواج پر اردو زبان کا ایک مصرع بڑا فٹ بیٹھتا ہے۔

ع انہی کے دم سے بازارِ عقل روشن ہے

بھارت کے داخلی ماحول ومعاشرہ کا نقشہ کوئی اعتراض اور الزام کا پہلو ہرگز نہیں' یہ وہ منظر اور ماحول ہے جو علم اور سائنس بلکہ ٹیکنالوجی کی ترقی اور انسانی حقوق اور عالمی تہذیب وتمدن کے تمام تر دعووں کے باوجود عالمی گاؤں (گلوبل ویلج) میں بھارت کا معاشرہ کیونکر کٹا ہوا ہے' پھنسا ہوا ہے؟ اس کا تذکرہ وتبصرہ بہرحال معاش و معیشت کے داخلی پہلو کو نظر انداز کر کے توپوں کے دہانے اور سفارت کاری کے بہانے بھارت عالمی سطح پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا مستقل رکن بننے کا امیدوار ہے تو کیوں؟ سزاوار ہے تو کیوں؟ محض اسلحہ اور ہتھیار سے اپنا کام سرانجام دینا اور مقام متعین کرانا' سفارت کاری کا کام تو ضرور ہے' مگر ہتھیار اور ڈپلومیسی کے کاروبار میں مدعا اور مقصد علاقے کا بڑا بننا ہی نہیں عالمی قوت (سپر پاور) کے خیال کو امریکہ' اسرائیل کے قومی مقاصد سے ہم آہنگ بنانے کے لئے روسی ایماء کو ساتھ لیئے' عوامی جمہوریہ چین اور پاکستان کا ہوا کھڑا کر کے ان کے متبادل اور مقابل خود کھڑا ہونا' بظاہر بھارت کے اپنے قومی مطلب ومفاد کا نیٹ ورک (Net Work) ہے' اسے اس امر سے کیونکر باز رکھا جا سکتا ہے؟ بھارت کی سیاسی قیادت اور عسکری سیادت کا ''من'' اگر ایشیائی طاقت کا خواب حقیقت میں بدلنے کے درپے ہے' تو اسے ایک بالادست قوت اور اس کے توسیع پسندانہ عزائم کے متلاطم بحر ہند (Indian Ocean) پر کون اور کیسے بند باندھیں؟ یہ عالمی امن کا اس خطے جنوبی ایشیاء میں ایک ابھرتا ہوا خطرہ ہی نہیں' مستقل دردِ سر (Migraine) ہے تاہم دفاع اور سلامتی کے نام پر بھارت کے اس خارجہ محاذ اور دفاع کے خرچ کے ساتھ ساتھ ذرا اس علاقائی طاقت (ریجنل پاور) کا ''تن'' ملاحظہ کریں' تو انسانیت کا حال اکیسویں صدی تک بھارت کے اندر کس صورت حال کا غماض ہے' عکاس ہے۔ اسے باہر سے کوئی کیا بیان کرے گا' بھارت کے اندر ہی سے اندر کی بات وہ بتا سکتا ہے جس سے بھارت کے دفاع اور معیشت کا خود اپنا حال اپنی حقیقت حال کے قریب جا کر اپنی حالت بیان کر رہا ہو۔ دہلی یونیورسٹی کے عربی کے پروفیسر اور ایک ممتاز دانشور پروفیسر نثار احمد فاروقی مرحوم کا یہ تجزیہ وتحقیق ہی نہیں' بھارت کے بھوکے عوام کی حالت زار کی تصدیق ہی تو ہے کہ

Marfat.com

''بھارت خود کو تسلی کے لئے ترقی پذیر (وکاس شیل ممالک) میں گنتا ہے مگر حقیقت میں یہ پس ماندہ (Under Developed) ہے جس ملک کی 78 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہو' جہاں ساڑھے پانچ لاکھ سے زیادہ گاؤں ہوں جن تک پکی سڑک بھی نہ جاتی ہو' جہاں زیادہ سے زیادہ 36 فیصد آبادی حرف شناس نہ ہو' جہاں 1999 تک صرف 14 روپے سالانہ فی کس تعلیم پر خرچ کئے گئے ہوں ۔ جہاں کل آبادی کا 40 فیصد حصہ افلاس (Poverty Line) ریکھا سے نیچے زندگی بسر کر رہا ہو۔ جس کی 20 فیصد آبادی خود کو پس ماندہ (بچھڑے ورگ) یا دلت کہتی ہو' اور اتنی ہی دوسری اقلیتیں بہت سے حقوق سے محروم رکھی گئی ہوں' اس ملک کو ترقی پذیر (Under Development Country) کہنا اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے''۔

(14)

عالمی طاقت اور علاقائی طاقت کا بھارتی عزم وعندیہ اپنی جگہ مگر کس بھارت کا؟ یہ سوال پروفیسر نثار احمد فاروقی نے بجا طور پر اپنے اس تجزیہ وتحقیق میں اٹھایا ہے' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے بھارت کی سفارتی دھوم دھام اور عسکری برتری کے اژدھام بلکہ تام جھام میں حقیقت کا آئینہ ہے جو بھارت کی قیادت کو دِکھایا ہے

''بھارت کی معاشی حالت یہ ہے کہ 40 فیصد اس خط (غریبی ریکھا) سے اوپر زندگی بتا رہے ہیں ۔ جسے انگریزی زبان کے محاورے میں (Hand to Mouth) ہی کہا جا سکتا ہے۔ تاہم بھارت کی 20 فیصد آبادی کو ہر طرح کی آسودگی حاصل ہے اور ملک کی معیشت پر اس کا جابرانہ اقتدار ہے' قبضہ ہے۔ اس طبقے کے پاس بے حساب دولت ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی جدید ترین ایجادوں سے یہی طبقہ فائدہ اٹھا رہا ہے ۔ اکیسویں صدی میں بھارت کا مطلب ہوگا کہ ترقی یافتہ دنیا میں آسائش اور تعیش کی جو فراوانی ہے وہ سب ہندوستان کے اس بہ مشکل 20 فیصد طبقے کو

Marfat.com

میسر ہوگی ۔اس بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا کہ بھارت ترقی کر گیا ہے' خود کو فریب میں مبتلا کرنا ہے''۔(15)

آگے چل کر وہ مزید نقشہ کھینچتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

''اس ملک (بھارت) میں آج بھی لاکھوں لوگ بھیک مانگ رہے ہیں جو کتے بلی سے بھی بدتر زندگی بسر کر رہے ہیں۔لاکھوں ہیں جو سڑک کی پٹڑی پر راتیں گزارتے ہیں ۔ لاکھوں ہیں جنہیں پڑھنا نصیب نہیں' جنہوں نے پڑھ لیا ہے انہیں روزگار میسر اور نصیب نہیں ہوسکا ۔ جواہر روزگار یوجنا (منصوبہ) جیسی کتنی اسکیمیں کاغذ پر تکمیل پا چکی ہیں ۔انہیں آپ بہ چشم سر نہیں دیکھ سکتے ۔غرض یہ کہ بڑی طویل داستانِ درد ہے''۔(16)

اس طویل ''داستانِ درد'' میں مزید درد یہ بھی شامل کرلیں کہ بھارت کی برآمدات کا 40 فیصد چھوٹی صنعتوں (Small Industries) کی پیداوار ہے ۔ جہاں کم سن بچوں کی محنت اور بال مزدوری (Child Labour) صرف اور صرف بھارت کا مقدر ہے اور تو اور عالمی تجارت کی تنظیم (WTO) میں بچوں کی مزدوری کے خاتمے سے بھارت کے انکار اور فرار کا دوسرا نام ہی بھارت کا موقف (دیشتی کون) تھا بلکہ اس اجلاس میں تب بھارتی وزیر تجارت مرسولی مارن تامل ناڈو (چنئی) آنجہانی تک کا اصرار بھی تھا۔مگر اس داخلی صورت حال کے باوجود' بھارت عالمی بساط سیاست میں عالمی طاقت کا مقام حاصل کرنے کے درپے ہے ۔ اس کام کے لئے روس اور اب امریکہ اس کے تزویراتی ساجھے دار (Strategic Partners) ہوں تو یہ امریکہ' اسرائیل بلکہ روس کے اپنے قومی مفادات بھی ہیں ۔ بھارت کو یہ طریقہ کار اختیار کرنے میں سمت اور سہولت جواہر لعل نہرو کی دین اور دیا ہے۔کہہ لیجئے کہ بھارت کی سیاسی قیادت نے بڑی سمجھداری کے ساتھ اپنے قومی مقاصد اور مصالح کا حصول ممکن بنایا ہے۔ظاہر ہے کہ یہ دنیا ایک میدان عمل ہے ۔اور بھارت کی قومی قیادت نے اپنے مقاصد کے لئے اپنی سفارت کاری کو منظم اور مربوط انداز میں چلایا ہے۔

حاصلِ کلام

یہ ہے کہ بھارت کی خارجہ پالیسی میں بظاہر تبدیلی فی الحقیقت تبدیلی نہیں' وہ معنوی تسلسل ہے جو

Marfat.com

اس پالیسی کے معمار اولین پنڈت جواہر لعل نہرو کے ذہن رسا کا شہکار ہے کہ اپنے قومی مطلب ومفاد کے لئے حد درجہ چوکس اور چوکنا رہ کر درپیش صورتحال میں اپنی خارجہ پالیسی کو آنک تول کر چلانا اور چلنا چاہیئے۔ اس ہی ایک اصول پر کارفرما خارجہ پالیسی اور اس کے سفارت کار اپنے محاذ پر بڑے منظم اور مربوط انداز میں سرگرم رہتے ہیں' یہ ایک طرح کی قومی پالیسی ہے۔ بھارت میں حکومت خواہ کانگرس کی ہو کہ بی جے پی کی' مخلوط حکومت ہو کہ عارضی حکومت' خارجہ پالیسی کا اصل الاصول یہی ہوگا کہ اپنے قومی مطلب ومفاد کے لئے وقت کی رفتار کو خارجہ پالیسی کی پکار بنایا جائے۔ اس بارے میں سرکاری سطح پر بھارت کا عندیہ وعزم بالکل واضح ہے کہ بھارت کے وزیراعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ کا کہنا یہ ہے کہ:

"The guiding principles of Indian foreign policy today are founded on pragmatism and the pursuit of national interest without compromising on basic and well-established tenets and principles. In a period rapid and continuing change, foreign policy must be capable of responding optimally to new challenges and opportunities".(17)

یہ وہ تسلسل اور تعمل ہے جو بھارتی خارجہ پالیسی کا پائیدار اصول ہے کہ بھارت عملاً نہ غیر جانبدار ہے نہ جانبدار۔ وہ صرف اور صرف اپنا طرفدار ہے اور اپنے قومی مفاد ومصالح کا سراسر نگہ دار بھی' اسے اپنے قومی مقاصد کے حصول کے لئے ہر طرح سے تیار اور بیدار رہ کر آگے بڑھنا اس کی خارجہ حکمت عملی ہے۔ یہی وہ حکمت عملی ہے جس پر نہرو سے لے کر ڈاکٹر من موہن سنگھ تک بھارتی خارجہ پالیسی عمل پیرا ہے۔ یہ تبدیلی نہیں' تسلسل ہے۔ 14 فروری 2006 کو نئی دہلی میں وزارت خارجہ کے ساؤتھ بلاک میں نہرو بھون کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے' بھارتی وزیراعظم ڈاکٹر من موہن سنگھ نے یہ بات دہرائی ہے کہ:

''دنیا میں ایک دوسرے پر انحصار کا ماحول تیزی کے ساتھ فروغ پا رہا ہے۔

Marfat.com

اور ہم نے اپنی پالیسیاں طے کرنے کی آزادی حاصل کرنے کے لئے بڑی مشکل سے جگہ بنائی ہے۔ایسی صورت میں امن' قومی سلامتی اور ترقی کے نشانوں کو حاصل کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ہمیں اپنے طور طریقوں کو تبدیل کرنا ہوگا''۔

ملک کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کے غیر جانبداری کے نظریے کے بارے میں انہوں نے کہا کہ:

''یہ(غیر جانبداری کا رویہ) اُس اصول پر مبنی ہے کہ ہم کسی فریق کے جانبدار نہیں' اور نہ کسی کے خلاف ہیں' بلکہ ہم صرف اپنی اقدار اور قومی مفاد سے منسلک ہیں''۔(18)

بھارت کا قومی مطلب و مفاد بڑا واضح اور متعین ہے' جو تہہ منظر سے ابھر کر سامنے پیش منظر پیش کر رہا ہے کہ عالمی سیاست میں ایک سپر پاور کا مقام حاصل کرنا ہے' اس کے لئے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ویٹو پاور کے ساتھ مستقل نشست کا حصول بھارتی خارجہ پالیسی اور سفارت کاری کا سرگرم محاذ ہے۔یہ الگ بات کہ بھارت کا اندرونی چہرہ' بے روزگاری' غربت و افلاس' لاقانونیت کا تلاطم ہے' تاریکی ہے۔ عالمی سطح پر ایک بڑی جمہوریت' ایٹمی قوت اور بڑی آبادی کے تعارف کے باوصف اپنے ملک کے عوام کے لئے جان و مال کی حفاظت ہی کیا' دو وقت کی روٹی کی ضرورتیں تک پوری نہیں کر سکا اور چلا ہے عالمی سطح پر ایک ترقی یافتہ ملک کا علمبردار بننے! جنوبی ایشیا کے اس بڑے ملک سے ادبی زبان میں ادب سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ

ع دامن کو ذرا دیکھ' ذرا بندِ قبا دیکھ

نہیں تو بھارت کے اندر سے اس کی تصدیق کے لئے 23 مئی 2006 کے انڈین ایکسپریس نئی دہلی میں بھارت کی سرگرم سماجی کارکن ارونا دھتی رائے کی وہ رائے سامنے آ گئی ہے جو انہوں نے 21 مئی 2006 کو نیویارک کی ایک تقریب میں ظاہر کی ہے' جس کے مطابق:

اولاً ''ہندوستان میں حقیقی جمہوریت نہیں ہے۔متعدد ریاستیں خانہ جنگی کے دہانے پر پہنچ چکی ہیں۔''

ثانیاً ''پورے عراق میں تو صرف ایک لاکھ پچاس ہزار فوجی ہیں لیکن ایک

Marfat.com

وادیٔ کشمیر میں سات لاکھ فوجی تعینات ہیں۔''

ثالثاً یہ کہ ''انڈیا ایک ایسا آزاد بازار ہے جہاں غریبوں سے چھین کر امیروں کو دے دیا جاتا ہے۔''

انہوں نے مغربی کالم نگاروں پر بھی سخت تنقید کی'

رابعاً ''جو محض پُرامن انتخابات کرانے کی بنیاد پر ہندوستان کو ایک جمہوری ملک کہتے ہیں اور دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔''(19)

ارونا دھتی رائے کے بعد کوئی تبصرہ اور تجزیہ کرنا ممکن نہیں ہے کہ ارونا دھتی رائے بھارت کی بے لاگ سیاسی مبصر' انگریزی کی صاحب طرز ادیبہ ہیں' جنہیں لٹریچر کی دنیا کا سب سے بڑا انعام ''بوکر'' (Booker) ملا ہے۔ اور وہ علم و قلم کی دنیا اور صحافت کے منظر اور ماحول کی صحیح اور وقیع حقائق نگار ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھارت کا بیرونی چہرہ اقتصادی ترقی' عسکری قوت اور سفارت کاری کے موثر جال اور کمال کے ساتھ روشن تر ہے' مگر اندورنی بھارت کا اقتصادی چہرہ بھوک ننگ کا منظر' امن و امان ایک پادر ہوا ماحول اور سیاسی صورتحال موروثی نوعیت کی ہے۔ جبکہ وہاں کی مسلم اقلیت اکثریت کے استبداد کی زد میں ہے۔ جسے سچر کمیٹی دسمبر 2006 کی سرکاری رپورٹ کے مطابق بھارت نے اپنے داخلی ماحول اور معاشرت میں دلتوں (پس ماندہ اور نچلی ذات کے ہندوؤں) سے بھی نیچے 15 کروڑ سے زائد مسلمانوں کا ایک پانچواں طبقہ پیدا کیا ہے۔ جسے وہ اپنے تئیں دلت نمبر 2 بھی کہتے ہیں اور اس کی وجہ وہ تاریخی تعصّبات ہیں جو ہندو قوم کو عہد وسطیٰ کے مسلم دور حکومت سے لاحق ہیں۔ جس کے نتیجے میں بھارت کی مسلم ملت کو ایک سہمی ہوئی' پس ماندہ مگر ہر وقت زیرِ عتاب آبادی کی صورت دے دی گئی ہے' جہاں گذشتہ 60 برس میں چوبیس ہزار کے لگ بھگ مسلم کش فسادات ہو چکے ہیں۔ جہاں مسلمان، معاشی طور پر کچھ تگڑے نظر آئے انہیں Target کر کے پیچھے دھکیل دینا ایک داخلی قومی پالیسی ہے' جس کی تازہ ترین مثال احمد آباد (گجرات) کی متمول مسلم ملت کو مار دینا بھی شامل ہے۔ یہی گجرات لیبارٹری ہے' جس کا تجربہ گاہے بگاہے بھارت میں ہوتا رہتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ عارف عزیز' ''بش کا دورۂ ہند''، سہ روزہ دعوت' نئی دہلی' 22 مارچ 2006

Marfat.com

2۔ انور صفی ''ہماری خارجہ پالیسی کس رُخ پر جارہی ہے''؟ سہ روزہ دعوت' نئی دہلی 13 مارچ 2006

3. "Text of Prime Minister's Speech", 14 Febuary, 2006, Ministery of External Affairs, New Delhi, p.2.

4. "Text of Prime Minister's speech", 15 Febuary, 2006, Ministery of External affairs, New Delhi, p.1.

5. Bandyopadhyaya, Jayantanuja, "*The Making of India's Foreign Policy*", New Delhi, Allied Publisher, 1970, p. 283.

6. Ibid. p. 287.

7. Micheal Brecher, *Nehru, A Political Biography*, Oxford University Press,1959, pp. 264-265.

8. Bandyopadhyaya, op cit, p. 312.

9. M. G. Gupta, *Indian Forign Policy*, Agra, Y.K. Publishers, 1985. Introduction (p. XIII).

10. Kuldip Nayar, *The Flawed of India's Forign Policy*, Dawn, Karachi, November 13, 2004.

11. M.G. Gupta, op. Cit,.

12۔ جنرل (ریٹائرڈ) بی' ایم کول ''ان کہی کہانی''، لاہور' لاہور اکیڈیمی' 1967' صفحہ 93

13۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی' سہ روزہ ''دعوت'' نئی دہلی' 28 نومبر 1999

14۔ ایضاً

15۔ ایضاً

16, *India Dyanamic Democracy*, Ministry of Extarnal affairs New Delhi, 2005.pp.18-19.

17. "Text of Prime Minister's Speech",15 Feburary,2006,p.2.

18۔ سہ روز دعوت' نئی دہلی' 19 فروری 2006

19. *The Indian Express*, New Delhi, 23 May 2006.

(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم سرما ۲۰۰۷ء)

Marfat.com

بھارت کی معاشی ڈپلومیسی۔۔۔۔۔۔مقصد اور منزل

بھارت نے خارجہ پالیسی کے محاذ پر خود کو علاقے کی ایک بڑی طاقت سے کہیں بڑھ کر ایک ابھرتی ہوئی عالمی قوت کے طور پر بڑے موثر، مربوط اور مسلسل طریقے سے آگے بڑھایا ہے۔اس ضمن میں اس کے قائدین نے بڑے سوچے' سمجھے منصوبے کے تحت عالمی امور میں بھارت کا مقام متعین کرانے میں حد درجہ موثر کردار ادا کیا ہے۔خاص طور پر سرد جنگ کے ماہ وسال میں بڑی چابکدستی کے ساتھ اپنے قومی مقاصد کے حصول کو ممکن بنایا ہے۔جس میں طاقت کے حصول (Power Policy) کے ساتھ معاشی ڈپلومیسی کا حربہ بڑے کاروباری انداز سے جاری رکھا ہوا ہے ۔ جس کی روشنی میں بھارتی خارجہ پالیسی کے واضعین (Founders) کے عالمی ادراک کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔جس کے تحت بھارت کا منصوبہ نہ صرف علاقائی بالادستی کی منزل کا حصول ہے بلکہ اس میں بھارت کے عالمی کردار ادا کرنے کا ہدف بھی موجود ہے۔خاص طور پر بھارت کے اولین مگر تاحینِ حیات وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کا عہد کم وبیش 17 سال پر محیط ہے ۔اس دوران انہوں نے غیر جانبدار تحریک کے پلیٹ فارم (NAM) سے اپنے قومی مقاصد کا حصول کیونکر اور کیسے ممکن اور معاون بنایا ہے؟ یہ روئیداد پڑھنے کے لائق ہے ۔ساتھ ہی بھارت کی معاشی ڈپلومیسی کے زاویے اور زائچے' جس میں پہلے بھارت کی علاقائی بالادستی کا حصول ان کی منزل اور مقام ہے دوسرے مرحلہ پر عالمی سطح پر بھارت ایک بڑی طاقت کا تعارف اور معارف ہے۔یہ الگ بات کہ خود بھارت بھر میں چالیس فیصد سے بھی زائد عوام بھوک کا شکار ہیں اور وہ خطِ غربت (غریبی ریکھا) سے بھی نیچے دو وقت کی روٹی تک سے محروم ہیں ۔تاہم بھارت کی امیر سرکار' اسلحہ کے انبار اور اناج کے بھنڈار کے باوجود بھارت عالمی سطح پر ایک علاقائی نہیں' عالمی طاقت کے حصول کی راہ پر گامزن ہے ۔ذیل کا مطالعہ بھارت کی خارجہ پالیسی میں معاشی ڈپلومیسی کا ایک تحقیقی جائزہ ہے۔

بھارت کی خارجہ پالیسی کا قومی ہدف (لکش) علاقائی بالادستی کی منزل اور عالمی کردار کا حصول ہے۔یہ بات ابتداء ہی میں طے کر دی گئی تھی' جس کے تحت سرد جنگ کے ماہ وسال میں غیر جانبداری کے نام پر روسی ایماء اور امریکی حمایت پر غیر جانبدار تحریک کا کام بھارتی سپر دداری کا دوسرا نام ہے۔خوبصورت الفاظ

Marfat.com

کے پردے میں اپنے قومی مقاصد کا حصول حد درجہ باریک تانا بانا ہے۔ اس لئے بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں غیر جانبداری کا مقصد اور مدعا اس کے قومی مفادات و مصالح کے تابع رکھ کر پرکھیں تو نظر بہ ظاہر یہ امنِ عالم، بقائے باہم اور معاشی سطح پر باہمی تعاون، نیز سرد جنگ میں کسی ایک دھڑے کی رفاقت سے یکسر انکار کا دوسرا نام غیر جانبداریت کی تحریک قرار پائی تھی، جس کے سرخیل بھارت کے پنڈت جواہر لعل نہرو تھے۔

نہرو کے نزدیک غیر وابستہ اور غیر جانبدارانہ خارجہ پالیسی کی تشریح اور توضیح کیا ہے۔ 9 دسمبر 1958 کو بھارتی پارلیمنٹ کے ایوانِ زیریں (لوک سبھا) میں خارجہ پالیسی پر اپنے پالیسی بیان میں وہ کہتے ہیں کہ:

"According to our best Judgement" When we say our policy is one of non-alignment, obviously we mean non-alignment with military blocs. It is not a negative policy. It is a positive one, a definite one and, I hope, a dynamic one. But, in so far as the military blocs today and the cold war are concerned, we do not align ourselves with either bloc. This itself is not a policy; it is only part of a policy.

"The policy itself can only be a policy of acting according to our best judgement, and furthering the principal objectives and ideals that we have. Every country's foreign policy, first of all, is concerned with its own security and with protecting its own progress. Security can be obtained in many

Marfat.com

ways. The normal idea is that security is protected by armies. That is only partly true; it is equally true that security is protected by policies." (1)

اور پھر غیر جانبدار تحریک کے ہر پلیٹ فارم سے امن عالمی کی دہائی اور ایٹمی اسلحہ کی روس' امریکہ دوڑ پر روک کی انگشت نمائی صرف بلغراد' قاہرہ اور لوساکا کی 1960/1970 کی سربراہ کانفرنس کے اعلان نامے تھے۔ مگر مناسب ہوگا کہ بھارتی خارجہ حکمتِ عملی کے باب اور بام پر ایک پالیسی ساز بلکہ نظریہ ساز ٹی این کول کے رشحاتِ فکر اس ضمن میں ملاحظہ کرتے جائیں۔ گویا یہ ایک طرح کا تجزیہ اور تبصرہ ہی نہیں ایک نوعیت کا تحقیقی جائزہ بھی ہوسکتا ہے کہ خود بھارتی خارجہ حکمتِ عملی کے نظریہ ساز خود اس بارے میں کیا کہتے ہیں کیا لکھتے ہیں کہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں فی نفسہٖ غیر جانبداریت سے کیا مراد ہے؟ اس کے بھارتی معانی اور مفہوم کا رنگ ڈھنگ کیا ہے؟ یہی تو جاننے کی ضرورت (اکشا) ہے۔

ٹی این کول نے بھارتی خارجہ حکمت عملی میں غیر جانبداریت کی اٹھان پر اپنے طور پر یہ باور کرانے کی سعی کی ہے کہ بھارت کے اس نظریۂ ضرورت یعنی غیر جانبداریت کو اپنانے' بنانے اور سنوارنے کا مقصد کیا ہے! وہ لکھتے ہیں'

"Non-Allignment, as Jawaharlal Nehru, the architect of that concept, never tired of repeating, was in itself not a policy. It meant in 1947 that India would not align herself with Great Power Military Blocs. This did not mean a neutral or negative approach to international affairs. The policy free India chose to adopt was not involvement in military political grouping or

Marfat.com

blocs, but involvement, as fully as her circumstances permitted, in world affairs in the furtherance of world peace and freedom of colonial, teritories".(2)

یعنی آزاد بھارت اپنے قومی مقاصد کے حصول میں آزاد ہے کہ وہ جس طرح چاہے رُخ اختیار کرے' وہ نہ جانبدار ہے' نہ غیر جانبدار بلکہ وہ صرف اپنا طرفدار ہے اور بس!

ان خیالات کی اتھاہ گہرائی میں بھارتی خارجہ حکمتِ عملی کے مقاصد کی گہرائی کو پیش نظر رکھیں' تو پنڈولم کی طرح بھارتی خارجہ حکمتِ عملی میں غیر جانبداریت کا قومی مفاد و مطلب کا آہنگ جس قدر دھیما رہا ہے' وہیں پُر اسرار بھی تھا۔ مندرجہ بالا سطور اس کا ایک طرح سے واضح اظہار بھی ہے کہ کس طرح بھارت ہر لمحے اور سمے بدلتے موسموں کی طرح اپنے مقاصد و مدعا کے بت تراش کر اسے خوبصورت لفظوں میں سجانے اور اس کے نام کی مالا جپنے کو دوسروں کی مت مارنے کے طور پر استعمال کرتا رہا ہے- بالکل بگلا بھگت کے روپ سروپ کی طرح کہ جیسے وہ '' محوِ دعا'' ہے مگر اس کے پاپی من میں کسی حرکت کیلئے اتنی دیر ساکت کھڑے رہنے کو حکمت عملی کہہ لیں' کہ ذرا سی جنبش اس کے مقاصدِ مذمومہ کا مرحلۂ بزن ہے بلکہ حملہ زن ہے۔ ذرا غیر جانبدار تحریک میں بھارت کے بھرم کی روئیداد بھی دیکھ لیں' تو ایٹمی اسلحہ سے بچاؤ کی دُہائی امریکہ اور روس کیلئے کس قدر تھی مگر بباطن خود اپنے یہاں ایٹمی مراحل و مسائل بڑی خاموشی سے طے ہوئے ہیں کہ 1974 میں بھارت کا پہلا اور 1999 میں دوسرا بڑا ایٹمی دھماکہ اس خاموش عرصے کا معنوی اظہار ہے۔ ٹی این کول ہی کی کاوش سے بات آگے بڑھائیں تو وہ غیر جانبدار تحریک کی کمائی کو بھارت کی عالمی امن کی دُہائی کا روشن چہرہ قرار دے رہے ہیں' وہ لکھتے ہیں!

"An event of major importance in the evolution of the concept of non-alignment was the conference of non-aligned nations in Balgrade in September, 1961. The chief outcome of the conference from India's

Marfat.com

point of view, was the declaration of the danger of war and an appeal for peace and the joint appeal made to the USA and USSR against resumption of nuclear weapon test. .... The close rapport and friendship between President Tito, late President Nassir and late Prime Minister Nehru was the most significant factor in the evolution of the non-alignment during this period".(3)

روس اور امریکہ سے نظر بہ ظاہر ایٹمی ہتھیاروں کی تشکیل و تکمیل سے پرہیز کی دُہائی ہے مگر پنڈت جواہر لعل نہرو کے بھارت میں بھابھا ایٹمی ری ایکٹر سے ایٹم بم بنانے کی تیاری جاری تھی' سن ساٹھ کے عشرہ ہی میں قاہرہ میں منعقدہ غیر جانبدار تحریک کی سربراہ کانفرنس 1964 کے حاصل کا تذکرہ بھی وہ اسی ناز سے کرتے ہیں گویا بھارت کے نقطہ نظر سے عالمی امن کو لاحق خطرات اور امریکہ' روس آویزش (Rivalry) کو روکنے اور روک لگانے میں بھارت کے سر پر عالمی خطرات میں امن کی سُریلی بانسری کے'' سُر'' ہیں' جہاں امنِ عالم کو میٹھی نیند کی لوریاں سنائی گئیں' یہاں تک کہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جو کچھ کہا سنا گیا' ظاہر ہے' اقوامِ متحدہ کے سر پر امریکی سایوں کے برابر نہ سہی' برتر نہ سہی' کچھ نہ کچھ تو سہی' روسی سایہ ہی کیا؟ سرپرستی کا دوسرا بلاک' پلیٹ فارم غیر جانبداریت اور اسکی تحریک ہی تو تھا' جہاں بلغراد کے مارشل ٹیٹو' مصر کے جمال عبدالناصر کو ساتھ لیے بھارت کے جواہر لعل نہرو' عالمی سطح پر' پُر امن بقائے باہمی (Peace Co-Existence) کا پرچم اٹھائے' اقوامِ متحدہ کو مخاطب کرتے بلکہ سفارشات کرتے نظر آتے ہیں۔ ٹی این کول بھارتی آدرش (عندیے کو) آگے بڑھاتے ہوئے بتاتے ہیں کہ

"It was basically the same approach which India brought to the second conference of

Marfat.com

Non-Aligned Nations held in Cairo in October 1964. A significant outcome of the Cairo conferenc was the enunciation of the principle of peaceful co-existence which the conference recommended to the U.N. General Assembly for adoption on the occasion of the 20th anniversary of the U.N."(4)

بظاہر پُرامن بقائے باہمی کی خوبصورت دلیل اور وکالت کے باوجود بباطن بھارت حصول طاقت کے لئے اپنے ہاں' امریکہ اور روس سے بیک وقت اسلحہ کی خریداری اور اپنے ہاں ایٹم بم کی تیاری میں مگن اور مصروف ہوکر' دُنیا کو ایٹمی اسلحہ سے پاک کرنے کی بات کرتا ہے۔

بھارت کی طرف سے غیر جانبداریت کیلئے عالمی اپیل اور غیر وابستہ ممالک کیلئے روسی روایت یا فلسفہ کی ترسیل کا سامنا 1970 میں لوساکا کانفرنس کا مدعا بنایا گیا' خود اس میں معاشی مقاصد کا بھارت کہاں کھڑا ہے اور کیا چاہتا ہے' سردست ٹی این کول سے اس کانفرنس کا حاصل بھی معلوم کرلیں کہ بات کہیں ادھوری ہی نہ رہ جائے' وہ بتاتے ہیں' معاشی فلسفے اور مجبور قوموں کی اس ضمن میں رہنمائی کا رنگ روسی ہے کہ بھارتی غیر جانبدارانہ ہے کہ سرمایہ دارانہ کہ سوشلسٹ یا کمیونسٹ نظریات بلکہ بلاک کا حامل؟ یہ انہی سے سننے کی چیز ہے' لکھتے ہیں:

"The third conference of Non-Aligned Nations at Lusaka in 1970 was attended by 54 participants and nine observers. Its attention was focussed primarily on tensions inherent in the division of the world between "Have" and " Have Nots"

Marfat.com

and the Conference gave special emphasis to economic and security requirements". (5)

بھارتی معاشی امداد اور تعاون

ان تینوں کانفرنسوں کا لبِ لباب بھارتی نقطہ نظر سے تو بیان ہو چکا البتہ خود بھارت کا ان کانفرنسوں سے خود اپنا مدعا اور مقصد کیا تھا' جو حاصل ہوا یا آگے بڑھا' وہ معاشی نظریات' سرمایہ دارانہ امریکی اور کمیونسٹ نظریہ کے تحت امیر' غریب (Haves and Have Nots) کے بیچوں بیچ ایک تیسری معاشی صورت بنانے کا بھارتی نظریہ بھی ہے۔ بھارت کے دور اندیشی کے جتن اور جدوجہد کس قدر صبر آزما ہے وہ ٹی این کول بتاتے ہیں کہ ہر سہ کانفرنسوں کے انعقاد سے بھارت ایک تیسرے بلاک غیر جانبدارانہ کے بارے میں کوشاں تھا تو کیونکر؟ وہ لکھتے ہیں:

"India's efforts at these conferences were direct towards preventing the non-aligned group from becoming an inward looking club and encouraging more nations to adopt the concept of non-alignment. The progressive shift in emphasis from the political to the economic aspect of international relations has vindicated the continuing validity of the concept of non-alignment. The importance of the concept has always been its emphasis on the independence of action of the non-aligned countries and their right to a

Marfat.com

meaningful role in the world affairs". (6)

معاشی تنگ دستی اور معاشی پستی کے حامل ممالک کو غیر جانبدار تحریک کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا مقصد محض روسی ایماء پر' قوموں اور ملکوں کے مابین ایک تیسرا بظاہر غیر جانبدار دھڑا (Block) بنانا ہی اسی خاطر تھا کہ امریکہ اور مغربی طاقتوں کو سیاسی' اقتصادی' اور فوجی محاذ پر الجھایا جائے۔ جس کے کارندے مارشل ٹیٹو' جمال ناصر اور پنڈت نہرو تھے۔

بھارت کی معاشی ڈپلومیسی

غیر جانبدار تحریک میں شامل و داخل ممالک کا رجحان خود انحصاری کے باب میں خوشنما نعرے کی صورت میں ہی ممکن اور مطلوب تھا جو بھارت نے غیر جانبدار تحریک کے تحت اپنے قومی مقاصد و مفادات کی خاطر اٹھایا۔ ظاہری بات ہے عالمی سطح پر معاشی جکڑ بندیوں اور معاشی بدحالی میں غریب ملکوں اور پسماندہ اقوام (Third World) میں معاشی خود انحصاری اور وہ بھی اجتماعی صورت میں بھارت غیر جانبداریت تحریک کو اپنے نعرے اور نام سے کس مقام بلکہ انجام (پرنام) تک لانا چاہتا تھا۔ بھارت تیسری دنیا کے پس ماندہ' مجبور و مقہور ممالک کو معاشی خود انحصاری کے جس سہانے سپنے (خواب) کا خُمار عطا کرنے کے درپے تھا' اس کے گہرے پانیوں میں اتریں تو بھارتی ساگر میں جل تھل کس عالمی سطح کے رتبے کی ہلچل ہے' اس موضوع پر عرق ریزی سے جاننے کی تحقیقی کاوش ہی اپنا رنگ دکھا سکتی ہے کہ بھارت کے پاتال تک جانے میں بے حد احتیاط اور حد درجہ محتاط مطالعہ ہی اس کی خارجہ حکمت عملی کے آکاش (آسمان) سے ساگر (سمندر) ہی نہیں ساحلوں کی ہوا کے ساتھ ساتھ چلنا پڑے گا کہ بھارت کا روایتی دور اندیشی کا مزاج اور خارجہ حکمتِ عملی میں اپنے قومی مفاد و مقاصد کا رواج اتنا روایتی نہیں۔ اس کے بدلتے لمحوں میں اپنے لئے بدلنے کے سمے اسقدر پیچیدہ ہیں کہ کوئی ''بوجھو تو جانے'' کا محاورہ بھارتی خارجہ حکمتِ عملی کے باب میں لازم و ملزوم قرار پائے گا۔ البتہ سوشلسٹ بلاک سے ایک سوشلسٹ دانشور کا دقیق اور عمیق مطالعہ ہی بھارت کو اس رُخ سے پرکھنے کیلئے کافی ہے۔ سری کانت دت بھارت کی غیر جانبدار تحریک کی سربراہی کو تیسری دنیا پر بھارت کے سرپرستانہ روّیے کا مبہم مفہوم نہیں ان کے بقول غیر جانبدار تحریک کے سربراہ اجلاسوں میں تیسری دنیا اور غریب ممالک کے اقتصادی خود اعتمادی کا اظہار و اعلان دراصل بھارت کی اقتصادی بالادستی کا رجحان ہی کا نہیں' اقدامات کا طے شدہ ٹارگٹ اور طے شدہ منصوبہ ہے۔ اس موضوع پر ان کی کتاب

Marfat.com

بھارت کواس رُخ سے پرکھنے کے لئے کافی ہے۔ یہ محض ایک مطالعہ ہی نہیں' ایک عمیق تحقیق بھی ہے۔

اس رُخ سے بھارت کی خارجہ حکمت عملی اور خاص طور پر غیر جانبداریت اور غیر جانبدار تحریک کے نام اور پلیٹ فارم پر' تیسری دنیا کی معاشی خود اعتمادی اور دنیا میں دو عالمی طاقتوں روس' امریکہ کے بیچوں بیچ بھارت کا عالمی اور علاقائی مقام (پاور سٹیٹس) متعین کرنے کی شعوری کوشش ہے۔ بھارت کے خارجہ تعلقات پر معاشی نظریہ کے تحت سری کانت دت کا کہنا یہ ہے کہ مغربی اور روسی دانشور بھارتی خارجہ حکمتِ عملی کے بام پر بھارت کی غیر جانبداریت کے تئیں تجزیہ کرتے سمے صرف اور صرف غیر جانبدارانہ نظریہ پر ہی سطح کے اوپر ہی اوپر رہ کر بحث کر پاتے ہیں جبکہ اس کی اتھاہ گہرائیوں میں بھارت کے قومی مفاد و مصالح کا شعور کچھ اور ہے ظاہری شعور سراسر کچھ اور' ان کے اپنے الفاظ میں

"The prevailing thought has that, in order to understand India's foreign relations, one should concentrate on the concept of non-alignment in a bipolar world - the Bandung spirit and the general impact of Nehru's ideas. This approach is shared by the majority of western and Soviet scholars. Yet it is no small irony that the prime architect of many of these foreign policy straegies once said "Ultimately foreign policy is the out come of economic policy".(7)

گویا بھارتی خارجہ پالیسی' حقیقتاً بھارت کی معاشی پالیسی کا عکس اور نقش ہے' جس سے تیسری دنیا کے معاشی طور پر پس ماندہ ممالک کے لئے بھارت کی طرف سے معاشی معاونت کے تعلقات ایک روّیہ ہی نہیں' سیاسی

Marfat.com

ڈپلومیسی کا بدیہی اظہار ہے۔

یہی وہ حقیقی بنیاد اور نہاد (Root) ہے جس کی بنا پر تیسری دنیا کے غریب اور معاشی طور پر مجبور ممالک' خواہ اس کا تعلق جنوب مشرقی ایشیا سے تھا کہ افریقہ سے یہاں تک کہ لاطینی امریکہ تک روایتی بھارتی کاروباری ذہنیت عالمی روز بازار کا محاورہ ہوگئی۔ دور اندیش بھارت' معاشی تانے بانے میں اپنا سودا بھلا سود' در سود کے سوا کیسے اور کیونکر کرتا ہے یہ نہ بھارت کی تاریخ کی ریت ہے نہ روایت (Tradition) بلکہ دلی کے غالب کی زبان میں اسے کہتے ہیں

ع ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

البتہ بھارت کی خارجہ حکمت عملی میں معاشی زاویے کیا ہیں' سری کانت دت بتاتے ہیں کہ سابقہ نو آبادیات سامراجیوں کی طرح بھارت اپنے معاشی پھندے اور سیاسی ہتھکنڈے سے ان ممالک کو محبت سے مصلوب کرنا چاہتا ہے:

"Like many other ex-colonial countries, India has sought to develop its own productive forces. This return has gradually led to India's increasing involvement in the economic, societies and politics of the other developing countries. The ties developed with these countries were based on the internal structure of the state, that is, its particular political economy. These overseas ties have been manifested through India aid programmes, contracts, joint venture invesment, loans, grants, technology transfers, banking, insurance

Marfat.com

and the sale of military equipment".(8)

بھارت خودتو معاشی تنگدستی میں بھوک اور غربت کا ''بحرِ ہند'' ہے' اور چلا ہے افریقہ اور ایشیا بلکہ لاطینی امریکہ کے بھوکے اور غریب ممالک کی امداد کرنے !اس سے یہی امر باور ہوتا ہے کہ بھارت عالمی طاقت بننے کے لئے کس طرح کے حربے آزمارہا ہے' جال بچھارہا ہے۔

حالانکہ بھارت کے داخلی نظمِ معیشت کے بارآور ثمرات آزادی کے مابعد یکا یک تو نہیں پھوٹے دراصل برطانوی استعمار کے برعظیم پاک و ہند سے انخلاء کا خلاء (Vaccum) ہی بھارت کا جدید معاشرہ و ماحول اور خارجہ محاذ ہے جو معاشی اعتبار سے سامراجی اور استعماری رنگ کا رول (Role) بن گیا ہے کہ یہ برطانوی ترکہ اور ورثہ گویا بھارت کا علاقائی مقام ہے' کیونکہ بھارت برطانوی ورثہ (British Legacy) ہی نہیں' حقیقتاً بھارت اس کے قائمقام ملک کے طور پر ایک نیم سامراجی اور استعماری قوت کے طور پر گردانا گیا ہے' سری کانت دت ہی کا کہنا ہے کہ

"The colonial period in India in many ways laid the foundation for India's post-independence system. The public sector - railways and ordnance factories - was created by the British. Deliberately or not, colonialist India was singled out to serve a sub-imperial role".(9)

یہ گھر کے بھیدی ہیں' جو لنکا ڈھا رہے ہیں' کہ بھارت کی معاشی ڈپلومیسی کا مقصد اور محور' اپنی معاشی اور سیاسی برتری کو باور کرانا ہے۔ جبکہ بھارت کی آزادی سے کہیں پہلے عالمی جنگ کے دوران برطانوی ہند کے داخلی محاذ پر فوجی بھرتی کی دلیرانہ روایت میں مسلمان سپاہی' گورکھا لوگ اور سکھ جاٹوں کی مارشل ریس بلکہ لاٹ (Lot) تو میسر تھی' مگر بھارت کو اپنے روایتی کاروبار سے سیاست کے بازار تک رونق میسر آئی۔ یہی بھارتی سیوکاری کا جدید زبان میں نام سرمایہ کاری ہو گیا ہے' جس سے انڈین نیشنل کانگرس کی تنظیم اور تقسیم ہند کے مراحل میں اسلحہ اور سرمایہ کی ترسیل میں براہ راست کردار ادا کیا' انہی بنیادوں پر بھارت کی صنعتی ترقی اور

Marfat.com

اقتصادی ڈھانچہ بنا بنایا(Ready Made) میسر آیا' اس کی وجہ سے ہی' اسے آزادی کے فوراً بعد تعمیرِ نو نہیں بلکہ توسیعِ نو کے مواقع' وقت کی رفتار نے فراہم کر دیئے جس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کا تذکرہ بھارت کی اقتصادی بالادستی کے عزم وارادے کا آئینہ دار ہے۔

حالانکہ بھارت کی دفاعی پیداوار' پہلی جنگِ عظیم کا برطانوی ترکہ اور انبار ہے جس کی برکت سے برلا اور ٹاٹا کے تاجر گھرانے ہی نہیں' احمد آباد (گجرات) کی ٹیکسٹائل ملوں کے مالکوں نے گاندھی جی کے چندے کا کاروبار بھی شامل ہے۔ یہ وہ پس منظر ہے جو سری کانت دت نے کھل کر بتایا ہے کہ

"During the First World War, the British out of necessity dictated that India must manufacture more of its own goods as well as contribute to the war effort. This change, once conceded, was ireversible and, between the world wars, India's industrialists continued to bind up their interprises. ... "For example, India's foremost capitalist, G.D. Birla, began funding the Congress Party from the 1930s, and Gandhi's alliance with the Ahmadabad Textile Industries was an important factor in the national movement".(10)

یہی ٹاٹا اور برلا سمیت کئی بڑے ہندو تاجر تھے جو انڈین نیشنل کانگرس کے مالی معاونین (Financer) تھے۔ غالباً یہی تعلقِ خاطر تھا کہ گاندھی جی دہلی برلا مندر میں براجمان ہو گئے جہاں انجام کار' نتھو رام گاڈسے' نے انہیں گولی مار دی۔

Marfat.com

آزادی کی تحریک میں کانگرس تو پورے کا پورے برِعظیم پاک و ہند' ہتھیانے اور برطانیہ کی جگہ پانے کی کوشاں جماعت اور سیاست کا نام تھا اور خاص طور پر دوسری عالمی جنگ میں ہندوستان چھوڑ دو تحریک(Quit India Movement)1942 کا مقصود و مدعا ہی یہ تھا کہ برطانوی تاج اور سامراج برِعظیم پاک و ہند سے فوراً جائے اور اقتدار ہندو کانگرس کے ہتھے لگ جائے۔ جب یہ نہ بن پڑا تو پھر 1945 میں برطانوی استعمار کو جنگ میں ہار کے پیش نظر شوبھاس چندر بوس (نیتا جی) کے زیرِ اہتمام آزاد ہند فوج(I N A) کا قیام اور اقدام بزورِ شمشیر ہندوستان ہتھیانے کا نام تھا۔ اس مرحلہ اور موقع پر ہی تو قائداعظم محمد علی جناحؒ نے واضح طور پر کہا تھا کہ (Quit! but divide and quit) انگریزوں کو ہندوستان ضرور چھوڑنا ہوگا مگر اسے دو قومی نظریہ (Two Nation Theory) کی بنا پر تقسیم کر کے! مگر بھارت اپنے کروڑوں بھوکے عوام کے باوجود' تیسری دنیا کی بھوک مٹانے نکلا ہے تو مقصد کیا ہے؟ مطلب کیا ہے؟ یہ جتن کس قدر انسانی' عالمی اور علاقائی امن و سلامتی اور غیر جانبداریت کے نام پر' بلکہ پلیٹ فارم پر' ذرا ظاہری اقدامات و اعلانات کی دھول میں اپنے مفاد و مصالح کی بُھول بھلیاں ملاحظہ ہوں کہ بھارت کس دور اندیشی سے مستقبل بینی کے تناظر میں اپنے عزائم اور اقدامات کا تانا بانا بُن رہا ہے۔

"Thus India's development of a form of state capitalism contains inherent contradictions which it seeks to resolve by expanding abroad. This external thrust by India may, in future, find it acting as a proto - and second tier imperialist power in other countries".(11)

بھارت کی توسیع پسندانہ پالیسی میں اقتصادی جکڑ بندی اور معاشی شکنجہ کس کر' پڑوسی اور تیسری دنیا کے غریب اور معاشی تنگدست ممالک کے ساتھ بیوپار اور ادھار کس کھاتے کا ہے روایتی بھارتی تجارت میں اسے کھاتہ بھی کہتے ہیں' مگر بھارت کے عالمی اور علاقائی طاقت بننے کے سارے جتن اپنے مقاصد کے آئینے میں سامنے ہیں۔ سری کانت دت ہی نے پردہ اٹھایا ہے' وہ لکھتے ہیں:

Marfat.com

"The nature of the Indian system is important to an understanding of its relations abroad and the possible emergence of India as a proto-second-tier imperialist power. The development of indian state capitalism is now stimulating it to look abroad for markets and resources, added to which the ruling class in India already share an ideology that sees India as a potentially great power. This combination of structure and perception has led India to build missile system, computers, nuclear technology and blue-water navy".(12)

مقاصد واضح ہیں' بھارت طاقت کے حصول کے تحت یہ ذیلی' ضمنی اقدامات کر رہا ہے کہ بھارت ایک عالمی طاقت بنے۔ اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کا مستقل ممبر بنے اور عالمی امور میں ویٹو پاور کے ساتھ اپنا مقام متعین کرے یہی مقصود و مطلوب ہے۔

یہی امر باور کرنا مقصود ہے کہ بھارت کے معاشی زاویے خارجہ حکمت عملی کے محاذ پر باہمی تعاون (Mutual co-operation) کے جس ایجنڈے کی تلقین کرتے دکھائی دیتے ہیں' غیر جانبداریت اور غیر جانبدار تحریک کے جھنڈے تلے' اس کے بھارتی عزائم و مقاصد ایک وسیع تانا بانا تھا۔ یہ تعلقات بظاہر تعقل کا تقاضا بنا کر دوسری قوموں کے حواس مختل کرنے کا منصوبہ ہی تو ہے' تاکہ دیگر ممالک کو اپنے تجربات دکھا کر ہمنوا بنایا جائے۔ اسے خارجہ تعلقات میں کامیاب ڈپلومیسی کہتے ہیں!

"In rationalizing India's desire for

Marfat.com

co-operation with the other developing countries, one Indian ex-foreign policy maker (T.N. Kaul) has written that such co-operation is an "integral part of India's foreign policy" in which mutual co-operation helps to build a New World Order. The Indian Government sees itself as having a responsibility to share its own development experience and , through practial schemes, to help other developing countries". (13)

گویا بھارت عالمی امور میں معاشی طور پر مجبور ممالک کو آوازیں دے رہا ہے، ''کوئی ہے جو ہم سے اپنا معاشی بندوبست کرنا کرانا چاہتا ہے''۔ یہ تجارتی وفود' معاشی منصوبہ بندی اور ثقافتی یلغار تک کے کھلے راستے ہیں۔

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

اس ضمن میں بھارت کی خارجہ حکمتِ عملی کے واضعین سے لیکر اسے روبہ عمل لانے والے تمام بیورو کریٹس اور ڈپلومیٹس تک کے نہاں خانۂ دماغ میں بھارت کے معاشی میدانوں میں ترقی پذیر ممالک (وکاس شیل دیشوں) کے ساتھ تعاون کے باہمی معاہدات' درآمدات (آیات) سب کے سب بھارت کے ایک علاقائی اور پھر ازاں بعد عالمی طاقت بننے کا حال ہے' چال ہے۔ خود بھارتی ماہرین کا عندیہ وعزائم اسے بے نقاب کرتا ہے بلکہ بتاتا ہے کہ

"Thus economic co-operation was conceived by Indian policy-makers as part of its global political role, which, as the 1950s progressed, aroused syspious among many developing countries, it has

Marfat.com

been incorrectly concluded that India never greatly supported multilateral economic co-operation".(14)

عالمی سطح پر اپنا مقام بنانا اور بتانا ہی بھارتی اقتصادی ڈپلومیسی کا منتہائے مقصود تھا' جسے بروئے کار لا کر ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ کے پس ماندہ ممالک سے تعلقات کا ہالہ گویا بھارتی سنسکرتی میں پھولوں کی مالا ان کے گلے کی پھانس بنائی جائے۔ بلکہ ایک طرح معاشی مجبوری بھی!

ذرا اس تعاون اور معاشی زاویوں سے خارجہ حکمت عملی کے موضوع پر داخلی موضوع اپنایا جائے تو اسے بلاشبہ معاشی ڈپلومیسی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ دنیا کے پس ماندہ ممالک سے معاشی طور پر ایک بڑے (وشال دیش) بھارت کا باہمی اقتصادی تعاون کوئی عنایاتِ خسروانہ تو نہیں اور نہ ہی یہ ایسا سوچنا ہوگا۔ خود جواہر لعل نہرو افروایشیائی قیادت کا سہرا باندھے' عالمی امن کی بارات کا دولہا کیونکر بننا چاہتے تھے؟ ظاہر ہے ایسے منصب کے لئے موقع کے لئے' کچھ نہ کچھ تو بانٹنا پڑتا ہے خواہ وہ نکاح کے چھوہارے ہی کیوں نہ ہوں۔ ویسے بھی روس اور امریکہ کے ہوتے ہوئے ترقی پذیر اور پس ماندہ اقوام کو مالی' اقتصادی تعاون سے نوازنا محض زبانی کلامی (Lip Service) تو ممکن نہیں تھی۔ اس عالمی اور علاقائی مقام (Status) کے لیے۔ کچھ نہ کچھ دے کر تب کچھ لینے کا بھارتی معاشی ڈپلومیسی کا متعین ہدف (Target) اور طریقہ کار ہے۔ یہ ذرا پنڈت جواہر لعل نہرو ہی سے سنیں' تو وہ بتاتے ہیں کہ

"Addressing the third meeting of ECHFE held in India in June 1948, Prime Minister Nehru expressed India's desire for economic co-operation with other developing countries, ... "The spirit of economic co-operation to which India became committed in the immediate post-independence period was based on

Marfat.com

the belief that; "Fate has marked us out for a leading role in Asia and international affairs". (15)

یہ صرف 1948 کا ویژن (Vision) ہے' جو پنڈت جواہر لعل نہرو کے خارجہ امور میں دماغ کا مرکزی خیال ہے ۔اس پر بھارتی اقتصادی ڈپلومیسی کا جال بنا گیا ہے کہ بھارت کا ایشیا میں قائدانہ کردار اور عالمی سطح کا مقام متعین ہو!

یہ معاشی پالیسی اور اقتصادی ڈپلومیسی کے بھارتی زاویے اور زائچے تقسیمِ ہند کا فوری نتیجہ نہیں تھا بلکہ بھارتی تاجروں' سیاستدانوں اور فوجی قیادت کے پہلے سے بنے بنائے اور بُنے بُنائے تار و پود بکھرے تھے۔ یہ تاش کے پتے ہندو کانگرس کے ان دُور اندیش زاویوں کا فکری عکس ہے کہ برطانوی سامراج کی برعظیم سے رخصتی کے امکانات کو اپنے مقاصد کے تعین میں بدلنے کا اہتمام کس قدر ہے جبکہ معروضی حالات میں وہ کہیں یہ مقام حاصل کرتے کہیں دکھائی نہیں پڑتے تھے۔ اس استعماری اور نیم استعماری رول کیلئے کانگرسی قیادت اپنے قیام سے لیکر حصول آزادی کے دن (15 اگست 1947) تک تقریباً ایک صدی کا بھارتی منصوبہ کہا جا سکتا ہے۔ یہی وہ پس منظر ہے جس کی کوکھ سے بھارتی خارجہ حکمت عملی میں معاشی ڈپلومیسی ممکن بنائی گئی ہے۔ انہی بنیادوں کو ذرا مربوط انداز سے نہرو کے خطاب کا باطن جھانکا جا سکتا ہے۔ سری کانت دت ہی بیان کیے دیتے ہیں:

"The colonial period in India in many ways laid the foundation for India's post independence system. The public sector - railways and ordnance factories - was created by the British. ... Movement of Indian labor to other colonies and the dispute of soldiers was a common feature, and, by the late 19th century, Indian traders

Marfat.com

were playing a key intermediary role in opening new areas for the British as they penetrated the hinterland of colonies in East Africa and South-East Asia. With independence, this role as mere colonial agent was supplemented by Indian national aims; sub-imperialism giving way to second-tier-imperialism".(16)

تقسیمِ بنگال 1905 ہندو کانگرس کیلئے بظاہر جس مخالفت اور شور شرابے کا پہلا سیاسی مظاہرہ تھا اس میں مشرقی بنگال کے مسلمانوں کے بظاہر معاشی' سیاسی حقوق کا تھوڑا سا فائدہ بھی مغربی بنگال اور کلکتہ کے ہندو تاجروں کیلئے سوہانِ روح تھا۔ یہی سبب ہے کہ کانگرس کی سیاست کا مسلم دشمن شہکار تقسیم ہند سے کہیں پہلے 1905 میں تقسیم بنگال سے انکار' کانگرس کی تب بنگالی قیادت کے بڑے پڑھے لکھے' دھیمے اور متوازن مزاج ہندوؤں کے داخلی بغض وعناد اور کاروبار کے ہیجان کا نام ہی وہ ہنگامے، بیانات، اقدامات اور ہڑتالیں تھیں جس کے نتیجے کے طور پر انگریزوں کو بالآخر 1911 میں یہ اپنا انتظامی نوعیت کا فیصلہ واپس لینا پڑا۔ تقسیم بنگال 1905 کو منسوخ کر کے ہندو کانگرس کے آگے ہار ماننا پڑی۔ مگر دور اندیش بھارتی تاجر کے اپنے زاویے کیا رہے اور ہندو کانگرس کی سیاست کے زاچے اور حکمت کیا تھی؟ اس کا تذکرہ ذرا معاشی زاویے سے یہ ہوگا کہ:

"Although the end of the 19th century saw the rise of the first native capitalists in India (noteably the Tata) political events in 1905 and during the first world war really sowed the seeds of India's rise to industrial capitalism. A consequence of the Swadeshi Movement (resulting from the

Marfat.com

1905 partition of Bengal) was attempts (open obortive) by Indian businessmen to set up light industries and to capitalize on nationalist feeling by buycotting foreign goods".(17)

اس سودیشی تحریک (گھریلو اور مقامی بنی ہوئی اشیاء کا استعمال کرنے کی تحریک) کا عوامی رجحان بنانا اور مانچسٹر' برطانیہ کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا مطلب یہی تھا کہ ہندوستان کی مقامی صنعت کو فروغ دیا جائے اور مقامی منڈی سے عالمی منڈی تک کا تجارتی اور اقتصادی دائرہ اپنے ہندو تاجروں' سرمایہ کاروں' بلکہ ہندو ساہوکاروں کا بدیسی (بیرونی) نہیں' دیسی اور مقامی صنعتوں کا عالمی منڈی میں ماحول بنایا جانا' یہی سودیشی تحریک اب بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے سیاسی منشور میں ''سودیشی'' کا مقصد بھی شامل ہے۔اس ضمن میں باقاعدہ منصوبہ بندی کی اٹھان 1944 کا بمبئی پلان تھا۔جس کی بنیاد اور نیو اٹھانے میں ہندو سرمایہ کار اور تب کے سیاسی کانگرسی ہندو زعماء یہاں تک کہ خود پنڈت جواہر لعل نہرو بھی شریک ہوئے تھے۔یہی وہ منصوبہ بلکہ منصوبہ بندی تھی جس نے آزاد بھارت کی صنعتی پالیسی 1948 کی تشکیل کو بنیاد فراہم کی۔یہ مربوط سیاسی' معاشی منصوبہ بندی اس دُور اندیشی کا عیار و عیاں ہے جس کے تحت آگے چل کر یہ بھارت سرکار کی مربوط معاشی پالیسی قرار پائی کہ:

"The most important document from the pre-independence period establishing the state capitalist path for India was the Bombay Plan of 1944, issued from a conference led by two largest Indian capitalists, J.R.D. Tata and G.D. Birla and including political leaders such as Nehru. It openly called for increased state

Marfat.com

intervention in the Indian economy and was the precursor of the 1948 Industrial Policy Resolution".(18)

معاشی ڈپلومیسی کے مقاصد

اب بھارت کی داخلی صنعتی بنیاد کا پھیلاؤ معاشی ڈپلومیسی کے ذریعے کیا اور کیونکر اپنا کام کرتا بلکہ کام دیکھائی دیتا ہے اسکا ایک نظر ناقدانہ جائزہ لیں تو اس محاذ پر بھی بھارتی خارجہ حکمت عملی کا ایک طے شدہ منصوبہ اور طے شدہ دماغ ہے، جس کے تحت عالمی معیشت کے بیچوں بیچ بھارت کے اقتصادی عزائم کا آئینہ اپنی حکمت کی جھلک دکھاتا نظر آتا ہے۔ اس اقتصادی اور معاشی ڈپلومیسی کو ملکی مصنوعات سے منسلک کر کے خارجہ حکمت عملی کے محض تجارتی پالیسی یا برآمد درآمد (آیات اور نزیات) کے ظاہری تانے بانے تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ بھارت کے قومی مقاصد کا رنگ و روغن بظاہر کچھ اور ہونے کے علاوہ معاشی ڈپلومیسی کا اور چھور دیکھنے کے لائق ہے۔ اپنی مصنوعات بیچنے کا بھارتی اندازِ تجارت ہے کہ طریقہ واردات۔۔۔ اس کا تال میل واقعتاً بھارتی خارجہ حکمت عملی کے شہ دماغوں کا شہکار کہلا سکتا ہے کہ:

"Economic diplomacy in India has not reached this stage of sophistication. Foreign Policy - particularly foreign economic policy and relations - is diffused, with only sporadic attempts at integration. ... India has a large domestic economy, but without foreign economic ties in addition to those of foreign aid it cannot exist more pertinently, these external economic ties help us to understand India's relations with developing countries and

Marfat.com

provide an insight into the foreign policy role played by interest not generally articulated through government channels in the conventional diplomatic sense".(19)

اس معاشی ڈپلومیسی کا ارتقاء وآغاز بڑے مربوط اور موثر انداز میں تو ظاہر ہے بھارت کی آزادی کے بعد ایک آزاد ملک کی خارجہ حکمتِ عملی باقاعدہ منصوبہ بندی کا حامل ہے مگر اس سارے نیٹ ورک (Net Work) کے بھارتی عزائم کا تلاطم جس جوار بھاٹے کا تقاضا کرتا ہے وہ سراسر اس کا عالمی امور میں قائدانہ کردار ہے جس میں بھارت کی معاشی ڈپلومیسی بھی اس کردار کو متعین کر کے یہ مقام حاصل کرنے کا توسیعی منصوبہ ہے جو غریب اور نو آزاد افروایشیائی ممالک کی معاشی ترقی میں بھارت کے تعاون کا بھاؤ تاؤ تھا مگر یہ کس بھاؤ پڑتا ہے' اسے بھارت کے محض معاشی ہی نہیں سیاسی اور عالمی نیز علاقائی طاقت کے مقام اور منصب کے اعلانیہ جتن ہیں۔

"Fostering economic co-operation among developing countries has been basic to Indian policy since independence. In earlier years this arose from India's desire to play an influential world role as leader of a group of developing and non-aligned states. As part of this role, Indian policy-makers envisaged forging strong economic links with other developing states. The first Chairman of the Colombo Plan wrote in 1948 that 'India has a special responsibility to regional co-operation in Asia". (20)

Marfat.com

یہ بات تو واضح ہوگئی کہ بھارت کی معاشی ڈپلومیسی کا مقصد دراصل عالمی اور علاقائی طاقت کے طور طریقوں کا سفارتی اور تجارتی انداز ہے۔ تاہم دیکھنا یہ ہے کہ اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

اقتصادی ڈپلومیسی کا طریقہ کار

سیاسی مقاصد کی جدید بین الاقوامی صورت حال نے جس طرح کا نظم مملکت ترتیب دے رکھا ہے وہ سراسر یورپی تصور کی قومیت' جمہوریت اور بین الاقوامیت (International polity) کی جدید ریاست ہے جس کے اپنے قومی مفادات مقدم قرار پائے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ دیگر بنی نوع انسان اور عالمی برادری میں اخوت و برابری کے انکار کا یہ بدیہی نتیجہ ہے کہ اکیسویں صدی میں غلبہ و استعمار کی گرفت کہیں مضبوط' کہیں ڈھیلی تو ہے لیکن دو عالمی جنگوں نے قوت کا توازن تہہ و بالا ضرور کیا ہے ۔مگر دوسری طرف بیسویں صدی کا نصف آخر ایشیا و افریقہ میں آزادی کی تحریکوں اور نو آزاد ممالک کا فکری رُخ مغربی استعمار کا چربہ لیے نمودار ہوا' نو آزاد ممالک میں جن قوموں نے غلامی میں اپنے دامن کو سنبھالا اور سمیٹا' ان کی صورت گری میں ان کے قومی مقاصد کا رنگ بھی ان کی قومیت کے جغرافیائی حصار سے باہر نہ آسکا۔ یہاں تک کہ برِعظیم پاک و ہند میں برطانوی استعمار کا دمِ واپسیں اپنے ترکہ میں مسلم اکثریت کا پاکستان اور ہندو اکثریت کا بھارت پیچھے چھوڑ کر چلتا بنا۔ بھارت کی ہندو اکثریت کو ایک ہزار سال کی مسلم عہد کی روایت غلامی کے بعد ایک سو نوے برس کا برطانوی غلبہ و ابتلا' انہیں پھر سے سنبھلنے اور اپنی سرشت بدلنے کا عرصہ حیات بڑے کام کر گیا۔ بلاشبہ انڈین نیشنل کانگرس کی جدوجہدِ آزادی کا ثمر ہی جدید ریاست کا بھارت ہے جو صدیوں بعد بھارت دیش کا عصری رویہ ہے۔ اب برعظیم جنوبی ایشیاء میں آزادی سے تا حال بھارت کی سفارت کاری کا جال اور سفارتی مقاصد کی چال' اس کے قومی مقاصد کے حصول میں جس طرح کا طریقِ کار اپنائے ہوئے ہے' اس کی ماہیت پر غور کریں' تو وہ معاشی اور اقتصادی روابط یا پھیلاؤ نہیں' اقتصادی تعلقات کا ایک موثر طریقہ کار ہے' جو بھارت کے حق میں تدبر کا توازن ہے۔ اس رُخ سے دیکھیں تو:

"India's expanding economic relations with other developing countries cannot simply be subsumed within diplomacies, trade or political relations.

Marfat.com

Increasingly, it is the diplomatic and political relations which have to accommodate themselves to the economic forces. Features such as Indian joint venture investments, bank abroad, technical monetary and military aid - all previously a small part of India's external relations - have become increasingly important and cannot be ignored. Indeed these ties illustrate the true nature of India's external relations with the other developing status, particularly where India enjoys a position of comparative advantage". (21)

ان اقتصادی مفادات کی شروعات کا بھارتی طریقہ کار ایک واضح اور سادہ سا جملے کا عیار وعیاں ہے جس میں بھارت کے قومی مفادات کا سودا کس طرح سستے بھاؤ بک رہا ہے وہ نو آزاد اور معاشی طور پر پسماندہ ممالک کی منڈی کا حال ہے یعنی غیر جانبداریت اور غیر جانبدار تحریک دونوں میں بھارت کی سرگرمی کو اگر سرد گرمی میں تبدیل کر کے دیکھیں تو پرانی ہندو روایت کا جدید بازار غیر جانبدار تحریک کا پلیٹ فارم ہو گیا۔ اس کا اظہار خود بھارت کے ماہرینِ خارجہ پالیسی کر رہے ہیں کہ

"Non-alignment should therefore only be seen as a strategy to shape and safeguard situation for gaining comparative

Marfat.com

advantage".(22)

مگر کس کے لئے؟ ظاہر ہے کہ صرف بھارت کے لئے۔اور یہی مقصد تھا غیر جانبدار تحریک میں نہرو کی سرگرمیوں کا۔

اب جا کے کُھلا کہ بھارت کے لئے Comparative Advantage کا مدعا کیا؟ اب کُل مِلا کر بھارت کی غیر جانبداریت کے مفہوم کو جاننے اور اس کے لئے اس قدر شور مچانے کی تہہ میں اصل مقاصد کا جہاں کیا ہے؟ یہ کوئی بھارت سے سیکھے۔

بھارت کے غیر جانبدار تحریک کے نام پر ایشیا اور افریقہ کے معاشی طور پر مجبور اور سیاسی طور پر مقہور ممالک کو اقتصادی امداد اور سیاسی داد دینے کے جس کاروبار کو کارنامہ بنایا اور بتایا جاتا ہے یہ سب کچھ اس کی کارگزاری تھی تا کہ دو عالمی دھڑوں' امریکہ اور روس کی باہمی آویزش کی سرد جنگ میں بھارت تیسری عالمی قوت نہیں تو اولاً علاقائی طور پر بڑی طاقت کا استعماری کردار ادا کر سکے جس میں معاشی جکڑ بندی اور سیاسی شکست و ریخت اس کی من پسند کاروائیاں ہوں جس سے خطے کے چھوٹے ممالک خصوصاً بھارت کی نظرِ عنایت کا شکار بن جائیں تو کیا ہے کہ کیا مغربی مالیاتی ادارے ترقی پذیر ممالک کو امداد دیکر ان پر مالیاتی دباؤ رکھتے ہیں کہ نہیں' بھارت ایسا کیونکر نہیں کر سکتا' یہی وجہ ہے کہ:

"Theories of sub-imperialism identify the control of finance capital as the means where by the imperial and sub-imperial centre maintains its domination over power subordinate to them. There is no doubt that through control over international financial and economic institutions, the West continues to maintain a hold over the fast developing capitalist

Marfat.com

economies of the third world".(23)

اسے بھارت کی سیاسی قیادت کی بصیرت کہہ لیں بہرحال یہ بات تو صاف ہے کہ بھارت کو کتنی دُور کی سوجھی کہ وہ اپنی آزادی کے ساتھ ہی' اپنے نیم استعماری (Sub-imperial) رول کے لئے ایک تیار استعمار (Ever Ready) کی صورت غیر جانبدار بازار کو بھی جالیا اور اس پر چھا گیا۔ بھارتی ماہرین خود بول رہے ہیں معاشی جکڑی بندی کر کے نیم استعمار کیا کرتا ہے؟

"India is good case in point in that while it is tremendously dependent on the outside world for finance and technology, it has also been able to build itself into a state with its own finance capital and technology. Therefore, the Indian state has some autonomy *vis-a-vis* the super powers; Indian missiles are being built to enforce an Indian, not a Soviet or American, strategic Policy". (24)

عزم وعندیے کا لابدی نتیجہ یہ ہی نکلنا تھا جو نکلا کہ بھارت نے عسکری میدان میں خود کفالت کو منزل بنا کر' طاقت کا حصول مقصد بنالیا اور اپنی دفاعی پیداوار کو تیسری دنیا کی منڈی میں ایک مربوط اور مسلسل کاروبار بنا پایا۔ بھارت کی اقتصادی ڈپلومیسی میں سیاسی مقاصد کا سماں جس قدر عاجزی سے گم ہے اس کی ایک جھلک ملاحظہ کر کے اندازا لگایا جاسکتا ہے کہ:

"The Defence Industries are one manifestation of India's state capitalism, with implication not only for analysing the Indian state itself, but also its long term

Marfat.com

relationship with other developing countries which sometimes take the form of military aid and assistance in turn generating arms export, on a commercial basis. By the 1970, India had an important, growing arms industry, largely ignored by analysts of India's economy and foreign policy". (25)

معاشی ڈپلومیسی سے عسکری پیداوار محض بھارت کا کاروبار ہی نہیں، عالمی طاقت کے طور پر تعاون و تعارف ہے۔

حاصل کلام

بھارت نے ایک منظم اور مربوط طریقے سے عالمی بساطِ سیاست میں اپنا مقام بنانے اور اپنا مقام منوانے کے لئے پہلے دن ہی سے مسلسل منصوبہ بندی کر رکھی ہے۔ اس کے خارجہ تعلقات کا تمام تر تانا بانا اس طرح بُنا گیا ہے دیگر ممالک سے اپنے تعلقات میں اپنے اس قومی مفاد کو بھی عالمی طاقت کا مقام حاصل کرنے ہی کو ترجیح اول قرار دے رکھا ہے۔ افرو ایشیائی ممالک سے اقتصادی تعاون فی الواقعہ بھارت کی اقتصادی ڈپلومیسی ہے۔ جس کا حاصل وصول معاشی مفادات ہی نہیں، سیاسی مفادات بھی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ 2005 تک بھی سرکاری سطح پر بھارت کی معاشی ڈپلومیسی کا جائزہ لیں تو بھارت کی وزارتِ خارجہ یہ بتاتی ہے کہ:

Economic Diplomacy

"Economic diplomacy has been a key component of India's foreign policy. Apart from leveraging internaitonal economic institutional mechanizms to best advantage

Marfat.com

of the country, one aspect of economic diplomacy has also been the promotion of South-South cooperation. The Indian Economic and technical cooperation (ITEC) established in 1964, provides a means of reaching out to other developing countries in the sharing of our developmental experience with them. To day this programme extends to 155 countries in Asia,

East Europe, African and Latin America. Training has been very popular among these countries, which are sending nearly 3000 candidates in Indian Institutions each year. India also has sent experts in foriegn countries and supplies equipment and machinary to the countries of South to meet their developmental needs".(26)

اس صورتِ حال کو سامنے رکھیں تو بھارتی عالمی عزائم کے در و بست کھل کر سامنے آ جاتے ہیں کہ بھارت اپنی جدید ریاست کو عالمی سطح کی ایک موثر طاقت کے طور پر منوانے کے لئے کس قدر منصوبہ بندی سے مربوط اور مسلسل انداز میں بروئے کار لایا ہے۔ جس میں اس کی معاشی ڈپلومیسی کا عمل دخل پس ماندہ اور معاشی لحاظ سے کم ترقی یافتہ ممالک (وکاش شیل دیشیوں) کے ساتھ معاشی اور فنی معاونت کے معاملات کیا اور کس نوعیت کے ہیں؟ یہ عالمی امور میں اپنے قومی مفاد اور مقام کے لئے سارے جتن ہیں جس میں بھارت جٹا ہوا

Marfat.com

ہے' جڑا ہوا ہے۔اس عزم اور ارادے کا اظہار یہ ہے کہ:

"With the global trend of countries throwing open their economics, India has begun to place special stress in economic diplomacy at all levels-bilateral, regional and multicultural. The existing opportunities are being expanded while new ones are being created for trades, investment and technological cooperation with both the developed and the developing world.(27)

خارجہ محاذ پر بھارت کی معاشی ڈپلومیسی کے یہ رنگ اور ڈھنگ اپنی جگہ' مگر بھارت کا داخلی ماحول و معاشرہ کیا تصویر پیش کر رہا ہے اسے بھی ایک ساتھ رکھ لیں تو بھارتی خارجہ پالیسی کا عالمی حلیہ بھلے ہی ترقی پذیر ملک یا ایک ابھرتی ہوئی عالمی قوت کا سا بنا پائے' مگر اندرونِ بھارت اس کا خود اپنا معاشی' مالی اور اقتصادی چہرہ حد درجہ بھیانک تصویر پیش کرتا ہے ۔ بھارت کے ایک نمایاں مسلم رہنما' ڈاکٹر عبدالحق انصاری سابق امیرِ جماعت اسلامی ہند کا باضابطہ تحریری بیان یہ بتاتا ہے کہ:

'' اس وقت ملک (بھارت) کی صورت حال یہ ہے کہ ملک کی 30 کروڑ آبادی جو خطِ افلاس سے نیچے رہتی ہے اُسے دو وقت کی روٹی میسر نہیں ہے۔لاکھوں کی تعداد میں فٹ پاتھ پر رہنے والے بچے' بچیوں' کے پاس سر چھپانے کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔جہیز کی لعنت سے متاثر ہونے والی شادی شدہ عورتوں کی تکالیف روز افزوں ہیں' ماں کے پیٹ میں پلنے والی بچیوں کی زندگیاں خطرے میں ہیں ۔کسانوں کے خودکشی کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے''۔(28)

یہ تو صرف ایک نظر ہے بھارت کے معاشی اور معاشرتی ماحول پر' جبکہ بیروزگاری' بھوک اور غربت

Marfat.com

کے خاتمے کی خاطر چلائی جارہی سکیموں کو بھی ساتھ رکھ لیں تو گرامین بھارت (دیہی زندگی) میں ڈاکٹر من موہن سنگھ جیسے معاشی ماہر وزیراعظم نے صرف بھارت بھر کے دوسو اضلاع میں 100 دِن کے لئے روزگار کی گارنٹی کا قانون تو بنایا ہے جس کے تحت غریب خاندان کو اس کے نواح کے پانچ میل کے دائرے میں لازمی روزگار نہیں تو بے روزگاری بھتہ (الاؤنس) دیا جائے گا۔

کیا یہ معاشی مداوا ہے ان کروڑوں بے گھر' بے روزگار لوگوں کا' جو دو وقت کی روٹی کو ترستے ہیں؟ اس غریبی کو نظر انداز کرنے کی سماجی روش وہ ذات پات کا غیر انسانی نظام ہے جس میں روایتی ہندو سماج جکڑا ہوا ہے۔ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بنی نوع انسان وہاں بستے ہیں جو چُھو لینے کے لائق نہیں اور یہ بھی بھارت کا اندورنی معاشرہ ہی نہیں' حقیقی چہرہ بھی ہے۔ معروف معلم اخلاق سعدی شیرازیؒ صدیوں پہلے فرما چکے ہیں کہ:

تو کارِ زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

ترجمہ: کہ زمین کے کام تو ڈھنگ سے تجھ سے ہو نہیں پائے اور چلا ہے آسماں کی طرف اُڑان بھرنے کو!

مگر بھارت کے خارجہ محاذ پر علاقائی بالادستی کی منزل اور عالمی کردار کا حصول وہ بنیادی مقاصد ہیں جس کے لئے اتنی تیاری' ہوشیاری بلکہ عیاری سے غیر جانبدار تحریک کا پلیٹ فارم اور معاشی ڈپلومیسی کے سانچے اور شکنجے کسنے کے بعد 2006 میں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مستقل نشست کے لئے کوشاں دیگر چار ممالک (گروپ فور) کے ساتھ تگ و دو جاری ہے۔ 2007 کے ابتداء میں ہی تازہ ترین خبر یہ رہی کہ بھارت' جرمنی' جاپان اور برازیل کے ساتھ مل کر ایک نئی قرارداد لانے کے لئے کوشاں رہا تاکہ وہ سلامتی کونسل کے مستقل ارکان میں راہ پا سکے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس نے نئی دہلی سے بھارتی ذرائع ابلاغ کے حوالے سے خبر دی ہے کہ بھارت گروپ چار کے ممالک جاپان' جرمنی اور برازیل کے ساتھ مل کر ایک نئی قرارداد کی تیاری میں مصروف ہے۔ بھارتی حکومت کا خیال ہے کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اصلاحات کے لئے ایسی قرارداد کی تیاری کی جائے' جسے عالمی سطح پر اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے رکن ممالک کی حمایت حاصل ہو سکے"۔(29)

یہ بھارتی خارجہ حکمتِ عملی میں معاشی ڈپلومیسی کا وہ طے شدہ مقام اور مقصد جس کی منزل سامنے ہے

Marfat.com

کہ کس طرح عالمی ادارہ میں اس کی سلامتی کونسل کے مستقل ارکان میں مستقبل بنایا جائے' یہ نشست ویٹو پاور کے ساتھ ملنی چاہیے اور اگر ویٹو پاور کے بغیر بھی ملے' تو ملے ضرور کہ اس کے بعد عالمی ادارے میں سفارتی سرگرمیاں تو ایک موثر نیٹ ورک ہے جو بھارتی سفارتکاروں کا منظّم' مربوط اور مسلسل قومی ہدف ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اقوام متحدہ 2007 کے جنرل سیکرٹری کے انتخاب کے لئے بھی موجودہ جنرل سیکرٹری بان کی مون کے مقابلے میں بھارتی نژاد امیدوار تک سامنے لایا گیا۔ جو اپنی واضح شکست دیکھ کر دستبردار تو ہو گیا' مگر عالمی ادارے میں آئندہ کے لئے بھارت کے عزائم کا اظہار بھی تو ہو گیا ہے کہ:

ع میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

حوالہ جات

1. .Jawharlal Nehru, *India's Foreign Policy*, New Dehli, The PublicationDivision Ministry of Information and Broadcasting, Govt of India, Slected Speeches, April. 1961. 1983.P.79
2. T.N. Kaul, *India's Foreign Policy*, New Dehli, Deep & Deep Publications, 1992, P.493.
3. Ibid. P. 495.
4. Ibid. P. 496.
5. Ibid.
6. Ibid.
7. Sri Kant Dutt, *India and the Third World*, Altruism or Hegemoney? London, 1984,P.2.
8. Ibid. P. 150.
9. Ibid. P. 39.

Marfat.com

10. Ibid. P. 150.
11. Ibid. P. 32.
12. Ibid. P. 150.
13. Ibid. P. 40.
14. Ibid. P. 39.
15. Ibid.
16. Ibid. P. 23.
17. Ibid. PP. 23-24.
18. Ibid. P. 24.
19. Ibid. PP. 38-39
20. Ibid. P. 39.
21. Ibid.
22. Ibid. P. 3.
23. Ibid. P. 8.
24. Ibid. P. 9.
25. T. N. Kaul, op.cit, P. 496.
26. *India & Dynamic Democracy*, New Delhi, Ministry of External Affairs, 2005. P. 25.
27. Ibid.
28 ڈاکٹر عبدالحق انصاری' سہ روزہ ''دعوت''، نئی دہلی' 22 مارچ 2006
.29 ''روزنامہ نوائے وقت''، لاہور' 9 اپریل 2007

(پاکستان آرمی جرنل، راولپنڈی، موسم سرما ۲۰۰۷ء)

Marfat.com

پاکستان کے خلاف بھارت کے اعلانیہ عزائم

جنوبی ایشیا میں مسلم ملت کی صدیوں پرانی تاریخ اور تہذیب نے اپنے تمدنی ورثہ کے طور پر برعظیم پاک و ہند میں ایک مستحکم مرکزی حکومت کے قیام اور اپنی شاندار ثقافت کی ایسی روایات پیش کی ہیں جس کی وجہ سے علم و فن، تعمیر و ترقی اور زبان داری کا ایک وافر اور وسیع دائرہ بنا۔ جس سے ہندوستان کا سماج اور مزاج متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اور یہی آج کے معاصر بھارت کی ماحولی صورتیں بھی ہیں جسے برطانوی پیوند کاری نے جدید بنا دیا ہے۔

لیکن ہوا یہ کہ برعظیم میں مسلم سلطنت کے زوال کے ساتھ ہی مقامی ہندو اکثریت نے مسلمانوں کو اپنے رویے سے ایک غیر متعلق زحمت یا سیاسی امور میں ایک طرح کی رکاوٹ جان کر اپنے تاریخی تعصبات اور اپنی سماجی روایات کو منظم اور مربوط کر کے مغربی جمہوری اصولوں کی بنیاد پر پورے ہندوستان کو ایک ملک اور قوم باور کر کے انگریزوں سے آزادی مانگنے کی کوشش کی اور یہی انڈین نیشنل کانگریس اور ان کے نامور رہنما اور بھارت کے باپو گاندھی کا نظریہ بلکہ نعرہ تھا' کہ اس نے 1924 میں ہی یہ کھلم کھلا کہا اور لکھا بھی' کہ میں آزادی کی جنگ لڑوں گا'' مسلمانوں کو ساتھ لے کر آزادی حاصل کروں گا، نہ آئے تو ان کے بغیر اور اگر انہوں نے مزاحمت کی تو اس کے باوجود'' ان کا جملہ تھا' " With and without or inspite of you" بالآخر 1946 میں برعظیم کی ملت اسلامیہ نے اپنی جمہوری اکثریت سے اپنا آزاد ملک پاکستان قائم کرنے کے لئے اپنے ووٹ کا اظہار کر دیا جس کے نتیجے میں مسلم اقلیت سے مسلم قوم اور سماجی' معاشی دستوری ضمانتوں کے ساتھ' تحفظات کی بھیک مانگنے کی بجائے اپنا آزاد اور علیحدہ وطن پاکستان بنا لیا۔ یہ دن اور آج کا دن' جنوبی ایشیاء کے خطے میں پاکستان اور بھارت کے تعلقات ایک تلخ تاریخ ہی نہیں بلکہ بھارت کے تاریخی تعصبات کی زد میں بھی ہیں۔ جس کا کھلا اظہار مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں بھارت کی ننگی جارحیت ایک صریح اقدام ہے۔ پاکستان کا جغرافیہ بدلنے کے یہ بھارتی عزائم' قیام پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہو گئے تھے اور سب سے زیادہ اور با آواز بلند بھارت کا یہ سرکاری مؤقف ہے جو اس کی سابق وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کا واضح اعلان تھا ڈیلی ٹیلی گراف' لندن کی 30 نومبر 1971 کی اشاعت میں مشرقی پاکستان پر حملہ

Marfat.com

کرنے سے پہلے کلکتہ میں ان کا ایک جلسۂ عام سے خطاب اس کا نکتہ عروج ہے کہ:

''بھارت نے پاکستان کو کیوں تسلیم نہیں کیا' بھارتی رہنماؤں کو ہمیشہ یہ یقین رہا ہے کہ پاکستان کی تخلیق ایک غلط اقدام تھا، اور پاکستانی قوم کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں''۔

1970 کا عشرہ بھارتی افق پر جہاں معاشی برتری اور دفاعی پیداوار کے لحاظ سے قابلِ ذکر ہے وہاں سیاسی امور اور سفارتی منشور ہند، روس معاہدہ دوستی کو مربوط کر کے وہ مشرقی پاکستان پر چڑھ دوڑا اور یہی اس کی خارجہ حکمت عملی میں اسلحہ کے انبار اور علاقے میں ایک بڑی طاقت کے کردار کا پہلے سے طے شدہ منصوبہ تھا۔ پاکستان کا قیام بھارت کی ہندو سیاست اور کانگریسی قیادت نے سیاسی اور وقتی طور پر تو ضرور تسلیم کیا مگر دل سے اس تقسیمِ برعظیم کو انہوں نے کبھی قبول نہیں کیا۔ یہی سبب ہے کہ مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) کو بھارت کے سرکاری ذرائع ابلاغ ہی نہیں' عام افراد تک ہمیشہ اپنے مغربی بنگال (کلکتہ) کے ترازو میں تول کر ہمیشہ مشرقی بنگال (ڈھاکہ) ہی لکھتے رہے اور پھر 1970 کے سیاسی عشرہ میں بھارت نے اس مشرقی پاکستان کو مغربی پاکستان سے ننگی جارحیت کر کے دولخت کر دیا جسے اب بنگلہ دیش کہتے ہیں۔

جس کا تازہ ترین اعتراف ۱۵/اپریل 2007 کو راہول گاندھی کا یہ اعلان ہے کہ'' پاکستان کو دولخت کر کے بنگلہ دیش بنانا گاندھی خاندان کا براہ راست کارنامہ ہے''۔(دی نیشن' 16 اپریل 2007)

یہی توازن طاقت (Balanc of Power) کا حصول ہی وہ مقصد و عندیہ تھا جو بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے اصل مقاصد کا کُھلا نمونہ تھا۔ جو بنگلہ دیش بنانے اور بنوانے میں بھارت کے عسکری' سفارتی اور سیاسی بلکہ جنگی محاذوں سے اپنے بارود کی بُو دے گیا۔ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے میں جس (Parity) مساوات اور برابری کو سیاسی نعرہ بنایا گیا' عالمی اور علاقائی ماحول میں پاکستان کو دولخت کر کے اسے برابری اور مساوات کے مقام سے دھکیلنے اور دھکا دینے کا اقدام 1971 کی بھارت کی کُھلی جارحیت ہے اور پاکستان کا برابری کا توازن برباد کرنے کے درپے بھارت قیام پاکستان کے پچیس سال بعد یہ ثابت کر گیا کہ اسے برعظیم میں دوقومی نظریہ کی بنیاد پر سیاسی تقسیم اور جغرافیائی تجسیم کسی طور اور کسی طرح بھی منظور نہ تھی نہ ہے۔ اس بنگلہ دیش کو بنانے اور بنوانے کے بعد ذرا بھارتی ذرائع ابلاغ یا سرکاری ''بیانات'' کو نظر انداز کر بھی دیں تو قلمی چابکدستی کے حامل بھارت کے بعض دفاعی ماہرین جس طرح کا بھارت مستقبل میں جنوبی ایشیاء

Marfat.com

کے خطے میں کھڑا کر کے دیکھاتے ہیں اس کی ایک جھلک دیکھنے سے ان کا مقصود نظر صریحاً اور صاف نظر آ جاتا ہے کہ بھارت کی نظر میں پاکستان کی حیثیت کیا ہے؟

"The emergence of Bangladesh in 1971 and its recognition by a majority of the world nations, including four of the five permanent members of the U.N. Security Council, had introduced a new equation in the Indian-sub-continent. The Unrealistic balance or parity sought by Pakistan for over 25 years is no longer tenable. Moreover, the separation of 'East Bengal' from Pakistan and the emergence of a secular, socialist and sovereign Bangladesh has cut at the roots of the two-nations theory and hence removed the entire basis of Pakistan's claim to Kashmir".[1]

پاکستان کے جغرافیائی وجود کو دو ٹکڑے کرنے کے بعد اس کے نظریاتی شہود کو بھی نابود کرنے کا یہ ارادہ اور استدلال ہے کہ اس پاکستان نے 1971 سے پہلے ۲۵ برس تک بھارت کے مقابل آنے اور رہنے کی جرات کی تھی۔ اس ذہن اور ذہنیت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کا وجود بھارتی ذہن کا تاریخی تعصب اور ہیجان ہے۔ گویا بھارت کی ۲۵ سالہ کوشش' سیاست اور سفارتی چالبازی اور ریشہ دوانیوں کے بعد ننگی جارحیت کا عسکری حملہ اور جارحیت بھارت کی جنوبی ایشیاء میں برتری کو بنانے اور اب سنوارنے کی راہ پر چل نکلا۔ بھارت کے ایک نامور پالیسی ساز جس طرح کا فاتحانہ اور پاکستان کو دولخت و تاراج کرنے کے بعد کس

Marfat.com

طرح کا بھاشن دے رہے ہیں اس میں بھارت کی عسکری جارحیت کے بعد معاشی ڈپلومیسی کا حربہ اور ہتھکنڈہ کتنے دھیمے سُروں کی سانجھ ہے۔ یہ بھی ایک نظر دیکھنے کے لائق ہے۔ ٹی۔ این کول کا کہنا یہ ہے کہ:

"Far from displaying a sense of triumph in her victory in the war of 1971 and entertaining the wish to dominate the sub-continent, India has embarked on a policy of co-operation based on mutual respect (?) and equality. India would welcome a stable and democratic Pakistan to join in the common enterprise of economic development of the entire sub-continent". [2]

ع بغل میں چھری منہ میں رام رام

کا منظر اور ماحول اِس سے زیادہ واضح کیا ہوگا کہ پاکستان کو ایک ذیلی اور طفیلی ریاست کے طور پر معاشی معاونت پر پچکار رہے ہیں۔ یہ معاشی مفادات نہیں، سیاسی اور معاشی برتری کی بات ہے اور یہی بھارتی بنیاد سیاست کی گھات بھی ہے کہ بھارت بڑا (وشال) ملک ہے۔

پاکستان کو کھلی جارحیت اور جنگ کے بعد دولخت کر کے جنوبی ایشیاء میں اپنا توازن طاقت (Balance of Power) تفوق اور برتر بنا کر ذرا اوپر کی سطور ایک دفعہ پھر پڑھیں تو باہمی احترام (Mutual Respect) اور برابری (Equality) کے الفاظ اپنے مفہوم سے لے کر منظر میں جس قدر حقائق کی تذلیل کرتے دیکھائی پڑتے ہیں اس ملمع سازی یا چرب زبانی کو سفارتی آداب اور چلن کا المیہ ہی کہنا پڑے گا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ٹوٹا اور شکست خوردہ پاکستان' سقوط مشرقی پاکستان کی مار سہہ کر سنبھلے بھی تو اسے معاشی شکنجے میں کس کر اس کے مزید کس بل نکال دیئے جائیں۔ کہ اس کا وجود اور وہ بھی ایک خودمختار' آزاد وجود' بھارت کے علاقائی عروج و مقام کی راہ کا مزید روڑا نہ رہے۔ دوقومی نظریہ کو جغرافیہ کی فتح بنانے کی منطق اور

Marfat.com

بنگلہ دیش بنانے کے بعد کی بھارتی تشریح' فتح کا نشہ نہیں نشے کی حالت کا ہذیان ہے جسے بھارت کا بیان (داکھیان) ہی کہنا ہوگا۔اوراس دوقومی نظریے ہی کی اصولی اورنظریاتی اساس پر مسئلہ کشمیر پر پاکستان کا مسلم اکثریت کا علاقہ پاکستان سے فطرتاً ملحق ہونا اب کہاں؟ بلکہ بھارت کے مزید سفارتی اشارے ہیں کہ پاکستان بڑے بھائی بھارت کی ہئیت وحجم اور جارحانہ کردار کے باوجود معاشی چمک دمک کو باج گزار حیثیت میں تسلیم کرے' اور یہی سوچ' فکر اور فکری ہیولا ہے جو بھارت کے نقطہ نظر سے شملہ معاہدے کی روح رواں ٹھہری ہے۔حالانکہ شملہ معاہدے کے پس منظر میں جھانکا جائے تو امن بھائی چارے کے نام پر باہمی تعاون کے فروغ کے الفاظ پاکستان کو دولخت کر کے بھارتی جارحیت کو ملفوف بنانے کی سعیٔ نامشکور کی گئی تھی۔یعنی یہ کارنامہ سرانجام دے کر بھارت کے راستے کا سب سے بھاری پتھر ہٹ گیا ہے' ذرا بھارتی عزائم کا توسیع پسندانہ عندیہ وعزم ملاحظہ ہو کہ کس طرح افروایشیائی قیادت اور مغربی ایشیاء کی سیاست کا سہرا سر پر سجانے کے درپے ہے۔یہی عالمی مقام بھارتی خارجہ پالیسی کا مدعا اور منزل ہے۔اس کی راہ میں جو بھی آئے گا۔گویا کٹ جائے گا۔اسی لئے شملہ معاہدے تک کا فلسفہ بھارتی ماہرین سے سننے کی چیز ہے۔

"The simla Summit which took place in July last year has confirmed the thesis propounded in this article - the thesis of India's role as a catalytic Agent to bring about peace, friendship and co-operation not only on the sub-continent but also in South East Asia and West Asia". [3]

بھارتی خارجہ پالیسی ہی نہیں' روایتی ہندو ذہن کی پالیسی ہی دوراندیشی اور تاریخی طریقہ واردات ہے، جیسے معروف بھارتی مفکر چانکیہ کو ایک جھاڑی نے زخمی کر دیا اس نے وہیں جھاڑی کی جڑوں میں شکر ڈال دی چونٹیوں نے کاٹا تو اس نے چونٹیوں کے بل پر اُگی جھاڑی پر شکر ڈال دی۔کسی نے پوچھا کہ یہ کیا؟ تو ان کا قول ہے کہ ''چونٹیاں اس جھاڑی کو بھی کھا جائیں گی۔یا پھر ایک لالہ جی دہلی کے لودھی کے قلعہ کی دیوار پر دال دانا بُن کر رہے تھے کسی نے پوچھا کہ یہاں کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ دیوار مکوڑوں کے باعث کبھی تو گرے

Marfat.com

گی۔

بھارتی عزائم اور آرزو کا یہ ہدف نامہ اپنے علاقائی اور عالمی ماحول اور منظر کا درواکیے ہوئے ہے۔ جنوبی ایشیاء اور جنوب مشرقی ایشیاء بلکہ مغربی ایشیاء تک بھارتی اقتدار اعلیٰ کی بزور شمشیر رسائی کا پورا نقشہ واضح دیکھائی دیتا ہے اور بھارت کے پالیسی ساز اور سفارت کار بھارت کے اس علاقائی اور عالمی رول (Role) کی خاطر ہی تو کہیں امن، کہیں جنگ، کہیں سازش، کہیں تخریب کہیں تقریر کہیں گھن گرج، کبھی روس کبھی امریکہ یہاں تک سب کے ساتھ ساتھ اور ایک ساتھ لیے اپنا متحرک جارحانہ اور جاندار کردار ایشیاء کے تھانیدار کے طور پر باور کرا رہے ہیں اور یہی مفہوم و مقصد بلکہ مطلب ہے جس کی خاطر انگریزی زبان کے لفظ (Catalytic) کا استعمال بلکہ اشتعال ہی عمل انگیز اور متاثر کرنے کی صلاحیت کا حامل جدید بھارت بنایا اور بتایا جا رہا ہے۔ یہ مقام کیسا ہے؟ کیوں ہے؟ اس میں شملہ معاہدے کی بھارتی تشریح یہی تو ہے کہ بھارت خطے کے معاملات، باہمی طے کرے، باہر سے کوئی ملک یا طاقت مخل نہ ہو۔ یہ خطے کا بڑا ہونے کا زعم ہے کہ طریقِ کار یہ بھارتی سفارت کاری کی ضربِ کاری ہے کہ یہاں اور یہیں سے بھارت کا عالمی رول شروع ہوگا۔

"The Simla agreement is a Vindication of India's role and has source significance for similar at settlement of international problems in Asia and elsewhere". [4]

یہ ابتدائیہ ہے اُس اُڑان اور اٹھان کا کہ بھارت کل کی عالمی طاقت بننے کے لئے مسلسل تیاری کر رہا ہے۔ پہلے اپنے علاقے (جنوبی ایشیاء) یعنی گھر سے چودھری بننے کی مشق درکار ہے۔ اس لئے بھارت دیش کو نظر انداز کر کے محض ایشیاء میں چلنا ہی ممکن و محال نہیں بتایا جا رہا ہے بلکہ امن عالم اب بھارت کی مرضی اور منشاء سے منسلک کر کے بتایا گیا ہے کہ دنیا میں عام طور پر اور ایشیا اور مشرق وسطی میں خاص طور پر بھارت کی عمل داری (Catalytic Agent) نہ کوئی راز ہے نہ کوئی وہم یہ عملاً وقوع پذیر ہو چکا ہے۔ اس کی راہ کی واحد رکاوٹ پاکستان کو دو ٹکڑے کر کے خاصی دور کر دی گئی ہے۔ بلکہ بھارت کی خارجہ پالیسی کے ماہرین سب ہی کو کہنا چاہتے ہیں کہ

ع اس سے بڑھ کر اور کیا، ان کی بلاغت کا ثبوت؟

Marfat.com

لیکن تدبیری توازن کا دامن ذرا سنبھلا تو ہے' اسے ساڑھی کی اوٹ کا پلو سمجھیں تو دھیمی آواز میں عاجزی کا لہجہ اب دوسرا رخ لیے سامنے آن کھڑا ہے۔ ذرا اسے بھی ایک نظر مگر بنظر غائر ملاحظہ کریں تو بھارتی روپ کا درشن یہ باور کراتا ہے۔ حضرات! ذرا توجہ فرمائیں کہ:

"It is perhaps here that India's role in the world affairs is going to be crucial even critical. This is by no means to suggest that India wants to play a dominant role in this area. India has at no time staked a claim to leadership in Asia. She has neither the capacity nor the temperament to play the role. What India is interested in is to ensure that this area becomes an area of peace, of peaceful co-existence and co-operation. We would like to see co-operation rather than confrontation. We do not and cannot strive for the elimination of outside powers from this area (South, South East and West Asia). But we do seek to ensure that their presence will be an element for stability rather than for tension, for co-operation farther than for peace rather than for conflict".[5]

کہ بھارت کی موجودگی کے بعد اب کسی بڑے کو باہر سے اس خطے میں آنے یا منہ مارنے کی کوئی

Marfat.com

حاجت نہیں، ہم ہیں نا! یہی اظہار اور اقرار ہے جو سطور بالا میں بھارتی خارجہ پالیسی میں عالمی عزائم کا کھلا منشور بھی ہے۔ جس کے لئے علاقائی امن اور باہمی تعاون اس کے نمایاں نکات ہیں۔

1971 میں پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے کے بعد اور پھر شملہ معاہدہ طے پا جانے کے بعد اب بھارت کے توسیع پسندانہ عزائم مربوط انداز میں سمیٹ کر اور لپیٹ کر کس قدر منتقمانہ کردار کی خوشبو سے نوازا گیا ہے یہ سطور بالا کا مستور نہیں کھلا اشتہار ہے۔ یعنی بھارت خطے میں ہم بڑے اور باقی سب چھوٹے' اگر چھوٹے نہیں بنتے تو چھوٹے کر کے بلکہ پنجابی زبان میں ٹوٹے (ٹکڑے) کر کے چھوٹا کیا جا سکتا ہے اور بھارت کی اس عمل انگیز قوت کا مظاہرہ ہو چکا ہے۔ اس پل پڑنے کی صلاحیت بلکہ جارحیت کے ہوتے ہوئے خطے کے دیگر ہمسایہ اور چھوٹے ممالک بھارت کے ہوتے ہوئے باہر کی کسی طاقت سے تعلقات اور معاملات کے خواہاں ہوں تو خبردار! البتہ آؤ ایشیاء کے چھوٹے چھوٹے ہمسایہ ''بچوں'' تمہیں کھیل کھلائیں، کھلونے دلوائیں' بلکہ کھانے کو بھی دیں گے اور پینے کو بھی' مگر بھارت کو اپنا مشفق جانو' مانو' کہ وہ تو یہ سب کچھ تمہارے بھلے کے لئے سوچتا ہے، کرتا ہے اور باہمی تعاون ہے۔ تمہیں برابر کا سمجھ کر سلوک روا رکھے ہوئے ہے۔ دفاعی امور کے بھارتی ماہر ٹی این کول سے بار بار برابری کی بنیاد پر باہمی تعاون اور تعلقات کا فروغ لفظوں کی بازی گری کا کامل نمونہ کیسے ہے؟ ایک جھلک اور بھی دیکھیں' تو وہ کہتے ہیں کہ:

"India's role is one of co-operation based on equality and mutual benefit, a role of partnership with all other countries in safeguarding independence and security, promoting peace and progress and role of opposition to all forces of economic exploitation racial discrimination or political domination". [6]

بھارت خطے اور دنیا میں معاشی استحصال اور نسلی امتیاز کے علاوہ سیاسی سامراجی کے مخالف کے طور پر کیونکر باور ہوتا ہے، اسے بھارت کے داخلی ماحول اور محاذ سے دیکھیں تو اس کے اپنے ملک میں سماجی امتیاز'

Marfat.com

معاشی استحصال پر سیاسی برتری کا برتاؤ شامل ہے۔ کشمیر سے لے کر جنوب مشرق کی سات ریاستوں تک کے عمل سے نمایاں ہے۔ تاہم اوپر کا بیان بی۔ این کول کے بھارت کے تشکیل کردہ بنگلہ دیش اور شملہ معاہدے کے بعد بھارت کے فاتحانہ مزاج کا ایک علمی اور قلمی نمونہ ہے اس میں تلقین و تشہیر کا بھارت بڑے جامع انداز میں جلوہ گر ہے۔ بھارت تو اس خطے میں امن کا پجاری ہے بس ذرا باہر کی کسی بھی معاشی' سیاسی یا عالمی علاقائی طاقت پر نگاہ نہ رکھنا کہ وہ تو یہاں پر سامراجی رول (Imperial Role) کے لئے آئیں گے جبکہ بھارت تو بھائی ہے بلکہ بڑا بھائی ہے اس بڑے پن کے لئے وہ معاشی برتری اور سیاسی غلبے کی بظاہر نفی کرتے ہوئے بھی عملاً اس پر خود عمل پیرا ہو چلا ہے' ہو چکا ہے۔ مگر لفظوں کی مینا کاری سے کیا فرق پڑتا ہے۔ البتہ اس کے باوجود اس کے سر ایشیائی قیادت کا تاج اور عالمی امن کے لئے علاقے کی چوہدراہٹ کا سہرا سجا ہے۔ یہی تو ہندومت بلکہ ہندو کی مت ہے۔ یہ ملفوف انداز اور سفارت کی آواز میں سمجھ نہیں آ پایا تو لیجئے۔ اس کا کھلا مفہوم یہ ہے کہ ٹی این کول نے بتا دیا ہے کہ 1971 کے بعد بھارت کا خطے میں مقام کیا ہے؟ بلکہ کام کیا ہے؟ مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کے بعد بقول سابق بھارتی وزیراعظم بی جے پی اٹل بہاری واجپائی ''درگا دیوی'' یعنی مسز اندرا گاندھی ہی وہ خود بھارتی پارلیمنٹ میں فتح کے سُر میں بول اٹھی تھیں کہ ''ہم نے دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا ہے'' اور اب بھارت کے عسکری ماہرین بتا رہے ہیں کہ

"The new India that has emerged under Mrs. Indira Gandhi's leadership is capable of playing this role positively, effectively and constructively, in full-co-operation with all our non-aligned friends". [7]

یہ 1970 ہی میں روس، بھارت دفاعی معاہدۂ دوستی کے بعد بھی اب تک غیر جانبداریت کے نام پر دوستوں کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اور یہ تتمہ ہے' غیر جانبدار (Non-Aligned) ممالک کے طرفدار بھارت کے طرز عمل اور طرز سفارت کاری جس پر بھارت کی خارجہ حکمت عملی بنائی، بتائی اور چلائی گئی۔ یہ غیر جانبداریت (Non-Alignment) بھارت کے نقطہ نظر سے ایک داعیانہ کردار ہے کہ قائدانہ دعویدار' جو کچھ اور جیسا کچھ بھی ہے' یہی ہندومت کا اصل روپ اور رویہ ہے جسے جدید سفارتی زبان میں غیر جانبداریت کا نام دے کر اپنا

Marfat.com

کام نکالا گیا ہے۔

لفظوں کی بازی گری اور سفارتی داؤ پیچ اپنی جگہ، عسکری جارحیت اور فوجی بلاکوں میں ایک روس سے دفاعی دوستی کا معاہدہ عین موقع جنگ پر' کہ کہیں مشرقی پاکستان پر ننگی جارحیت کے ارتکاب پر امریکہ یا چین 'پاکستان کی مدد کو نہ آئیں' یہ بندوبست کرنے کے بعد ہی مشرقی پاکستان پر چاروں طرف سے بھارتی مسلح افواج کا ہلہ اور حملہ' ایک کھلی جارحیت کا مظہر تھا' جو کُل عالم نے دیکھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے حوصلہ پا کر بھارت خطے کا بڑا ہی نہیں عالمی سطح پر ایک بڑی طاقت کے طور پر اُبھرنے کے جتن کیے دیتا ہے۔ بلکہ اب تو اپنے اردگرد کے ماحول پر چھا کر ہی 2020 تک ایک ترقی یافتہ (وکست اور وشال دیش) ملک اور علاقائی ہی نہیں عالمی رول ادا کرنے کے لئے پر تول رہا ہے۔ اعلانیہ بول رہا ہے کہ ہم دُنیا کی چھٹی بڑی طاقت ہیں ہمیں سلامتی کونسل میں ویٹو پاور دو! اور ہمیں سلامتی کونسل کا مستقل ممبر (استھائی سدس) بناؤ!

بھارتی خارجہ حکمت عملی ہندویت سے غیر جانبداریت تک

دوسری عالمی جنگ کے بعد عالمی بساط سیاست پر امریکہ اور روس کی دو عالمی طاقتیں ابھر کر سامنے آئیں' تو ہر دو ممالک نے اپنے گرد اگرد سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلسٹ فکر کے نام پر دو الگ بام بنا لیے۔ نتیجتاً اقوام عالم ہی کیا خود اقوام متحدہ تک بنی نوع انسان کو متحد ہونے اور اپنانے کا عندیہ و عزم عطا کرنے کی بجائے' کسی ایک دھڑے سے نہیں تو مجبوراً ایک دوسرے کا ساتھ دینا ہی بین الاقوامی تعلقات (International Relations) کی رفتار قرار پائی تاہم دوسری عالمی جنگ کی کوکھ سے جنم لینے والے عالمی حالات کے بہاؤ اور دباؤ نے مغربی سامراج کو اپنے ماحول و معاشرہ میں ایسا تاراج کیا کہ انہیں اپنے افریقہ اور ایشیا کے مقبوضات سے ہاتھ دھونا پڑے۔ نتیجتاً نو آزاد افریقی اور ایشیائی ممالک کی ایک کہکشاں تھی جس نے آزادی کے نام پر عالمی ادارے میں رونق کے چراغ روشن کیے۔ تاہم اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پانچ مستقل ارکان کے نام پر عالمی طاقت کا توازن سراسر امریکہ کے ہاتھ رہا' جس نے ستر کے عشرے تک فارموسا (تائیوان) کو چین کی پانچویں نشست کا کٹھ پتلی بنائے رکھا۔ تاہم عالمی ماحول کی گرمی اور سرگرمی میں تیسری عالمی جنگ کے شعلے تو نہ بھڑک پائے۔ البتہ ان شعلوں کا جہنم دھکانے کے لئے ایٹمی اسلحہ کے انبار دونوں عالمی قوتوں کے چلن کا معیار بن گیا۔ سرد جنگ (Cold War) کا دورانیہ اسی آویزش اور مخاصمت کی تگ و دو اور ایک دوسرے پر تباہ کن ایٹمی ہتھیاروں کی برتری

Marfat.com

کی مسابقت نے پورے کرہ ارض کونفسیاتی اور مالیاتی طور پر جکڑے رکھا۔ یورپ میں امریکہ کے ساتھی اور اتحادی وسلامتی کونسل کے برطانیہ اور فرانس کے بعد فارموسا (تائیوان) کے نام پر سیکورٹی کونسل میں ویٹو پاور کا پلڑا مستقلاً امریکی ہاتھ میں رہا۔ اور یوں یورپ سے پورب تک عالمی بساط سیاست (World Politics) کا توازن امریکی ایماء اور اشاروں کا دورانیہ ثابت ہوا۔

تاہم دوسری بڑی طاقت روس بھی اس آویزش اور مسابقت میں نہ عسکری طور پر پیچھے رہا اور نہ ہی سفارتی محاذ اور نظریاتی مفاد پر کسی لمحے سمجھوتہ کر پایا۔ اس نے بھی افریقہ اور ایشیاء میں مغربی غلبہ و استیلاء سے نکلے نو آزاد ممالک کو عالمی امن' باہمی تعاون اور اقتصادی ترقی کے نظریاتی نام پر بالواسطہ (Indirect) اقوام متحدہ کے بعد عالمی سطح پر ایک بڑا پلیٹ فارم مہیا کرنے میں سرگرمی دیکھائی جس پر روسی اشاروں پر رقصاں بعض رہنما غیر جانبداریت کے نام پر غیر جانبدار تحریک (NAM) بنا پائے ،جس کے سرخیل جرنیل بلکہ کرنل کو علی الترتیب لیں' تو بھارت کے پنڈت جواہر لعل نہرو' یوگوسلاویہ کے مارشل ٹیٹو اور مصر کے کرنل جمال عبدالناصر کے نام بڑے نمایاں ہیں بلکہ جغرافیائی سطح پر ایشیائی قیادت کا زعم لیے بھارت کے پنڈت جواہر لعل نہرو کے ہمراہ مصر و افریقہ (عرب) سے جمال عبدالناصر اور مشرقی یورپ سے یوگوسلاویہ کے مارشل جوزف ٹیٹو' غیر جانبدار تحریک کے روح رواں قرار پائے۔ اس مثلث نے غیر جانبدار تحریک کی اٹھان سے لے کر اسے پروان چڑھانے میں روسی ایماء اور اشاروں کا ساتھ نبھایا۔ یہاں تک کہ ہر عالمی ایجنڈے اور اجتماع میں روس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ بلکہ روسی طرز فکر اور کمیونسٹ طریقہ کار کی انجمن سازی اور یونین بازی کی طرح ایک ذیلی اور طفیلی تنظیم کے طور پر بین الاقوامی معاملات پر غیر جانبدار تحریک گویا روس کے ''تُرپ کا پتا'' ہونے کا ثبوت مہیا کیا ہے۔

افروایشیائی قیادت کا سہرا سجائے' بھارت کے پنڈت جواہر لعل نہرو اپنے رواج (Tradition) مزاج (Personality) اور اپنے منصب کی معراج (Prime Minister) سمیت تاحین حیات بھارت کے وزیراعظم اور وزیر خارجہ' کم وبیش سترہ برس' عالمی امن' باہمی تعاون اور بقائے باہمی کے نام پر غیر جانبدار تحریک (NAM) میں جس کام پر جتے رہے وہ بھارت کے اپنے قومی مفادات ومصالح (National Interests) کا تانا بانا تھا۔ سرگرم بھارت اور غیر جانبداریت کے سرخیل کے طور پر پنڈت جواہر لعل نہرو جس طرح متحرک رہے اس کی تہہ اور اتھاہ میں بھارت کے علاقائی

Marfat.com

بالادستی کے عزائم اور توسیع پسندانہ اقدامات کا ایک ابھرتا ہوا سامراج (منی سُپر پاور) کا بظاہر عاجزانہ مگر قیادت کا روپ سروپ لیے بظاہر غیر جانبدار مگر امریکہ اور روس سے بیک وقت گرم اور ٹھنڈی پھونکیں مارنے کا کاروبار بھارتی خارجہ حکمت عملی کا روز بازار ہو گیا جب، جہاں، جیسے، تیسے، اپنا مطلب و مفاد عزیز ہوا' پالیا' جہاں سے قومی مفاد کے تقاضے کچھ اور تقاضے کرتے منہ موڑ لیا۔ خوبصورت عنوانات کے جلوؤں میں بھارت کے مقاصد کا سماں بڑی عاجزی سے گم کر کے بباطن عالمی بساط سیاست میں اپنا مقام بنانے بلکہ منوانے کی تمام تر بظاہر دھیمی مگر بھارتی سفارت کاری' اسلحہ کی خریداری اور خود اپنے معاشی عسکری اقدامات کی تیاری ثابت ہوئی۔ اس ضمن میں بھارت کے ڈھکے چھپے کہاں؟ عریاں مقاصد کا جہاں علم و دانش کی دُنیا سے کبھی ڈھکا چھپا نہ رہا۔ اس کام پر بھارت کی خارجہ حکمت عملی پر کام کرنے والے کئی ایک بھارتی مصنفین نے خود اپنے یہاں کم و بیش ایک ہزار کے لگ بھگ کتب اور مقالات پیش کیے ہیں جن کا تعلق بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے مختلف عنوانات اور زاویوں سے ہے۔ جبکہ روس اور مغربی مصنفین کی تعداد اس پر مستزاد ہے۔ جن کے مطالعہ و تجزیہ بلکہ تحقیق سے یہ امر پایۂ ثبوت تک آ پہنچا ہے کہ بھارت نے اپنی خارجہ حکمت عملی کا جو علاقائی اور عالمی خاکہ مرتب کیا اس میں غیر جانبداریت کو اپنے تئیں بطور خاص چُن لیا۔ جس کا بظاہر رنگ و روپ تو نو آزاد ایشیائی اور افریقی ممالک کو یکجا کر کے ان کے معاشی معاملات اور باہمی تعاون و تعلقات کو فروغ دے کر عالمی سطح پر دو دھڑوں (Blocks) امریکہ اور روس سے بظاہر کسی دھڑے یا گروپ کے ساتھ ناوابستگی اور اس کا اظہار برملا کرنا تھا۔ مگر بھارت اس کے قائد اور سرخیل کے طور پر عملاً خود دونوں دھڑوں کا انکار مگر خود ایک دھڑا بن کر نمودار ہونے کا اسرار لیے ہندو برہمن بلکہ بنیئے کا کاروبار بن گیا۔ اس زاویے سے بھارتی غیر جانبداریت کے ناقدین کے ہاں سے صرف ایک جملہ مستعار لے کر بات بڑھائی جائے' تو وہ اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ:

"Non-Alignment ..... it may be regarded as an instrument aimed at maintaining the balance of power".8

گویا توازن طاقت اپنے حق اور ہاتھ میں رکھنے کی بھارتی تدبیر اور حکمت عملی کا نام غیر جانبداریت ہو گیا تھا۔ یہی سبب ہے کہ غیر جانبداریت کے بارے میں بھارتی خارجہ حکمت عملی کے

Marfat.com

ماہرین کے ہاں خیالات ونظریات کا ایک تختۂ چمن کھلا ہے' جہاں رنگ برنگے پھولوں کی اپنے اپنے جلوؤں کی بہار ہے۔ان جلوؤں کی آڑ بلکہ جلوؤں میں بھارت جس آرٹ کا مظاہر خارجہ حکمت عملی کے بام پراور غیر جانبدار تحریک (NAM) کے نام پر کیے دیتا ہے وہ اس کی تاریخ کا شعور وادراک اور معاصر ماحول کی طرفگی میں فکر کا کمال قرار دیا جاتا ہے۔اس کا بدیہی مطلب تو یہ ہوگا کہ بھارت (قدیم) کو ہندویت (Hinduism) کی ریت و رواج سے لے کر بھارت (جدید) کی غیر جانبداریت (Non-Alignment) اصل میں دونوں ایک حکمت (Wisdom) کے دو رُخ ہیں جبکہ حقیقتاً دونوں ایک ہیں۔بس ذرا سن وسال کا فرق اور نام کا اختلاف ہے ورنہ معاملہ اور مسئلہ بالکل واضح اور صاف ہے کہ بھارتی رواج اور مزاج دونوں کا منصوبہ گویا قدیم و جدید کا امتزاج (Synthesis between old and new) بذات خود ایک رویہ اور رُخ ہے۔اسے بھارت کے قدیم تہذیبی چلن، ہندویت (Hinduism) سے جدید ریاستی رویے غیر جانبداریت (Non-Alignment) کو یکجا کر کے دیکھیں' پرکھیں تو یہ رُخ اپنا جلوہ صاف طور پر دیکھا کے رہے گا۔

"... The Indian history since ancient times has so developed as to make non-alignment inherent in its politio-cultural behaviour. Dharma or Code of moral conduct was accepted as the pivot of its policy to deal with the alien states, the code itself was based on 'Peace' planty and power associated with an all-pervading moral purpose of 'the material and cultural and cultural advancement of people'". [9]

Marfat.com

یہی وہ بنیاد اور نہاد ہے جسے قومی تقاضوں سے ہم آھنگ خارجہ حکمت عملی کے طور پر باور کرایا جاتا ہے۔اس اعتبار سے بھارت کے داخلی ماحول و معاشرہ کو اس کی تاریخی روش سے جانچیں، پرکھیں تو ہندویت ایک رویہ ہے جس کی بنیاد بذات خود مطلب و مفاد کا دوسرا نام اور اصلی پہچان ہے۔اگر کھل کر یہ بات باور کرنا مقصود ہو تو پھر خارجہ حکمت کے کسی بھارتی ایڈووکیٹ ہی سے دلائل کا رنگ ملاحظہ کیا جا سکتا ہے' جو بتاتے ہیں کہ خارجہ حکمت عملی فی نفسہٖ کس طرح کے بھارتی آھنگ کا مقصود مطلوب ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ

"At the back of Foreign Policy there must be a resolute national spirit, true national leadership, and an army and a navy and airforce, capable of adding strength to the policy of the Chief of the state".10

تاہم حتمی اور حقیقی بات وہ ذیل کے جملے میں سمیٹ رہے ہیں کہ

"The soundest of sound Home Policy is the foundation of the soundest of sound Foreign Policy".11

اس گھریلو بام پر عروج کے ساتھ پنڈت جواہر لعل نہرو کی شخصیت ہی بھارت کی خارجہ حکمت عملی کے خود اپنے بام پر نمایاں اور نمو پذیر رہی ہے۔اس شخصیت نے یہ خارجہ حکمت عملی بنائی' چلائی اور اب تک معاصر بھارت ان ہی بنیادوں پر رواں دواں ہے۔اور یہ عجب اتفاق ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو بھارت کی داخلی سیاست کے معمار اولین بھی ہیں' تحریک آزادی میں 1929 کے سال وہ لاہور کانگرس کے اجلاس منعقدہ راوی پارک لاہور میں انڈین نیشنل کانگرس کے صدر منتخب ہوئے تو جواں سال نہرو کا جلوس لاہور کے انارکلی بازار کی رونق ہو گیا' جس میں وہ کالی شیروانی پہنے سفید گھوڑے پر سوار' نگاہوں کو شکار کر گئے اور بالآخر مئی 1964 میں اڑیسہ کے ساحل پر واقع اس کے صوبائی صدر مقام بھونیشور میں سانس کی آخری ہچکی تک وہ بھارت کے تاحین حیات وزیر اعظم اور وزیر خارجہ دونوں عہدوں کی لاج سمیٹے ہمیشہ ہمیشہ کی نیند سو گئے۔جس کے بعد بھارت بھر کی سرزمین پر انہی کی وصیت کے مطابق ان کی راکھ (چتا کے پھول) نچھاور کر دی گئی۔سچ تو یہ ہے کہ بھارت کو عالمی بساط سیاست میں مقام مطلوب اور بام عروج تک لانے میں بھی پنڈت جواہر لعل نہرو

Marfat.com

ہی منفرد ہیں کسی مغربی مصنف کا یہ جملہ ہی اس حاصل کلام کا تکملہ ہے کہ

"Thus, there is a large element of fact in saying that in essence until he died Indian Foreign Policy was Nehru".[12]

اب اس نہرو کی خاندانی میراث نسل کی صورت بیٹی اندرا گاندھی' نواسہ راجیو گاندھی اور اب کانگرس کی صدر مسز سونیا گاندھی اور اس کا بیٹا راہول گاندھی ان ہی کی ریت و روایت کا ہندوستان ہے۔ اور یہی تعارف و پہچان کا باب ہے جو بظاہر غیر جانبداریت کا بھارتی ادعا مگر حقیقتاً پنڈت جواہر لعل نہرو کا مقصود و مدعا ثابت ہوا ہے۔ لیکن اس مدعا کا اصل ہدف کیا ہے' وہ لفاظی کے دوش پر عالمی بساط سیاست میں غیر جانبداریت (Non-Alignment) ایک نظریہ پھر اس نظریہ کے مقاصد کے حصول کے لئے غیر جانبدار تحریک (NAM) کے پلیٹ فارم پر جس قدر عالمی امن کی دہائی' اور سرد جنگ کے تھپیڑوں میں باہمی تعاون کی کمائی کا سارا زور بھارت کے کارنامے اور عالمی ماحول میں تیسری دنیا کے نو آزاد ممالک کی سیادت کا سہرا اپنے سر سجانے کا سارا شور سراسر ایک سوال کی تاب لا سکے تو برسوں کی بھارتی محنت اگر ثمر بار آور ہو' یا نہ ہو' عقل عیار کے ہر رنگ اور ہر بھیس کو دیس بدیس گھومتا پھرتا ضرور دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ اور وہ سوال خود ہی اپنی کارکردگی بھی ہے اور کھلا جواب بھی ہے کہ بھارت کی نام نہاد غیر جانبداریت فی الواقعہ اپنی سامراجی مصلحت کی بنا پر تھی اور ہے یا نظر بہ ظاہر' انسانی رویوں اور قوموں کی برادری میں ایک وسیع النظری کی بنیاد پر مگر حالات کی رفتار نے اپنا فیصلہ دے کے چھوڑا کہ بھارت خطے میں ایک سپر طاقت بنے کا خواب لیے ہر طرح سے اپنا یہ خواب پورا کرنے کے جتن کیے دیتا ہے۔ وہ ایک عظیم طاقت (شکتی شالی) کی حیثیت سے دنیا میں اُبھر کر نکھر کر سامنے آنے کو ہے اور یہی غیر جانبداری کے نام پر اور غیر جانبدار تحریک (NAM) کے پلیٹ فارم سے پنڈت جواہر لعل نہرو سے لے کر تا حال بھارتی قومی مقاصد (National Intrests) کا آہنگ ہے۔ یہ دھیما ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے گرد و پیش میں کبھی جلترنگ کہیں لہو رنگ بھی ہو جائے تو سرد جنگ کے دونوں دھڑوں امریکہ اور روس اس کے ساتھ اور سنگ ہوں تو ایسی خارجہ پالیسی اور کامیاب ڈپلومیسی اس کو کہیں گے۔

Marfat.com

خاتمہ کلام

مگر خاتمۂ کلام یہ کہ اگر بھارت کی خارجہ حکمت عملی کی بنیاد و نہاد (Roots) غیر جانبداریت (Non Alignment) ہے اور جواہر لعل نہرو اس کے پرچارک ہی نہیں رہے بلکہ غیر جانبدار تحریک (NAM) کے بال و پر اُگانے میں وہ متحرک اور موثر رہے ہیں تو بھارت کی اس خارجہ پالیسی کی اٹھان میں اس کے قومی مفاد و مصالح (National Intrests) کی اتھاہ کا اور چھور صرف یہی اور یہاں تک نہ تھا کہ بظاہر روس سے وابستہ ہو کر وہ غیر وابستہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا بلکہ دوسرے عالمی دھڑے امریکہ سے بھی اسلحہ کے حصول بلکہ فضائی تحفظ تک کی ضمانت مانگتا دیکھائی دیتا ہے۔ دلی کی پرانی شعر فہم روایت میں اسے غالب کی زبان میں

ع میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

بھی کہا جا سکتا ہے۔ اسے 1962 میں بھارت چین سرحدی تنازعے کا شاخسانہ اور ہنگامی صورت حال کا لمحاتی تموج (Escalation) قرار دے کر بات بنائی جا سکتی ہے' شاید یہ وجہ تھی امریکی صدر کنیڈی کے نام جواہر لعل نہرو کی ہنگامی تار کی نقل وزارت خارجہ یا وزیر اعظم کے دفتر میں رکھنے کی بجائے وزیر اعظم نہرو کے گھر میں محفوظ کی گئی۔ مگر اس سارے عرصے میں نہرو اور بھارت جس غیر جانبداریت کے علم بردار بنے رہے اس کی حقیقت کا بھرم اور دھرم گھر کا بھیدی کھول دے' تو وزیر اعظم نہرو کے پرسنل سیکرٹری ایم او متھائی سے بڑھ کر کسی اور کی شہادت یا گواہی کیا ہوگی ؟ لیجئے' بھارتی غیر جانبداریت اور جواہر لعل نہرو کی ذاتی ذہنیت پر غیر جانبداریت کیا؟ خود غیر جانبدار تحریک (NAM) بال کھولے رو رہی ہے۔ متھائی کہتے ہیں کہ

> ''لوگوں کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ نہرو ''غیر جانبداری'' کو کوئی الہامی یا دوامی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شروع میں تو نہرو کو یہ لفظ تک پسند نہ تھا۔ مگر چونکہ اس مفہوم کا کوئی اور لفظ تھا نہیں لہذا اس لئے انہوں نے اس ناگوار لفظ کو گوارا کر لیا''۔13

یہ غیر جانبداریت کا نظریہ ہو کہ غیر جانبدار ممالک کی تحریک (NAM) یا گذشتہ 60 برس سے بھارتی غیر جانبداری کا بنڈونگ سے بلغراد بلکہ دہلی سے کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ) تک غیر جانبدار ممالک

Marfat.com

کے سربراہ اجلاسوں کی تاریخ اسے ایک حکمت عملی' ایک طریقہ واردات بلکہ ایک بدیہی دھوکہ کہے بنا چارہ نہ ہوگا بلاشبہ غیر جانبدار تحریک، اس کا فلسفہ، اس کی تاریخ بھارت کیا؟ خود نہرو کو یہ کہے کہ

ع جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

تو یہ بات ایسی بھی نہیں جس سے آگرہ اور لکھنؤ کے اس شاعر کا یہ مصرع بھارت یا نہرو کا معنوی ترجمہ نہ کر سکے اور تو اور یہی بات دسویں غیر جانبدار سربراہ کانفرنس جکارتہ کے موقع پر بھارت کے سرکاری اخبار دی ٹائمز آف انڈیا' نئی دھلی کے اداریے میں بھی بجھائی گئی ہے کہ غیر جانبدار تحریک میں اب بھارت کے لئے رکھا ہی کیا ہے اس لئے بھارت کو اسے چھوڑ دینا چاہیئے، چھوڑ آنا چاہیئے!

اخبار نے غیر جانبدار تحریک (NAM) کے مستقبل (Future) --- (Future of NAM) کے زیر عنوان اپنے اداریے میں لکھا کہ:

"The question that New Delhi needs to raise is whether the continued membership of NAM would enable it to further its national interests".14

یہاں تک کہ اداریے نے اپنا حتمی فیصلہ اور ''سوجھاؤ'' اپنے آخری جُملے میں یہ قلم بند کیا ہے کہ

"... New Delhi might as well put an end to the charade of Non-Alignment".15

اسے اردو زبان کے شعر میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ غیر جانبدار تحریک اور تاریخ دونوں کہہ رہی ہوں!

ع لو' وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے

بھارتی خارجہ حکمت عملی کے بام اور باب دونوں کے انجام و اختتام کے بارے میں، اکیسویں صدی کے آغاز پر ایک امریکی مصنف کا تجزیہ اور تبصرہ ہے۔ اس کی سوچ اور اپروچ (Approach) کا تذکرہ کیا جائے تو بھارت اور نہرو اس کے لئے' انہی کے الفاظ سے استفادہ کریں' تو وہ لکھتے ہیں کہ

''بھارت ایک متکبر ملک ہے۔ جو خود کو دوسروں سے بالاتر سمجھتا ہے۔ جو یقیناً برہمنیت کا مزاج ہے جس میں خود کو تو دیوتاؤں کی اولاد سمجھتا ہے اور باقی

Marfat.com

دُنیا کو حقیر گردانتا ہے جو کمتر ذات کا سایہ بھی اپنے اوپر پڑنے کو گوارا نہیں کرتا"۔16

یہاں تک کہ جارج پرکوچ نے جواہر لعل نہرو کے لئے (Hard Headed) یعنی مکارانہ چالاکی اور (Shrewd) یعنی سنگدلانہ عیاری کے لفظ استعمال کئے ہیں اور یہی جواہر لعل نہرو کے عالمی لیت و لعل اور سفارتی چال بلکہ جال کا عکس ہے۔

حاصل مطالعہ

یہ ہے کہ بھارت کے پہلے وزیراعظم کے طور پر پنڈت جواہر لعل نہرو کا سترہ سالہ دورِ اقتدار محض ایک وزیراعظم اور جدید جمہوری ملک کے رہنما کا تعارف ہی نہیں' اس میں پنڈت جواہر لعل نہرو کے فکری اور نظری دونوں زاویہ ہائے نگاہ کو یک بیک دیکھا' پرکھا جانا چاہیئے۔اس لئے بھی کہ بھارت کے خارجہ امور پر نہرو خود وزیراعظم کے طور پر ہی وزیر خارجہ کے طور پر کئی طور' طریقوں کو اپنا کر عالمی سیاست میں بھارت کا نام اور مقام بنانا چاہتے تھے۔وہ ہر ایک بھارتی مصنف کا خراج ہے جو بھارت کی خارجہ پالیسی کے کسی بھی پہلو پر لکھنے کے دوران پنڈت جواہر لعل نہرو کے تئیں ادا کرتا ہے' اظہار کرتا ہے۔ 60 برس بعد بھارت ہی کے وزیراعظم جن کے پاس وزارت خارجہ کا بھی قلمدان ہے، وزارت خارجہ ہی میں نہرو بھون (نہرو ہاؤس) کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے' ڈاکٹر من موہن سنگھ نے ٹھیک تو کہا ہے کہ: نہرو نے کیا دیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ:

"He was truly the architect of modern India and laid the foundation of a democratic, secular and pluralistic polity. The institution and policy foundations laid by him have come to under pin India's rapid ascent on the global political and economic

Marfat.com

scene."17

شعبہ جاتی سطح پر' پرکھنے کے علاوہ بہ حیثیت مجموعی صورتِ حال یہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے بھارت کی خارجہ پالیسی کو قومی اہداف (لکش) حاصل کرنے کے لئے دوراندیشانہ منصوبہ بندی کو وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کی پکار یا ساتھ دینے کے لئے تدریج کا طریقہ اختیار کیا ہے جو عملیت پسندی اور تصوراتی دونوں آدرشوں کے امتزاج کے مترادف ہے۔ گویا اپنے قومی مقاصد اور مفادات کو دھیرے دھیرے آگے بڑھانے اور بڑھاوا دینے کا طریقۂ کار ہے جسے معاشی ڈپلومیسی سے لے کر بالی ووڈ کے فنکاروں تک کے ذریعے کام میں لا کر اپنے عالمی مقام کے لئے کوشاں رہنا قومی پالیسی ہے۔ اور اسی پر بھارت کی تمام تر سرکاریں (حکومتیں) کاربند رہتی رہی ہیں۔

اس راہ کی رکاوٹ عالمی ہو کہ علاقائی اُسے دور کرنے کے لئے بھی چوکس اور چوکنا رہنا اس حکمت عملی کا جزو لاینفک ہے جسے بھارت کی راشٹر بھاشا (قومی زبان) میں اٹوٹ انگ کہتے ہیں۔ پاکستان کا قیام اور استحکام بھارت کے ہندو مزاج یا ہندو راج کا ایک ''خصوصی مسئلہ اور معاملہ'' ہے۔ کیونکہ وہ بھارت کے روبرو اور دوبدو آنے سے باز نہیں آتا، لہٰذا اس کو اس کے دائرہ میں رکھنے کے لئے جنگ' تخریب کاری' جاسوسی اور سازش کے ذریعے پریشان کرنا' پریشان رکھنا بلکہ پارہ پارہ کرنا' اس کی خارجہ پالیسی میں عملاً پاکستان ایک محرک (Factor) ہے۔ یہ ریت اور روایت پنڈت جواہر لعل نہرو سے لے کر آج تک ڈاکٹر من موہن سنگھ کی قومی پالیسی کا مضمونِ واحد ہے۔ اس کی وضاحت ڈاکٹر من موہن کی زبانی یہ ہے کہ:

The Foreign Policy we pursue abroad must reflect our national priorities and concerns. There cannot be a disconnect between domestic capabilities, national aspirations and our external policies. Our foreign policy must help create an international environment conducive to India's rapid social and economic development." 18

Marfat.com

تاہم اس تقریر سے کچھ سال پہلے بھارت کے اس دور کے وزیر خارجہ مسٹر کنور نٹور سنگھ نے بی بی سی کے پروگرام ہارڈ ٹاک میں گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

''ہم نے ایسا کوئی اعلان نہیں کیا کہ ہم سرحدوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے''۔

ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ:

''1971 میں بھی ہم نے برصغیر کا نقشہ تبدیل کیا تھا' اب پھر اس کی نوبت آئی تو دیکھیں گے' دونوں ممالک کے عوام' حکومتیں اور رہنما مخلصانہ کوششیں کریں تو مسئلہ کشمیر حل ہوسکتا ہے' تاہم ہمارے نزدیک اہم مسئلہ (کور ایشو) ایٹمی ہے جسے ہمارے ایجنڈے میں مرکزیت حاصل ہے''۔19

ظاہر ہے کہ بھارت کے وزیر خارجہ اور اندرا گاندھی کے پیروکار کے طور مسٹر نٹور سنگھ 1971 کی طرح برصغیر کا نقشہ تبدیل کرنے کا عندیہ اور عزم ظاہر کر کے یہی باور کرانے کے درپے تھے کہ پاکستان بھارت کے ساتھ جامع مذاکرات میں اگر کشمیر کو ہی کور ایشو قرار دینے سے باز نہ آیا تو حالات پھر 1971 کی طرح کا رُخ اختیار کر سکتے ہیں۔ بھارت کی افغانستان میں پاکستان مخالف سرگرمیاں' امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ اسٹریٹیجک پارٹنرشپ' جالندھر کے نواح میں ''سنگھ شکتی'' فوجی مشقیں (مئی 2006) مسٹر نٹور سنگھ کے بیان کے مضمرات سمجھنے میں کوئی عقل کی زیادہ مقدار تو درکار نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اپریل 2006 کے آخر میں پاکستان میں بھارتی سفیر مسٹر شیو شنکر مینن (اب سیکرٹری خارجہ حکومت ہند) کا پاکستان سپریم کورٹ بار میں خطاب اور وزیراعظم پاکستان شوکت عزیز کے اس بیان پر ردعمل کہ پاکستان کشمیر ہی کو کور ایشو بنائے رکھنے سے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا' اور نہ ہی یہ مسئلہ حل ہوگا'' اس بھارتی خارجہ پالیسی کا بیان ہے جو خارجہ امور کے بھارتی وزیر اور سفیر (اب بھارتی سیکرٹری خارجہ) سے لے کر بالی ووڈ کی فلموں کے ڈائیلاگ تک سے ظاہر ہے' اور عیاں ہے۔ بھارت کے ٹیلی ویژن (دوردرشن پر 18 فروری 2006) کو پاکستان میں بھارتی وقت کے مطابق دوپہر سوا بارہ بجے کے پروگرام میں دکھائی جانے والی ایک بھارتی فلم ''انداز'' میں انیل کپور کے ڈائیلاگ ملاحظہ کریں جس میں وہ ایک پاکستانی فوجی سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ ''اگر تم نے ایک ایٹم بم بنالیا تو کیا ہوا؟ ہمارا ہر فوجی نوجوان ایٹم بم ہے۔ یہ تو ہماری شرافت ہے کہ ہم نے لائن آف کنٹرول عبور نہیں کی۔ اگر

Marfat.com

ہم بھارت ماتا کی جے کا نعرہ لگا کر' کنٹرول لائن کے اندر گھس آئے تو تمہارا صفایا کر دیں گے۔ یہ صرف (چٹکی بجاتے ہوئے) 7 دن کا کھیل ہے 8 ویں دن یہ پتہ بھی نہیں چلے گا کہ تمہارا کوئی ملک بھی تھا کہ نہیں''۔ اس پر بھارت کے جنگی عزائم کی تازہ ترین جھلک وہ حالیہ جنگی مشقیں ہیں' جو اس نے سانگھا شکتی (مشترکہ قوت) کے نام پر پاکستانی سرحد کے قریب جالندھر کے علاقے میں آغاز مئی 2006 میں شروع کی ہیں' بتایا گیا ہے کہ:

> ''سنگھ شکتی جنگی مشقوں میں سیکنڈ سٹرائیک کور کے 40 ہزار فوجی حصہ لے رہے ہیں' اطلاعات کے مطابق مشقوں کا مقصد جنگ کی صورت میں پاکستان کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کا عندیہ ہے۔ ایک اعلیٰ بھارتی فوجی افسر نے کہا ہے کہ ان مشقوں میں غیر دوستانہ تعلقات رکھنے والے ملک کے ٹکڑے کرنے کے لئے 2004 کے وار ڈاکٹرائن کی آزمائش ہوگی''۔20

یہی بھارتی ادراک کا پاکستان ہے جس کا وجود نابود کرنا ہی ان کی قومی پالیسی ہے' جو جنوبی ایشیا کے خطے میں بھارت کی برابری کرنے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے عالمی مقام کی راہ میں روک اور رکاوٹ ہے۔ یہی کانگریسی' سیاسی ذہنیت کا تاریخی روگ ہے جس نے پاک بھارت تعلقات کو گذشتہ ساٹھ برس سے اپنے شکنجے میں کس رکھا ہے۔ اس میں نہرو کی نہاد و بنیاد ہی کارفرما ہے کہ:

> "He has formulated a foreign Policy not limited to narrow and shortage political goals, It had set India's long-term objectives and sought to fit the policy in to longer perspective of history, culture and ideals".21

پاکستان بھارت تعلقات کی تلخ تاریخ سے حال تک کی تحریک کا یہ سفر اور سبق اس کے سوا اور کیا بتاتا ہے کہ بھارت کے عالمی مقام میں روک اور رکاوٹ کے باعث پاکستان کا وجود ایک ناگزیر شہود ہے۔ اسے ہر صورت کم زور کرنا ہی کیا، ختم کرنا بھارت کا قومی مشن ہے۔ پاکستان بہر حال بھارت میں ایک دشمن ملک کے طور پر سرکاری یا عوامی سطح پر متعارف ہے۔ جسے کسی صورت ہندو ذہن یا بھارتی سرکار کھلے دل و دماغ سے

Marfat.com

جاننے یا ماننے کے لئے نہ کبھی تیار ہوئی ہے' نہ ہوگی۔ سفارتی یا سیاسی سطح پر برابری کی بنیاد پر باہمی تعلقات کا فروغ یا باہمی تنازعات کا باہمی سطح پر بات چیت کے لئے حل بھارت کو صرف پاکستان کے ایٹمی وجود سے خطرہ اور مسئلہ (کورایشو) ہے جبکہ پاکستان کشمیر کو کورایشو قرار دیتا ہے۔ اور اگر ایسا ہی رہا تو پھر پاکستان کو کشمیر کے لئے' لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ یہی بھارت سے پاکستان کے تعلقات کی تاریخ کا حاصل ہے۔ یہ وہ سوچ اور اپروچ ہے جو پاکستان اور بھارت کے باہمی اشتراک کی نہیں باہمی تعصّبات کے ادراک میں سمجھنے اور جاننے کی ضرورت ہے گویا پاکستان کو یہ باور کرانا ہے کہ ہمیں نہ مانو گے تو مٹ جاؤ گے کہ ہم تمہیں کسی صورت مانتے ہی نہیں!

پاکستان اور بھارت کے مابین جامع مذاکرات کی مجبوری ایٹمی مساوات ہے' ورنہ بھارت کشمیر کے موضوع یا مسئلہ پر کسی طرح کی بات چیت کا کبھی روادار نہیں رہا ہے۔ اس کے نزدیک عملیت پسندی یہ ہے ایٹمی مسئلہ کورایشو ہے۔ کشمیر کورا ایشو نہیں' یہ بھارتی خارجہ پالیسی کا عملیت پسندی کا ادراک ہے۔ جبکہ کشمیر کو بھارت ماضی کی تلخ داستان کہہ کر فارغ ہو جاتا ہے۔ دوسرے بھارت کے امریکہ کے ساتھ حالیہ ایٹمی سمجھوتے کے بعد بھارت عالمی طاقت اور ایشیا میں چین کے بعد ابھرتی ہوئی دوسری بڑی اقتصادی قوت کے طور پر چل نکلا ہے۔ پاکستان اس لحاظ سے محدود تو نہیں ہے' اس کے پاس عوامی جمہوریہ چین' وسط ایشیا اور مشرق وسطی کے وہ زون ہیں جنہیں تجارت' معیشت اور راہداری کے رسل ورسائل سے مربوط اور منسلک کر کے خطے میں اقتصادی سرگرمیاں اور معاشی مفادات کا گڑھ بنایا جا سکتا ہے اس بارے میں ایک بات صاف کہنے کی ہے کہ افغانستان کو پاکستان کی ضرورت ہے' پاکستان کو افغانستان کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ بس اس ملک کے بارے میں احتیاط کر لی جائے' تو امریکہ' بھارت اور اسرائیل کوئی مسئلہ نہیں ہیں۔ یہ مقصد قومی یکجہتی' مضبوط اور مستحکم عسکری سیادت اور عوامی قیادت کے ذریعے سے باور کرایا جا سکتا ہے۔ مگر پاکستان کے داخلی ماحول کو ضابطوں کی تذلیل سے بچانا از بس ضروری ہے۔ ایک منظم' مربوط اور متحرک معاشرہ ہی کوئی کارنامہ سرانجام دے سکتا ہے۔ حالانکہ ہمارے بابائے قوم کا نشانِ راہ تو پہلے ہی سے واضح اور روشن تر ہے کہ

ایمان' اتحاد اور تنظیم

اللہ کرے ہم ایک پابند قوانین اور پیرو پیغمبر علیہ السلام کی ملت بن کر عالمی امور میں اپنا حقیقی کردار ادا کر سکیں اور یہی قومی خدمت ملکی عظمت اور بقائے دوام کا راز بھی ہے۔ ہمیں آئین وقانون کی بالادستی اور قومی

Marfat.com

مقاصد پر اپنی ذات' جماعت اور پسند و ناپسند کو بہر صورت قربان کرنا ہوگا۔ یہی حب الوطنی ہے' یہی قوموں کی برادری میں برابری کا راز ہے۔

صوبائی' لسانی' فقہی اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر پاکستانیت اور حب الوطنی کے جذبات کو زادِ راہ بنا کر' پاکستان کی خارجہ حکمت عملی کو روبہ عمل لانا ہی وقت کی اور ہر وقت کی قومی ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں حد درجہ دیانت اور امانت کے ساتھ ذاتی خواہشات کو ترک کر کے ملک کے آئین کے مطابق خود کو منظم اور مربوط انداز میں آگے بڑھانا ہوگا۔ اس کے لئے ہر شخص قانون کی نظر میں برابر ہوگا۔ سوائے دیانت اور تقویٰ کے کسی کی کوئی خصوصی حیثیت یا شخصیت نہیں ہوگی۔

حوالہ جات

1. T.N. Kanal, *India's Foreign Policy*, New Delhi, Deep & Deep Publications, 1992, p.497.
2. Ibid. p.496
3. Ibid.
4. Ibid.
5. Ibid.
6. Ibid.
7. A.G. Noorani, *Aspects of Indian Foreign Policy* New Delhi, 1970, p.2.
8. Joel Larus, *Culture and Political - Military Behavior The Hindu in Pre-modern*, India, Calcuta, 1979, p.140
9. G.T. Bhid, *Foreign Policy Independence*, New Delhi, Deep & Deep Publications, 1992, p.275.

Marfat.com

10. Ibid.

11. Ibid.

12. Ibid.

13۔ ایم۔او متھائی ''نہرو دور کی یادیں''، لاہور عزیز پبلیشرز 1978 صفحہ 223۔

14. *The Times of India*, New Delhi, July 21, 1994.

15. Ibid.

16۔ جارج پرکوچ ''بھارتی ایٹم بم''، سنڈے میگزین روزنامہ جنگ لاہور 30 جنوری 2000 صفحہ ۷

17. Text of the Speech by Prime Minister Dr. Mannmohan Singh, Ministry of External Affairs, New Delhi, February 14, 2006. p.1.

18. Ibid. p.1-2.

19۔ ''روزنامہ نوائے وقت''، لاہور 12 جون 2004۔

20۔ روزنامہ نوائے لاہور 5 مئی 2006۔

21. Kuldip Nayyar, *India After Nehru*, New Delhi, Vikas Publishing House, 1975.p.4.

(پاکستان آرمی جرنل راولپنڈی، موسم گرما ۲۰۰۸ء)

Marfat.com

Notes & References

1. *Express*, Lahore, April 16, 2007.

2. *Nawa-e-Waqt*, Lahore , April 17, 2007.

3. *Nawa-e-Waqt,* Lahore, April 17, 2007

4. *Seh-Roza Daawat,* Delhi, *Fikr-o-Nazar*, April 23, 2007

5. *Ibid.*

6. *Nawa-e-Waqt*, Lahore, April 16, 2007

7. *Express,* April 16, 2007

8. *Nawa-e-Waqt*, April 20, 2007

9. *Ibid;* April 23, 2008

10. *The Daily Nawa-e-Waqt,* Lahore, April 23, 2007

11. *Seh-Roza Daawat*, Delhi, February 19, 2006

12. *Nawa-e-Waqt,* June 12, 2004

13. *Ibid.*

14. *Seh-Roza Daawat*, February 19, 2006

15. *Nawa-e-Waqt*, March 6, 2008

16. *The Daily Telegraph*, London, November 30, 1971

(South Asian Studies, University of the Punjab, Lahore.
Vol: 23 No. I, January 2008).

Marfat.com

reservation that "Once the sentimental storm will be lessoned, then no supporter of the two-nation theory will be seen." Similarly Pandit Jawahar Lal Nehru said in an interview, given to the author of, *Danger in Kashmir*, Joseph Corbel: "A time will come when Pakistan will have contiguity with India" and, the same has been said by the famous Nationalist Leader, Mulana Abul Kalam Azad. He expressed it at the occasion of the All India Congress Committee's resolution: "The hearts of the people have not been divided. I am sure that this partition will be proved transitory."

This is the hatred approach of Indian leaders against Pakistan which had been called, "*Bang-e-Dabal*" by Indira Gandhi in her address to the people in Calcutta before the aggression made by army in East Pakistan. India has no where accepted the existence of Pakistan. Indian leaders have always the conviction that the creation of Pakistan was a erroneous step and Pakistani nation has no right to live and then on East Pakistan's debacle her victorious statement was: "Today we have taken revenge of our one thousand years and have immersed the two-nation theory into Bay of Bengal."[13]

Atal Bihari Vajpayee has called Indira Gandhi, "Durga Devi" for stating this. Thus mentioning of his family's sacrifice for India, in the democratic and secular show of India, the crown prince of ancestral democracy and 'Future' of India, Rahul Gandhi, is infact the glory of his political and national hereditary. It is noticeable that this pride has the national motive and objective to annihilate and ruin Pakistan and this is the bottom-line of this study.

Marfat.com

The non-aligned policy of country's first Prime Minister, Pandat Jawahar Lal Nehru, is based on this principle that we are not partial to any party nor we are against any one. We are only attached with our values and national interest.[11]

India's Military exercises and Pakistan

During the past eight years, India has been making war practices with about six countries. The last war practices were made by India in the Occupied Kashmir on Pakistani borders. While the latest war practices were being started on the border areas of Sindh and Punjab near Pakistani border. It is worth remembering that a few years ago, India has made war practices in Rajhistan. According to the *Nawa-e-Waqt:*

> India will make war practices near Pakistani border which shall start in Rajhistan near Thar Desert from March 15, 2008. Indian land and air forces will take part in it. In, "Wakhan Shakti " exercises, the Mirage plane, Mikhoi-T 90-tank and advanced U.A.E long range multi-barrel search rocket launchers and modern communicative and detective weapon shall be demonstrated.[12]

Conclusion

Rahul Gandhi has mentioned about his family's role in making Bangladesh as his political legacy that is rooted in the existence of Pakistan in 1947. All India Congress has never accepted Pakistan with bliss. Thus she has become crazy to unite India and Pakistan or to seize Pakistan to such an extent that its historical reasoning is its historical bigotry. Not only this but the address of Mrs. Indira Gandhi in Ali Garh in November 1971 is the turgo-man of this point of view which is part of the people of Indian society owing to the division of the Sub-Continent. If one is to comprehend this mentality of All Indian Congress, then the words of that resolution of All India Congress Committee must be red attentively which accepted the division of India with

Marfat.com

is still there even after sixty years of independence. The ex-Indian Foreign Minister, Natwar Singh said in a BBC program, "Hard Talk" on June 8, 2004: "We have not announced such a thing that we donot not desired to have any sort of change in borders." Answering to a question, he further said.

> We changed the map of the Sub-Continent in 1971 also. Now the stage has come again and we shall see if people and government make their sincere efforts, then the Kashmir issue can be resolved. Nevertheless, the core issue before us is the atomic one which has been focused in our agenda.

Nawa-e-Waqt has rightly presented an analysis on the statement of ex-Indian Foreign Minister Natwar Sigh:

> The foreign minister of India and follower of Indira Gandhi, Natwar Singh has started teaching us the lesson to change the map of the Sub-Continent like 1971.It is apparent that instead of making discussions fruitful and relations to be wholesome, India wants to make Pakistan realize that if she does not restraint to claim Kashmir as core issue then again the circumstances may lead towards a situation like that of 1971.While keeping in view the political activities of India in Afghanistan, opening of the counsellates on an extensive level and strategic partners of America and Israel, it is not thus difficult to comprehend the latent meaning of Natwar Sing's statement.[10]

This is the foundation stone around which the pendulum of Indian foreign policy revolves, this not only about Pakistan but also to attain the impartial or unintentional objectives. While the hostility with Pakistan is the basis of Indian foreign policy and basic factor too. Dr. Manmohan Singh, Indian Prime Minister in a ceremony of lying the foundation stone of Nehru Bhoon (Adjacent to Foreign Minister's Offices of South Block, New Delhi) Said :

Marfat.com

the same. They will not forgive this crime of Pandat Jawahar Lal Nehru, the Indian National Congress and this nation.[8]

This is a public address made one year earlier than the venture of making Bangladesh. It is no wonder to say that the echo of this address of thirty six years ago is the dust of Rahul Gandhi's mob and this is the opinion of the intelligent and cultured circle for which they also say that:

> Indira Gandhi made Pakistan divided but what cost country had to pay for that, it is rarely bothered by people. Billions were spent on war. With this not only Pakistan but all the big and small countries were worried. A larger part of country's income is spent on defense which is increasing year by year. Due to 1971's debacle, there is an inclination of separation in different parts of the country. The separatist movements started flourishing; the regional political parties were established and strengthened. The tragic thing is that even today the negative mentality prevails, despite this fact, and this is the consequence of the politics of timely interest and factious patriotism.

The existence of Pakistan is the psychological and historical commotion of Indian leadership and it indicates the historic ebb and flow in relations of Pakistan and India. The experience and destructive conduct of centuries has revealed this fact that when Hindu nation becomes unable to merge any other nation, country and people then it starts efforts to efface them. It is the provision of the Indian history to keep itself busy in waging a war on the neighboring country, to remain armed all the time and to make conspiracies and sabotaging.

India's Long Cherished wish to Change the Geography of Pakistan

The Long-awaited aspiration of India to diminish Pakistan

Marfat.com

> Indian Interior Minister Hari Parkash Jaswal has defended the statement made by Rahul Gandhi about the role of Gandhi family in dividing Pakistan and considers him justified. Indian Minister states that in 1971, hundreds of refugees from India entered East Pakistan. The then Prime Minister Mrs. Indira Gandhi filed an appeal to the International fraternity to solve this problem. Nevertheless, when no solution came out, while taking into consideration, the sentiments of the people of East Pakistan, then Indira Gandhi adopted the war strategy .[7]

The issue of 1971 was not a matter of timely affair. The stage was set according to the plots of Indian designs, war front, diplomatic front for insurgency in East Pakistan, along with conspiracies of P.N.Haskar and Murli Dhar which was helped by Pakistani Army leadership through her ineptitude. In order to know about the malignity of Mrs. Indira Gandhi about Pakistan, her speech at Aligarh (U.P) on November 1, 1971 is more than enough. She says:

> My father Jawahar Lal Nehru was a great leader of independence. He was everything to me. He was my affectionate father, a teacher and also a mentor. All this is alright but Indian history and his party Indian National Congress shall never forgive him on his dreadful transgression. That crime is that he accepted the decision of dividing India, under the pressure of late Soorgbashi Patel(Hindu Mahasbha) who bifurcated India into two parts. I have to say this with great sorrow because he was my father but more than it is the reason that he was the favourite leader of all the Indians. Today I am disclosing this fact that more than being a daughter to him, I am an Indian Prime Minister. If I would not say this, even then the present and coming generations shall keep on saying

Marfat.com

parties have taken notice to it in their own separate ways. BJP was of the opinion why Gandhi family alone is taking the credit to subvert Pakistan. [4]

The reaction of the Communist Party and Smajwadi Party intimated that the Congress was raising the unnecessary problems in order to win the elections in U.P but might be no one has told the critiques that it was absolutely a negative thinking. The bottom line was that this young leader of Congress has spoken after the heart of a greater class. Indira Gandhi was congratulated on this performance by her opponents. Atul Bihari Vajpayi had given her title as, **"Durga Devi."** Nevertheless, the present Indian Prime Minister, heading the Congress led coalition Government, Dr. Manmohan Singh has also made an enticing statement. In Andhara Pardesh, while talking to Sahara TV during an electoral venture, Dr. Manmohan Singh said:

> The statement which Rahul Gandhi , the son of Sonia Gandhi has given about the efficiency of Nehru family in dividing Pakistan into two parts in 1971, is purely a personal statements. Such statements have nothing to do with Indian government. Nevertheless, the Indian people should know about this fact that Rahul Gandhi is the future of India.[5]

Further speeches of Rahul Gandhi during the electoral ventures in Uttar Pardesh have been reported by NNI and SANA News Agency. Rahul Gandhi has claimed that "his family has fixed those objectives for future and those shall be fulfilled at all costs." Rahul Gandhi was taking parts in the electoral venture as a Congress candidate. In the same way, in a Road show speech, he said if Gandhi family had ruling in 1992, the incident of Babri Mosque would not have taken place.[6]

In this regard, the statement of Interior Minister of India is worth-reading by which one shall not feel intricacy in understanding the point of view of Congress and ruling UP's Government in India. ANN reported from Lucknow:

Marfat.com

time by time. Pandit Jawahar Lal Nehru as the first Prime Minister of India put a lock on the historic Babri Mosque (Ayodhya) in 1958 and idols were put there. Rajiv Gandhi, father of Rahul Gandhi, encouraged the process of arranging (idol) worship at the Babri Mosque. It was the government of Prime Minister P.V. Narsima Rao, on whose benediction, BJP and workers of R.S.S. demolished the historic Babri Mosque on December 2, 1992. This is the Indian conduct with Muslims that has dwelled BJP, the champion of Hindutra, and Congress, the heir of Congress. A renowned daily Pakistani newspaper, Nawa-e-Waqt, very rightly reviewed the anti-Mislim policy of India:

> It has been an old dream of the prejudice Hindu family as well as Indian Leader ship, to wipe out Pakistan. They are fastly treading towards their mission. But we have been that much ignorant about the conspiracies of our shrewd enemy that we do not even bother about the protection of our solidarity. We even today aspire for having good relations with India through discussions and trade and of course CBMs are a part of it. India is the advantageous beneficial of it. India takes it as our weakness and is getting an unlawful benefit. To a greater extent, India is involved in the subversion and terrorism taking place in Balochistan....On the contrary, out of the blunder we made in East Pakistan debacle, not only that we did not learn any lesson, but we are again determined to repeat that. [3]

In an Indian Muslim periodical, *Seh-Roza Daawat*, "Fikr-o-Nazar", gives detail of news under title of 'Remarks of a Young Leader. [3] On April 14, Rahul Gandhi while addressing to an electoral procession in UP, said:

> When my family takes up a gauntlet, it fulfills it. It may either be the matter of getting freedom for the country, to divide Pakistan into two parts; or to take the country into 21st century. Even though it is not a new revelation to divide Pakistan into two parts. On the behalf of India, the political opposition

Marfat.com

Indian leadership had a very hostile approach towards Pakistan. This vindictive approach of India is a self-evident masterpiece on her part. The sixty years of Indian history is also an evidence of the fact that either there may be the Congress rule or BJP or any other coalition government or some strong government, the focus of Indian establishment and her national policy is to destabilize and weaken Pakistan. Although in size, Pakistan is much smaller as compared to India, it has a greater influence on India due to her geo-strategic position. Pakistan, of course stands in face to face in balance of power with India. It is a known fact to every one that Indian trickery has been trying to further weaken Pakistan through conspiracies, terrorism and diplomatic hostile venture.

Centuries ago, Muslims had a stable central government in South Asian continent. They had an effective and prominent legacy of a firm culture. Such traditions are a part of Medieval India or Muslim period which is expanded over one thousand years. It has entangled the history and geography of modern State of India. This is the reason of decline of Muslim rule in 1857 in India that ultimately left various problems which even today both the countries have to suffer. Even today sixty years after the partition of India, despite the secular tendencies and the democratic experience, hatred of Hindus to their Muslim fellow citizens still exists. Moreover this hatred against Muslims has now been turned into a brutal scene of massacre of Muslims. According to an estimate, about one hundred and twenty four thousands events of massacres have taken place.

In fact the Hindu belligerents want to push Muslims into educational, economic and social duck. It is evident from the official report of Justice(R) Rajendhar Sachar, December, 2007 report says:

> "It has its historic reasons which are infact the historic bigotries. It very clearly depicts the manners of Hindu majority which can be called, the persistent conduct of the masses."

The efficiency of Nehru family regarding the evil efforts to wipe out the Muslims from Indian geography has been revealed

Marfat.com

achievement of Gandhi (Indira Gandhi) family" [1]

This declaration is not being made for the first time. Indira Gandhi made numerous statements regarding the victorious announcement on East Pakistan's debacle. She said once in the Parliament: "Today we have indemnified the history of thousand years and have immersed the Two-Nation Theory in the Bay of Bengal."[2]

Now it has become an open secret that India exploited the crisis in East Pakistan. Much before this crisis, India sowed the seeds of hatred in the young generation of East Pakistan. On the basis of linguistic differences, Agartala Conspiracy was fabricated and Mukti Bahni guerillas infiltrated in the East Pakistan and undertook terrorist activities and finally India launched an open attack on Pakistan. On the other hand, India defamed Pakistan on international level and tried her best to paint it as a rogue state. Indo-Soviet Union Friendship Treaty played an important role in furthering India's designs against Pakistan. The focal point of Indian aggressive designs, disposition and diplomacy to bring Pakistan face to face with destabilization are very clear.

Anti-Pakistan Policy

Thus Pakistan has always remained as a core factor in Indian foreign policy. The historic provision of which is Hindu prejudice based on the history of thousand years which was considered to hack mother India (*Bharat Mata*) to pieces, during independence movement. Then the obstacles were put in the way of establishment of Pakistan in the name and philosophy of united nationality. Nevertheless, when Pakistan came into being, it was hurdled with the problems of the division of assets, refugees and hence the natural areas of Pakistan were forced to be turned into the Occupied Kashmir. Then by hatching the political plots with Awami League, after the Hindu traders, teachers and leaders of trade unions through a disgraced aggression, India took an active part in making Bangladesh and this is an open announcement on the part of Rahul Gandhi. This is a fact that this statement of Rahul is not only a description of Indira Gandhi, her family or All India Congress's General Secretary but the reflection of a collective Indian psyche. It is the fact that since the inception of Pakistan,

Marfat.com

INDIAN DESIGNS TO CHANGE THE GEOGRAPHY OF PAKISTAN

Dr. Muhammad Jahangir Tamimi

Abstract

Indian leaders never accepted the creation of Pakistan. So since the emergence of Pakistan on August 14, 1947, the Indian Leaders started unending efforts against the existence of Pakistan. This anti-Pakistan policy has been going on to engage Pakistan-India relations in to a bitter course of history. Nehru family has played very crucial role in vanquishing Pakistan. During the Indira Gandhi government, India played a central role in disintegration of Pakistan. Nehru family is proud of it. It takes it as a great achievement. Rahul Gandhi, the descendant of Nehru family, calculating the services of his family for India, has proudly pointed out the disintegration of eastern wing of Pakistan and also claimed for more such attainments in future to suppress Pakistan.

Introduction

Over the time, the contemptible designs to wipe out Pakistan became the focal point of Indian policy. The Indian policy of open aggression against Pakistan has led both neighbours to a antagonistic state of affairs that engaged the both nations in a number of limited and open wars and ultimately resulted in the disintegration of East Pakistan in 1971. As Nehru family has played the pivotal role in the Indian policy to subjugate Pakistan in the past, thus the present generation of that family, inheriting anti-Pakistan sentiments, certainly feels proud over the bifurcation of Pakistan during the Indira Gandhi government.

Rahul Gandhi, the grand son of Indira Gandhi, who has entered Indian politics and taken responsibility as the General Secretary of Indian Congress, determines to continue the anti-Pakistan policy. He said in a speech during election campaign in UP (Uttar Pardesh) on April 15, 2007: "When our family resolves to achieve an objective, they do achieve it at every cost. Besides independence, the formation of Bangladesh is also a great

Marfat.com

Marfat.com

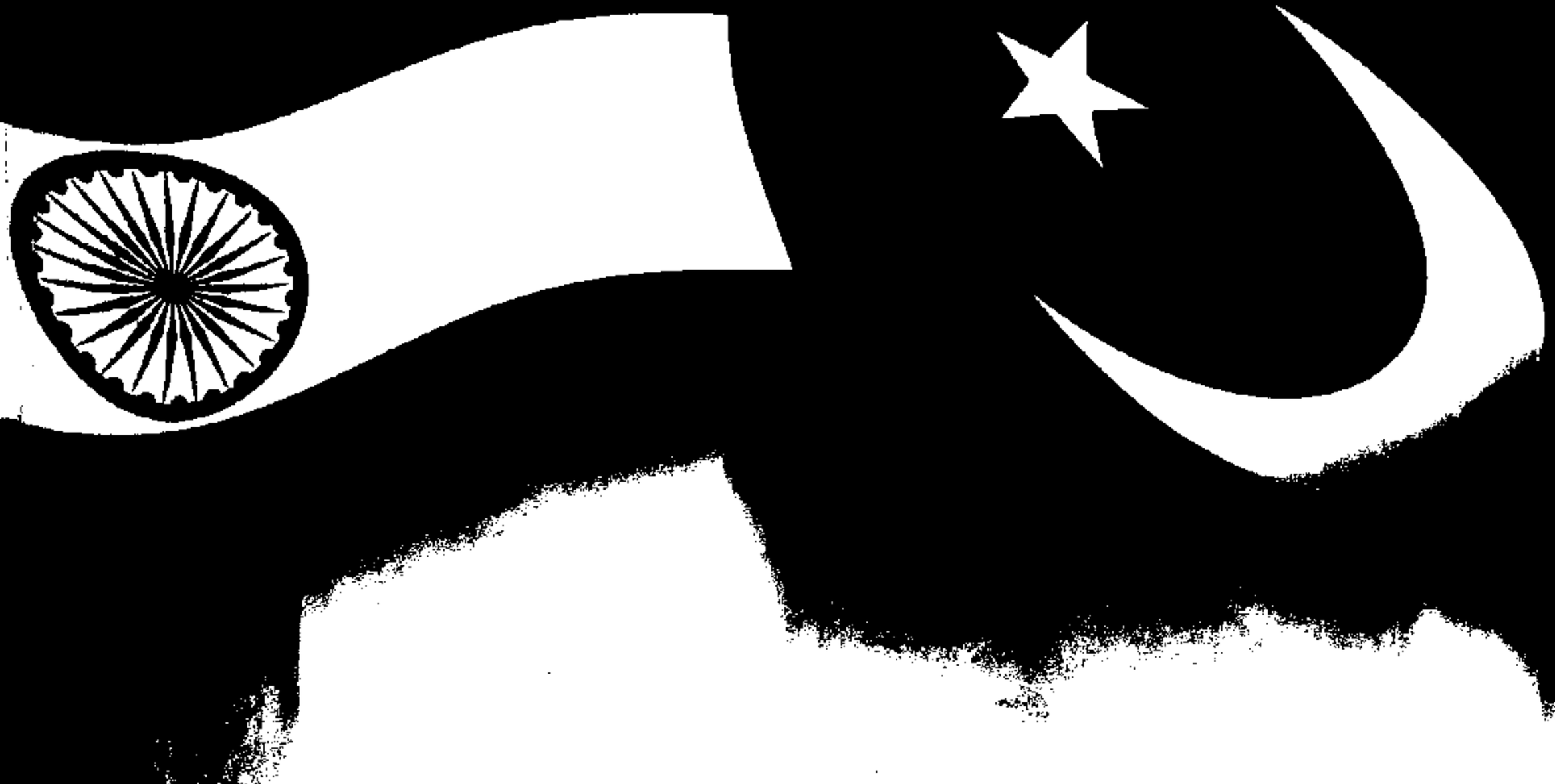

AN ANALYTICAL STUDY OF INDIAN FOREIGN POLICY

Prof. Dr. Muhammad Jahangir Tamimi

Centre for South Asian Studies
University of the Punjab
Lahore - Pakistan

Marfat.com

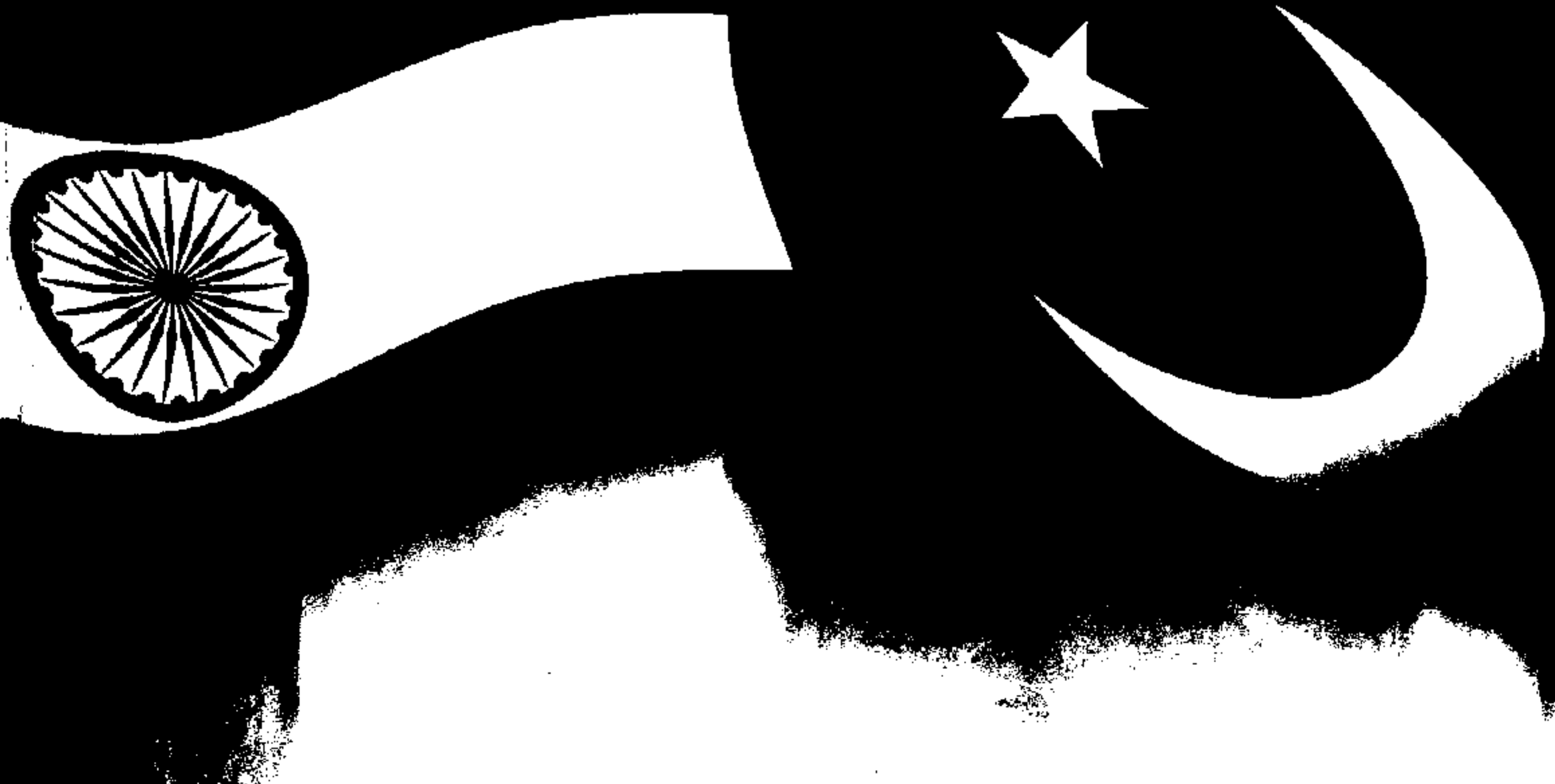

AN ANALYTICAL STUDY OF INDIAN FOREIGN POLICY

Prof. Dr. Muhammad Jahangir Tamimi

Centre for South Asian Studies
University of the Punjab
Lahore - Pakistan

Marfat.com